خطبات و مقالات

www.KitaboSunnat.com

تالیف:
سید ابوبکر غزنوی
سابق وائس چانسلر بہاولپور یونیورسٹی

ترتیب وتخریج:
میاں طاہر
فاضل مدینہ یونیورسٹی

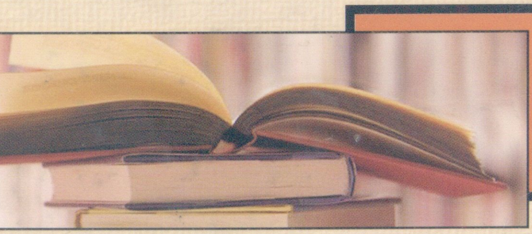

مرکز الحرمین الاسلامی
فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبات و مقالات

تالیف:

سید ابوبکر غزنوی

سابق وائس چانسلر بہاولپور یونیورسٹی

ترتیب وتخریج:

میاں طاہر

فاضل مدینہ یونیورسٹی

www.KitaboSunnat.com

مرکز الحرمین الاسلامی

فیصل آباد پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ

ناشر ________ محمد جاوید ناصر
اہتمام ________ مولانا عبداللہ دانش
پبلشر ________ مسز راحت ندیم
طابع ________ رانا شہزاد افضل
تزئین ________ فوزیہ احمد
کمپوزنگ ________ مرکز الحرمین الاسلامی
الحرمین اڈیشن ________ اگست 2011ء

کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کیلئے مصروفِ عمل

مرکز الحرمین الاسلامی
ستیانہ روڈ فیصل آباد پاکستان
0314-3010777
alharmain777@gmail.com
www.al-harmain.webnode.com
www.youtube.com/alharmain

196...

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

1	عرضِ ناشر	5
2	مقدمہ	7
3	توحید کے تقاضے	11
4	حقیقتِ ذکرِ الٰہی	31
5	مقامِ عبدیت	53
6	محمدی انقلاب	69
7	اسلام اور آدابِ معاشرت	81
8	ادب پہلا قرینہ ہے	97
9	عصرِ حاضر میں استاد اور شاگرد کا رشتہ	165
10	اسلامی ریاست کے چند ناگزیر تقاضے	171
11	جزا و سزا	193
12	اسلام میں گردشِ دولت	219
13	برکاتِ لیلۃ القدر	237
14	جماعت اہل حدیث سے خطاب	245
15	کتابتِ حدیث عہدِ نبوی میں	263
16	خطباتِ جہاد	283
17	واقعہ کربلا	327

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اصلاحِ معاشرہ کے حوالے سے جتنے بھی مسلمان علماء کرام اور دانشوروں نے لکھا ہے اُن کے دو نقطہ ہائے نظر ہیں، دونوں گروہوں نے دین کا ایک ہی رخ بیان کیا ہے، ایک نقطہ نظر ان علماء کا ہے جن میں صوفیا بھی شامل ہیں۔ وہ فرد کی اصلاح پر زور دیتے ہیں۔ انہیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ معاشرہ کس طرف جا رہا ہے؟ حکومت کیسی ہے؟ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ فرد اپنی اصلاح کرلے، اسے معاشرے سے غرض نہیں ہونی چاہیے، اس گروہ کا نقطہ نظر اس لحاظ سے خام ہے کہ فرد اپنی کتنی بھی اصلاح کرلے وہ معاشرے سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ معاشرے میں اگر سودی کاروبار ہوتا ہے، لوگ لہو ولعب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حکومت سیکولر ہے، ان حالات میں نیک سے نیک آدمی اپنے گھر کی بھی پوری طرح اصلاح نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ دوسرے لوگوں کو سیدھے راستے پر چلا سکے۔

دوسرا گروہ ایسے علماء کرام کا ہے جو فرد کی بجائے نظام کی بات کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر حکومت صراطِ مستقیم پر ہوگی تو افراد خود بخود اصلاح کرلیں گے۔ اس نقطہ نظر میں خامی یہ ہے کہ فرد کا اپنے رب سے اس طرح کا تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ ہونا چاہیے۔

ان دونوں گروہوں کے درمیان علماء کرام کا ایک قلیل طبقہ ایسا بھی ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کی بات کرتا ہے۔ برصغیر میں اس گروہ کے بانی اور سرخیل شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ نے تو اسلامی ریاست کے قائم کرنے کے لیے جہاد بھی کیا۔

اسی قلیل گروہ میں ایک نام سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کا ہے۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ جدید وقدیم علوم پر یکساں دسترس رکھتے تھے، آپ کی شخصیت مغربی علوم وفنون اور تہذیب و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمدن سے خوب آگاہ تھی مگر اس کے باوجود اُن کا خمیر اسلامی تہذیب و تمدن میں گندھا ہوا تھا کہنا یہ چاہیے کہ آپ اسلامی تہذیب و شرافت کا بے حد حسین و جمیل پیکر تھے۔

سید ابو بکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جو کئی پشتوں سے خلق خدا کو رشد و ہدایت کے چشمے سے سیراب کر رہا ہے۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبات اور تحریروں کے ذریعے دین کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ان میں ادب و آداب، معاشرت، معیشت، سیاست و حکومت، جہاد اور عبادات سمیت زندگی کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ایک اعلیٰ انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے یہ تحریریں ایسا سرچشمہ فیض ہیں، جو نئی نسل کی تربیت اور کردار سازی کے لیے رہنما کا درجہ رکھتی ہیں۔آپ کی مختلف تحریروں اور تقریروں کو ''خطبات و مقالات'' کے نام سے اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب اگر سکولوں اور مدارس کے نصاب میں شامل کر دی جائے تو نسل نو کی زندگیاں بدل سکتی ہیں۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بکھرے ہوئے خطبات اور تحریروں کو برادرم میاں طاہر نے بڑی محنت اور سلیقے سے اکٹھا کر کے کتابی شکل دی ہے۔انہی گل ہائے رنگا رنگ کی طرح خوبصورت تحریروں کو شائع کرنے کی سعادت طارق اکیڈمی کے حصے میں آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور سید صاحب کے لیے باعث رفع درجات اور قارئین کے لیے موجبِ خیر و برکت بنائے۔

آمین

محمد یٰسین عمر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

آگے آنے والے صفحات حضرت سید ابو بکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے چھوٹے کتابچے ہیں جنہیں ایک جلد میں اکٹھا کر دیا گیا ہے، یہ دراصل ان کی تبلیغ تھی جسے، انہوں نے تحریر کر دیا تھا۔ یہ سطریں اس تحریر پر مختصر سا تبصرہ ہیں۔ میں یہ تبصرہ کیوں لکھ رہا ہوں، اس کی دو وجوہات ہیں......
ایک تو یہ کہ میں نے ان کتابچوں کو ایک سے زائد بار پڑھا ہے اور غور سے پڑھا ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ میں لکھنے والے سے بھی شناسائی رکھتا ہوں۔

مبلغوں کی مختلف قسمیں ہیں، کچھ ایسے ہیں جن سے فائدہ اٹھانے والے ان کی جماعت کے چند لوگ ہوتے ہیں، کچھ مبلغ ان سے اونچی سطح کے ہوتے ہیں اور اپنے فکری گھرانے کے بہت سے لوگ ان سے فیض یاب ہوتے ہیں، مبلغوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے، جن کی تبلیغ مسلک کی حد بندی کو عبور کر جاتی ہے، ہر طبقہ ہر خیال اور ہر مسلک کے لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کے علمی اور روحانی فیض سے استفادہ کرتے ہیں، یہ لوگ مبلغوں میں چوٹی کے لوگ ہوتے ہیں، ان کی تبلیغ ایک کشادہ دروازے کی طرح ہوتی ہے، ایسا دروازہ جس میں سے ایک ایک آدمی اپنی شناخت کروا کر نہیں گزرتا بلکہ عامۃ الناس جوق در جوق اس دروازے سے گزرتے ہیں اور اس دروازے پر یہ صدا ہر وقت گونجتی ہے "جو آئے، آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں۔"

یہ تحریریں فن تبلیغ کی سب سے اونچی قسم سے تعلق رکھتی ہیں، پہلی دفعہ یہ کتابچے کئی سال پہلے شائع ہوئے ان کے طلب گاروں میں ہر طبقہ، فکر اور ہر مسلک کے لوگ شامل رہے۔ اس نکتہ کو آپ بھی سمجھ لیں گے، جب غور سے ان تحریروں کو پڑھیں گے۔

براق جیسا تیز ذہن، قلبی صلاحیت، طویل مطالعہ، وجیہہ خاندانی پس منظر ان عناصر کے ساتھ صاحب تحریر نے ایک مسلک کی تشکیل کی تھی اور یہ دراصل وہی مسلک تھا، جو ان کے آباؤ اجداد کی طرف سے ان تک نسلاً بعد نسل پہنچا تھا، جس کے بارے میں خود یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کا مسلک بے حد عزیز ہے اور میں اس کے پرچار کو اپنی زندگی کی سب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی سعادت خیال کرتا ہوں، اب میں ان کے مسلک کی فصاحت کیلئے انہی کے الفاظ استعمال کرتا ہوں اس مسلک میں اعتدال کا ایک حسن ہے، یہاں بے داغ اور بے لچک توحید بھی ہے، ائمہ کرام اور اولیاء عظام کی غایت درجہ تعظیم وتکریم بھی ...... یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت بھی ہے اور اہل بیت سے والہانہ عقیدت بھی، یہاں حدیث صحیح کو ائمہ کرام کے اقوال پر ترجیح دینے کا ذوق بھی ہے اور فقہائے کرام کی مساعی جمیلہ کا حسنِ اعتراف بھی، یہاں شریعت کے ظاہری احکام کا التزام بھی ہے اور تزکیہ نفس اور روحانیت کا شغف بھی؟؟

آپ نے توازن دیکھا، اعتدال کا حسن دیکھا، یہ تبلیغ اس مسلک کی بنیاد پر کھڑی ہے، اسی لیے اس میں اتنی جاذبیت اور کشادگی ہے۔

ان تحریروں میں ایک خود احتسابی بھی ہے، صاحب تحریر کا خیال یہ تھا کہ دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے ہمیں اپنے گھر کی فکر کرنی چاہیے، اس کتاب میں آپ کو کسی جگہ اپنے لوگوں سے یہ گلہ بھی لکھا ہوا ملے گا، تم دوسروں پر اعتراض کرتے ہو کہ اس کا درود غیر مسنون ہے اور وہ بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے لیکن یہ بتاؤ آج جمعہ کا دن تھا، خود تمہیں کتنی بار درود شریف پڑھنے کی توفیق ہوئی ہے اور تم نے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سن بھی رکھا ہے اَکْثِرُ وْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔ یہ ایک حکیمانہ خود احتسابی تھی...... بہت سی باتیں ہیں جو ایک خاص مقصد سے کہی اور لکھی گئی ہیں، لیکن نام کسی کا نہیں لیا گیا براہِ راست کچھ نہیں کہا گیا پھر بھی سب کچھ کہہ دیا گیا ہے۔ یہ حدیث احسان والی تبلیغ ہے جس میں مَا الْاِیْمَانُ، مَا الْاِسْلَامُ ، مَا الْاِحْسَانُ والے سارے سوال جبرئیل امین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے اور ان کے جوابات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل امین کو دیئے لیکن صحابہ کرام سے فرمایا یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ یہ تو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست جبرئیل نے کوئی بات نہ کی اور نہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو کوئی جواب دیا، پھر بھی فرمایا یہ سکھایا تمہیں جا رہا تھا، یہ ہے تبلیغ کا وہ انداز جس میں لٹھ مارے بغیر، پھاوڑا چلائے بغیر کام ہوتا ہے...... ان کے کتابچے حقیقت ذکر الٰہی۔ تعلیم وتزکیہ بین السطور اپنے لوگوں کا محاسبہ ہے کہ جب تک من کا کھوٹ نہ جائے بات بنتی نہیں اور من کا کھوٹ تزکیے سے جاتا ہے کار نبوت یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَۃَ سے عبارت ہے، یُزَکِّیْکُمْ کے بغیر یہ کام ادھورا رہ جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی اپنے اسی مسلک کا پرچار کرتے رہے، جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے اور میں نے اس قدر ماہر مبلغ آج تک نہیں دیکھا، جو اتنی فنی مہارت کے ساتھ اپنے خیالات لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہو اور انہیں اپنے سامعین کے دل ودماغ میں اتنی دور تک اتار دیتا ہو۔

میں نے اس تحریر کے باطن کی طرف ایک دو اشارے کیے ہیں کیونکہ میں نے اس تحریر کو صرف پڑھ کر ہی نہیں سمجھا بلکہ جیسا میں نے کہا کہ صاحب تحریر سے میری شناسائی بھی ہے اور اس شناسائی کی فصاحت یہ ہے کہ حضرت سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ میرے والد، میرے استاد اور میرے شیخ بھی تھے اور یہ سطریں میں نے تحدیث نعمت کے طور پر لکھی ہیں۔

سید جنید غزنوی بن سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے، فقط اک مسئلہ علمِ کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید کے تقاضے

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [البقرة2/165]

بعض لوگوں پر خدا یہ فرد جرم عائد کر رہے ہیں کہ یہ لوگ غیروں کو میرا ساجھی ٹھہراتے ہیں، میرا ہم پلہ اور ہم پایہ قرار دیتے ہیں، تو اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فرد جرم کیوں عائد کی ہے، فرماتے ہیں: يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ. یہ غیر خدا سے محبت کرتے ہیں، جیسے خدا سے محبت کرنی چاہیے تھی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [2/البقرة: 165]

''اگر یہ مومن ہوتے تو انہیں شدید ترین محبت خدا کی ذات سے ہوتی۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر وہ ہستی، ہر وہ شے، جسے ہم اپنی محبتوں اور چاہتوں کا یوں مرکز ومحور ٹھہرائیں، جیسے خدا کی ذات کو ٹھہرانا چاہیے، خواہ وہ ہمارا نفس ہو، ہماری قوم ہو، برادری ہو یا ہمارا وطن ہو، یا مال ودولت ہو یا جاہ وحشمت ہو، ان میں سے جس کو بھی اپنی محبتوں کا مرکز ٹھہرائیں اور یوں پیار کرنے لگیں جیسے خدا سے پیار کرنے کا حق ہے، وہی ہمارا بُت ہے اور ہم اس کے پُجاری ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''ریاض المشتاقین'' میں لکھتے ہیں:۔ وَهِيَ الْمَحَبَّةُ الشِّرْكِيَّةُ یہی وہ مشرکانہ محبت ہے، جو مشرکین عرب کرتے تھے اور جس سے روکا گیا ہے۔

یہ غلط خیال ہے کہ صرف پتھروں کے بتوں کی پوجا سے قرآن نے منع کیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ" [1]

"درہم ودینار کا بندہ ہلاک ہوا۔"

اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ۔ وہ ہر بات کو پیسوں کی (TERMS) میں سوچتا ہے۔ اگر پیسے مل جائیں تو بہت خوش ہوتا ہے اِنْ لَّمْ یُعْطٰی۔ اگر نہ ملیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ستیاناس ہو ایسے بندے کا۔ وہ تو عَبْدُ الدِّرْھَمِ ہے۔ عبداللہ تو نہیں ہے۔ میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دانستہ طور پر لفظ عبد استعمال فرمایا۔ ورنہ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور طریقوں سے بھی فرما سکتے تھے۔ چونکہ اس کا تعلق توحید سے تھا، اس لیے "عبدالدرہم" فرمایا، "عبدالدینار" کہا۔

دوستو! اس دور میں لوگوں کو میں نے دیکھا کہ دولت کے پیچھے پاگلوں کی طرح پھر رہے ہیں اور بندیوں کے چکّر میں بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر باز نہیں آتے اور اسی چکّر میں مرجاتے ہیں۔ میں اپنے ڈاکٹر دوستوں سے پوچھا کرتا ہوں کہ جب کسی مریض کی زندگی سے مایوس ہو کر اس کے رشتہ داروں کو آپ جواب دے دیتے ہیں اور وہ آدمی سمجھ جاتا ہے کہ آپ نے اس کے گھر والوں سے کیا گفتگو کی ہے، اس وقت اس شخص کے منہ سے کیا الفاظ نکلتے ہیں؟ تو میرے ڈاکٹر دوست کہتے ہیں کہ وہ لوگ جن کے سر پر دولت سوار ہے، اس وقت ان کے مُنہ سے ایسی باتیں نکلتی ہیں: "وہ میں نے فیکٹری بنائی تھی، اس کا کیا ہو گا؟" یہ درہم ودینار کی بندگی کی علامت ہے۔ اسے یہ خیال نہیں کہ آگے اس کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ وہ نتائج جو قیامت تک اور قیامت کے بعد ابدالآباد تک اسے بھگتنے پڑیں گے، ان کی کوئی فکر اسے لاحق نہیں ہوتی۔

شیطان نے اسے مخبوط الحواس بنادیا ہے۔ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ۔ اس وقت بھی یہی سوچ رہا ہے کہ میں نے جو فیکٹری ابھی ابھی لگائی ہے، اس کا کیا بنے گا؟ کچھ لوگ ایسے ہیں جو دولت کی ایسی پرستش کرتے ہیں کہ لات وعُزیٰ کے پُجاریوں کو بھی مات کر دیتے ہیں۔ اس قدر اس کے لیے ذلتیں برداشت کرتے ہیں، دنیا کے ہرایرے غیرے اور نتھو خیرے کے آدمیوں کی کاسہ لیسیاں کرتے ہیں، حاشیہ برداریاں کرتے ہیں، اس کے لیے مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ یہ ساری تذلیل ان چند سکوں کی خاطر برداشت کرتے

[1] بخاری: 6535،2886، ابن ماجہ: 4136-4135، مجمع الزوائد: 248/10

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو کبھی ملتے ہیں اور کبھی نہیں ملتے۔

ہم یہاں یونیورسٹی میں دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ وائس چانسلر کی حاشیہ برداری اور کاسہ لیسی کر کر کے تھک جاتے ہیں، ذلیل ہوتے ہیں، کئی دفعہ دیکھا ہے کہ وائس چانسلر ہی مر جاتا ہے یا بدل جاتا ہے اور اس آدمی کو رو سیاہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

دوستو! بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ جاہ اور چوھدراہٹ کے بُت کی پُوجا کرتے ہیں۔ ان کو خدا سے اتنی محبت نہیں ہوتی، جتنی جاہ اور چوھدراہٹ سے ہوتی ہے حتیٰ کہ علماء میں بھی یہ بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ تقریر اس لیے کرتے ہیں کہ اس علاقے میں میرا اثر ہو، کہتے ہیں بڑا متاثر کیا ہے میں نے اس علاقے کو، بعض علماء سے جب پوچھتا ہوں کہ تمہارا دورہ کیسا رہا؟ کہتے ہیں مجھ سے علاقہ بڑا متاثر ہوا ہے۔ تمام علماء جن کے دل میں حبِ جاہ سرایت کر چکی ہے، اس بولی میں بات کرتے ہیں۔

اہل اللہ تو یہ کہتے ہیں: خدا کا وہاں بڑا کرم ہوا ہے، لوگ دین کی طرف مائل ہونے لگے ہیں۔ یہ حُبِّ جاہ کی بیماری ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑا بُت ہے دوستو!

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَی الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیْنِهٖ [1]

”اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیے جائیں، تو وہ بھی ایسی تباہی اور بربادی نہیں مچاتے، جس قدر مال کی محبت اور جاہ کی محبت ایک انسان کے دین کو تباہ کرتی ہے۔“

یعنی آدمی کی ساری سوچ ہی یہ ہو کہ پیسے کہاں سے زیادہ ملیں گے۔ زندگی کا کوئی مقصد ہی نہ ہو، کوئی اپنی اقدار نہ ہوں جن کی خاطر جی سکے، کوئی اخلاقی اور روحانی مشن پیشِ نظر نہ ہو۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ جو لوگ مشن کی خاطر جیتے ہیں، ان کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، خدا کی قسم دولت ان کے دروازوں پر دھکے کھاتی ہے، وہ کبھی اسے قبول کرتے ہیں اور کبھی اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ یہ بات حدیث کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔

---

[1] ترمذی: 2376، موارد الظمآن للہیثمی: 2472، مسند احمد بن حنبل: 3/456-457

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ ایسے لوگوں کے پاس دنیاناک رگڑتی ہوئی آتی ہے۔وَهِيَ رَاغِمَةٌ۔ناک خاک میں رگڑتی ہوئی ان کے پاس آتی ہے۔

زندگی مشن کے لیے بسر کرو دوستو! زندگی خدا کے لیے بسر کرو۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مال اور جاہ یہ بھی دو بت ہیں۔ یہ مت خیال کیجئے کہ بُت صرف پتھر اور مٹی کے ہوتے ہیں۔ بُت نظریات کے بھی ہوتے ہیں۔ بُت تصورات کے بھی ہوتے ہیں۔اسی لیے بزرگوں نے کہا۔ مَنْ شَغَلَكَ عَنِ اللهِ فَهُوَ صَنَمُكَ۔ جو تمہیں خدا سے غافل کرتا ہے وہی تمہارا بت ہے۔

چیست دُنیا از خُدا غافل شُدن
نے قماش و نقرہ و فرزندوزن

بعض لوگ تقریر تو اچھی نیت سے کرتے ہیں، مگر جب ختم کرتے ہیں تو اس وقت شیطان آجاتا ہے۔جس وقت بھی جاہ وحشمت کی آرزو ہوئی انسان پھسل گیا۔ کتنے لوگ ہیں، جن کے اعمال ناموں میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بعد میں کٹ جاتی ہیں۔ میں نے عرفات کے میدان میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ دُعاء مانگ رہا تھا یااللہ میرے حج کو قیامت تک باقی رکھ۔ میں اس دعاء سے وجد میں آیا۔اس لیے کہ بعض عمل ایسے ہیں کہ نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور بعد میں ڈینگیں مارنے کی وجہ سے یا غیبت کی وجہ سے کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ جب اپنے قلم سے آدمی حضرت الحاج لکھنا شروع کرتا ہے، تو اس کا حج برباد ہونا شروع ہوتا ہے۔ ہر عمل کے شروع میں دیکھنا چاہیے، آخر میں دیکھنا چاہیے بلکہ ساری عمر گھات میں رہنا چاہیے کہ یہ عمل میں نے خدا ہی کے لیے کیا ہے، اس میں کوئی کھوٹ تو نہیں ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔معنی یہ ہیں کہ جو لوگ صحیح معنوں میں مومن ہیں انہیں شدید ترین محبت خدا کی ذات سے ہوتی ہے۔

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ محبت ایک غیر مرئی چیز ہے(ABSTRACT)چیز ہے، نظر نہیں آتی ،اس کے جانچنے کی ایک ہی کسوٹی ہے کہ جب دو محبتوں میں تصادم ہوتا ہے، ٹکراؤ ہوتا ہے،تو اس وقت پتہ چلتا ہے کہ آدمی اللہ کو چاہتا ہے یا غیر کو۔اسی لیے قرآن نے کہا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ............الخ [التوبة:9/ 24]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام محبتوں کا ذکر کیا، جن سے خدا کی محبت کا ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔ کبھی باپ دادا کی رسموں سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے، کبھی برادری کی رسموں سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے مثلاً برادری لڑکی کو ورثہ نہیں دیتی اور ادھر قرآن کہتا ہے۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ [النساء: 4/ 11]

کہ لڑکی کا حصہ 1/2 اس کو دے دو۔ قرآن نے ٹھوس کسوٹیاں بنائیں۔ کوئی نظریاتی یا تخیلاتی باتیں نہیں ہیں۔

بیویوں کی محبت سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے کہ بیوی کی خاطر ناجائز دولت تو نہیں کما رہا۔ بیوی کے ناجائز تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر ناجائز دولت تو نہیں کما رہا۔ جب محبتوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے، تو اس وقت پتہ چلتا ہے کہ آدمی خدا کی خاطر غیر اللہ کو چھوڑتا ہے یا نہیں۔ یہی خدا کی محبت کے شدید ہونے کی کسوٹی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے حقوق بھی ادا کرتے تھے، دنیا میں انقلاب بھی برپا کر رہے تھے۔ شدید مصروفیت کے باوجود بھی ہمیں وقت دیتے تھے، مگر جب اذان ہوتی تھی تو یوں معلوم ہوتا تھا، جیسے حضرت ہمیں جانتے ہی نہیں۔ كَأَنَّهُ لَا يَعْرِفُنَا۔

یہ بڑی واضح کسوٹی ہے، جس سے کوئی دھوکہ نہیں لگ سکتا کہ محبتوں کے ٹکراؤ میں دیکھئے کہ خدا کے لیے فرعونوں، نمرودوں اور شدادوں کو چھوڑ سکتا ہے، وزیروں اور ریاست کے سربراہ کو چھوڑ سکتا ہے یا نہیں چھوڑ سکتا، یہ بڑی سخت کسوٹی ہے دوستو! ہو حق کا نعرہ لگانا آسان ہے، مگر جو کسوٹیاں اللہ نے بنائی ہیں، وہ بڑی انقلاب آفریں ہیں۔ اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کی محبت سے سرشار ہوں اور اس کی محبت تمام محبتوں پر غالب آجائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا حصہ

توحید کے تقاضے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [البقرۃ: 165/2]

اس آیت کی تشریح میں پچھلی جمعرات کو کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ جس کسی سے ہم یوں محبت کرنے لگیں، جس کسی کو ہم اپنی محبتوں اور چاہتوں کا محور ٹھہرا لیں اور ایسی محبت کرنے لگیں جیسے خدا سے محبت کرنے کا حق ہے، وہی ہمارا بُت ہے اور ہم اُس کے پُجاری ہیں۔ وہ ہمارا نفس ہو یا برادری ہو یا مال و دولت کی محبت ہو یا جاہ و حشمت کی چاہت ہو، جس کسی کو ہم یوں چاہیں جیسے خدا کو چاہنے کا حق ہے، وہی ہمارا بت ہے اور ہم اس کی پوجا کر رہے ہیں۔

اس آیت پر غور کیجئے۔ خدا نے لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ استعمال کیا۔ لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو خدا سے ہٹ کر اس کے سوا اوروں کو ساجھی اور شریک ٹھہرا لیتے ہیں۔ اس کا ہم پایہ اور ہم پلّہ قرار دے لیتے ہیں۔

آپ نے غور فرمایا کہ جہاں کہیں اللہ شرک کی تردید فرماتے ہیں، وہاں بجائے اس کے بتوں کا لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ استعمال کرتے ہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سے ہٹ کر، اس کے سوا۔ یہ ایسا بلیغ لفظ استعمال فرماتے ہیں کہ ان میں تمام بت آجاتے ہیں، وہ پتھر کے ہوں، نظریات کے ہوں، علاقائی اور لسانی ہوں یا رنگ اور نسل کے بُت ہوں۔

قرآن مجید پر غور کرنے کی بات ہے کہ صرف یہیں نہیں اکثر جگہوں پر لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ استعمال فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ [الاعراف: 194/7]

اللہ سے ہٹ کر اس کے سوا جس کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری طرح بندگانِ الٰہی ہیں۔

یہاں بھی لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ استعمال فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ

خدا سے ہٹ کر اس کے سوا جس کو بھی تم پکارتے ہو بھلا دیکھو تو سہی یہ خود کسی چیز کے خالق ہیں؟ یہ تو خود مخلوق ہیں۔ [النحل:16/ 20]

تم نے ان کو معبود ٹھہرا دیا ہے، جو خود کسی چیز کے خالق نہیں۔ یہ تو خود مخلوق ہیں۔ تم نے ان کو معبود ٹھہرا دیا ہے، جو خود مخلوق ہیں، ان کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہو، تو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں زندہ مردہ، پتھر اور ہر چیز آ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو للکارا تو کہا تم کس کام میں لگے ہو

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ [الانبیاء:21/ 52]

''تم خود مورتیاں تراشتے ہو، پھر ان کے سامنے ماتھا ٹیک دیتے ہو۔''

کیا تمہاری انسانیت کی اس سے توہین نہیں ہوتی؟ اس وقت بھی آپ نے فرمایا:

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [الانبیاء:21/ 67]

''خدا کے علاوہ جس جس کی تم پوجا کرتے ہو، حیف ہے تم پر اور ان پر۔''

یہاں بھی لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ استعمال ہوا ہے۔ یہ جو آیت میں پڑھ رہا ہوں اس میں بھی یہی فرمایا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا [البقرة: 2/165]

آپ یہ دیکھیں جو آدمی اپنے نفس کی پوجا کرتا ہے، قرآن نے اسے بھی کہا:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ [الفرقان:25/ 43]

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے، جس نے اپنی ہوا و ہوس کو خدا بنایا ہوا ہے؟''

تو اس سے معلوم ہوا کہ کبھی انسان اپنے نفس کو بھی خدا بنا لیتا ہے۔

اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا [الفرقان:25/ 43]

آپ ایسے شخص کے ذمہ دار بنتے ہیں؟

اس ساری بات سے میں بتانا یہ چاہتا تھا کہ قرآن نے ''مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کے لفظ استعمال کیے جن سے ہر بُت کی نفی ہوگئی، وہ پتھر کا ہو، نظریات کا ہو، خیالات کا ہو یا انسانوں کا بُت ہو۔ اور کہا کسی کو بھی میری محبت میں شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ بات سمجھنے کی ہے دوستو!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ دیکھیے خاوند بیوی کی تمام لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے، مگر اپنی محبت میں غیر کو شریک نہیں دیکھ سکتا۔ یہ اتنا بڑا جرم قرار پایا۔ حالانکہ خاوند کوئی ایسا مُربی نہیں ہے، جیسا مُربی حقیقی خدا ہے۔ جیسے وہ ربّ العالمین ربوبیت فرما رہے ہیں، خاوند یوں ازلی اور ابدی طور پر ربوبیت نہیں کر رہا، مگر اس کے باوجود اس کی غیرت کا یہ حال ہے، اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ میری محبت میں کسی کو شریک ٹھہراتی ہے، تو اس کی سب خدمتیں اکارت گئیں، محض اس بنا پر کہ خاوند کی محبت میں غیر کو شریک کرتی ہے۔ یہی شرک کی حقیقت ہے دوستو! وہ کہتا ہے میں تمہیں عدم سے وجود میں لایا ہوں، میں تمہیں پالتا ہوں، میں تمہاری ربوبیت کر رہا ہوں اور جب سب کچھ میں دے رہا ہوں، تو غیر سے ایسی محبت کیوں کر سکتے ہو، جیسی مجھ سے ہونی چاہیے۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ میں سب کچھ معاف کر دوں گا، مگر شرک معاف نہیں کروں گا۔

خدا فرماتے ہیں:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ [الاعراف:7/54]

ساری کائنات کو میں نے تخلیق کیا ہے اور کائنات میں حکومت بھی میری ہی چلے گی۔

میری ریاست میں ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، فرائض میں کوتاہیاں ہوتی ہیں، جواب طلبی کے بعد بات ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر یہ پتہ چل جائے کہ اس آدمی کے پاس وائرلیس ہے، دشمنوں کا حلیف ہے، ان کے ساتھ ساز باز کرتا ہے، انہیں خبریں پہنچاتا ہے، اس کو معاف نہیں کیا جاتا کہ وہ ریاست سے بیوفائی کر رہا ہے، یہی شرک کی حقیقت ہے۔

دوستو! وہ کہتا ہے میں تمہارا رب ہوں اور میرے ساتھ تعلقات رکھتے ہوئے دوسروں سے ساز باز کرتے ہو۔ کوئی حکومت اپنے ملک وملت کے غدار کو معاف نہیں کرتی۔

یہی معاملہ ہے شرک کا بھی، فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

''جو صحیح معنوں میں مومن ہیں، انہیں بڑی محبت ہوتی ہے خدا کی ذات سے۔''

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ

''اس شخص کا کوئی ایمان نہیں ہے، جس شخص کو محبت نہیں ہے۔''

اس کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

فرماتے ہیں پورا مذہب کیا ہے، تصورات کا بت کدہ ہے، عقل کا اگر کوئی مرشد ہے تو عشق ہے۔ دل کا اگر کوئی رہنما ہے، تو عشق ہے اور عقل کو اگر کوئی پاک رکھتا ہے، تو عشق ہے۔

عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

"فرماتے ہیں کہ اگر عشق کا جذبہ ختم ہو جائے تو سارا دین، ساری شریعت تصورات کا بتکدہ بن جاتا ہے۔"

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما
اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما

فرماتے ہیں اے ہمارے عشق کی دیوانگی! زندہ باد، پائندہ باد، ہماری سب بیماریوں کی تو دوا ہے، اے عشق تو ہمارا طبیب ہے۔

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

تو ہمارے جھوٹے وقار (FALSE PRESTIGE) کی دوا ہے اور یہ اس وقت تک نہیں جاتا، جب تک انسان کے اندر نہیں اُترتا

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

تو ہمارے تکبر کی بھی دوا ہے، تو ہمارے جھوٹے وقار کی بھی دوا ہے۔

اے تو افلاطون و جالینوس ما

اگر ہمیں ذہنی پختگی حاصل ہوتی ہے، تو اے عشق یہ تیری وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ جالینوسِ ما۔ اے عشق ہماری صحت اور توانائی تیرے دم سے ہے، اگر خدا کے عاشق بڑھاپے میں بھی جذب و مستی کی حالت میں ہیں، تو اے عشق یہ تیرا ہی فیضان ہے۔

عشق کو حاصل کرنے کا طریقہ میں نے عرض کیا تھا۔ ایک تو چند منٹ خدا کے ذکر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روز لگا تار رہے، ذکر کے علاوہ فکر ہے، اس بات کا مراقبہ کرنا کہ ایسا حسن تو کسی میں نہیں ہے اور ساری کائنات اسی کے حسن کا پرتو ہے، یہ تصور کرنا کہ جیسا کمال اس میں ہے اور کسی میں نہیں ہے، یہ تصور کرنا کہ جو بخشش اور کرم وہ مجھ پر کر رہا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے کمال، اس کے جمال اور اس کے نوال کا مراقبہ کرنا۔ اسے فکر کہتے ہیں دوستو! اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور جن کو خدا نے اپنا درد دیا ہے، ان کی صحبت میں بیٹھنا اور اس سے محبت کی دُعاء مانگنا۔ یہ چار (4) باتیں ہیں دوستو! جو یاد رکھنی چاہئیں۔

1 ذکر 2 فکر 3 صحبت 4 دُعا

خدا سے دعاء کرنا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ۔ اے خدا میں تجھ سے تیری محبت کی بھیک مانگتا ہوں۔ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّكَ۔ [1] اور جن جن کو تو نے اپنا درد دے رکھا ہے، ان کی محبت عطا کر کہ ان کے پاس جایا تو کروں۔

دوستو! محبت کے راستے میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں، جن سے محبت کمزور پڑتی ہے۔ خدا سے سوئے ظن پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا سے دعاء مانگتے ہیں، دعاء قبول نہیں ہوتی۔ ناقص العقل ہونے کی وجہ سے آدمی کہنے لگ جاتا ہے عجیب محبت ہے تیری کہ میری بات ہی نہیں سن رہا۔ یہ بات بھی تشریح طلب ہے کہ محبت کن باتوں سے کم ہونے لگتی ہے اور کیا تدبیر کی جائے کہ وہ کم نہ ہو۔ دوستو! کبھی ایسا ہوتا ہے انسان دُعا مانگتا ہے قبول نہیں ہوتی ۔ وہ کہنے لگ جاتا ہے کیوں قبول نہیں ہوتی۔ بعض تو زبان سے شکوے شکایتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ بعض کی زبان تو چپ ہوتی ہے، مگر دل بدگمان ہو جاتا ہے اس کی جہالت ہے، جیسے کوئی بچہ ہو اور وہ دہکتے ہوئے انگاروں کی طرف بار بار لپکے اور ماں کی ماماتا بیچ میں حائل ہو، وہی ماماتا جو اس کی ہر نامعقول بات مانتی ہے اور باپ کے علی الرغم مانتی ہے، وہ بیچ میں حائل ہو جاتی ہے اور انگاروں تک نہیں پہنچنے دیتی۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان دہکتے ہوئے انگاروں کو موتی سمجھتا ہے اور مانگتا چلا جاتا ہے۔ اس وقت خدا کی شفقت بیچ میں حائل ہوتی ہے۔ انسان اندھا ہوتا ہے، جیسے بچہ ماں کو ظالم سمجھتا ہے کہ انگارے اتنے خوبصورت ہیں، وہ مجھے کیوں نہیں پکڑنے دیتی۔

دوستو! دعاء کی عدم قبولیت کی حقیقت یہی ہے اور میں نے کئی دفعہ اس کا مشاہدہ کیا

[1] ضعیف، ترمذی: 3536، مستدرک حاکم: 433/2، ابن عساکر: 352/5۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس وقت آدمی سوچتا ہے کہ خدا نے مجھ پر بڑا کرم کیا، مجھے اس مصیبت سے نجات دی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے دوستو! ایک درویش آدمی دُعاء مانگتا ہے۔ کئی برس گزر جاتے ہیں، دُعاء قبول نہیں ہوتی اور حقیقت میں اس دُعاء کا قبول نہ ہونا خدا کی اس آدمی پر اتنی بڑی رحمت ہوتی ہے کہ وہ تمام ولایت کے درجات ان سالوں میں ہی طے کرتا ہے اور صرف دُعاء کے قبول نہ ہونے کی وجہ سے طے کر جاتا ہے کہ جم کر دُعاء روز مانگتا ہے۔ عبدیت اور بندگی کی مہریں اس کے وجود پر ثبت ہوتی چلی جاتی ہیں اور خدا فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ دُعاء قبول نہیں ہے، مگر پھر بھی وہی حسن ہے، وہی عاجزی ہے، وہی نیاز ہے، پھر وہ مجھ ہی سے مانگتا ہے اور اس کو یقین ہے کہ میں اسے دوں گا۔ کتنے انبیاء علیہم السلام ہیں کہ سالہا سال ان کی دُعاء قبول نہ ہوئی۔ وہ قُرب کی منزلیں محض دُعاء کی قبولیت روک کر تیزی سے طے کرواتا چلا جاتا ہے۔ جب آدمی کی آنکھ کھلتی ہے تو کہتا ہے تو نے بڑا کرم کیا۔ اگر چند سال پہلے قبول ہو جاتی، تو آج وہیں بیٹھا ہوتا۔ یہ منزلیں طے نہ کر سکتا۔ دوستو! یہ سوئے ظن ناپختگی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو کوئی بیماری ہوتی ہے وہ دُعا مانگتا ہے کہ یا اللہ یہ بیماری دور ہو جائے وہ دور نہیں ہوتی۔ پھر سُوئے ظن پیدا ہوتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ آدمی مفلس ہوتا ہے، دعاء مانگتا ہے کہ یا اللہ میری مفلسی دور کر دے، دولت دے، دولت دے، نہیں ملتی۔ پھر سوئے ظن پیدا ہوتا ہے۔

"شرح السنة" میں علامہ بغوی نے حدیث قدسی لکھی ہے:

إِنَّ مِنْ عِبَادِيْ مَنْ لَّا يُصْلِحُه إِلَّا الْفَقْرُ وَلَوْ اَغْنَيْتُهٗ لَا فْسَدَهٗ ذَالِكَ [1]

"میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں، جن کو افلاس ہی راس آتا ہے اور افلاس ہی سیدھا رکھتا ہے (جب فقر کی حالت میں رہے، اسے میری طرف رجوع رہتا ہے، اس کی طبیعت ہی ایسی ہے) اگر میں اسے تونگر کر دیتا، یہ اپنے مقام سے گر جاتا۔"

وَإِنَّ مِنْ عِبَادِيْ مَنْ لَّا يُصْلِحُهٗ إِلَّا الْغِنٰى [2]

---

[1] جامع المسانيد: 267/2

[2] العلل المتناهية: 32/1

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن پر میں نعمتوں کی بارش کرتا رہتا ہوں، تو وہ میری طرف رجوع رکھتے ہیں۔''

وَلَوْ اَفْقَرْتُهُ لَاَ فْسَدَهُ ذَالِكَ

''اگر میں انہیں قلاش کردوں، تو وہ ملحد ہو جائیں، زندیق ہو جائیں اور مجھے گالیاں دینے لگیں۔''

وَ اِنَّ مِنْ عِبَادِیْ مَنْ لَاَ یُصْلِحُهٗ اِلَّا السَّقَمُ وَلَوْ صَحَّحْتُهٗ لَاَفْسَدَهٗ ذَالِكَ۔

''میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں، جنہیں بیماری ہی ٹھیک رکھتی ہے۔ اور میری طرف رجوع رکھتے ہیں، اگر میں انہیں تندرست کردوں تو وہ میری طرف دیکھنا بھی چھوڑ دیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ کی گیارہویں جلد میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے اور اس سے استشہاد کیا ہے۔

آپ نے غور کیا کہ سوئے ظن کی وجہ عقل کی ناپختگی ہے۔ یہی وجہ ہے آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقر کے راستے سے کی، بعض لوگوں کی تربیت نعمتوں اور نوازشوں کے راستے سے کی۔ یہی حال پیغمبروں کا تھا۔ خدا نے حضرت ایوب علیہ السلام کی تربیت صبر کے راستے سے کی۔ زکریا علیہ السلام کی تربیت صبر کے راستے سے کی۔ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام پر نعمتوں کی بوچھاڑ کی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف انسانوں کی تربیت کس طرح مختلف طریقوں سے کی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھجوریں کھا رہے ہیں اور کچھ لپیٹ کر رکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلال رضی اللہ عنہ! کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ کھجوریں رکھ دی ہیں۔ پھر کام آجائیں گی فرمایا۔ اَنْفِقْ یَا بِلَالُ۔ فقیر ہو کر کھجوریں رکھ رہے ہو۔

وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا [2]

''اس عرش والے سے تمہیں مفلسی کا ڈر ہوا ہے؟''

جاؤ انہیں خرچ کردو، یہ فقیری کے منافی ہے کہ انہیں لپیٹ کے رکھ دو۔ یہ بات عثمانِ

[1] المعجم الكبير للطبرانی: 344/1، کنز العمال: 16011، 16185

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنی رضی اللہ عنہ سے کبھی نہ کہی۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کبھی نہ کہی۔ ان کا راستہ دوسرا تھا۔ جیسا کہ اس حدیث سے وضاحت ہوئی، جو میں نے ابھی پڑھی۔ یہی شیخ کا کام ہے دوستو! وہ سمجھتا ہے کہ اس آدمی کو کس راستے سے لے جانا ہے۔ سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکتا۔ کسی کو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی راہ سے لے جاتا ہے، کسی کو بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے راستے سے لے جاتا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ خدا کے بارے میں سوءِ ظن ایسے ہی ہے، جیسے بچہ نادانی کی بنا پر اپنی ماں کی مامتا پر شک کرنے لگ جاتا ہے اور اگر ہزاروں ماؤں کی مامتاؤں کو اکٹھا کیا جائے تو خدا کی شفقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اگر سوءِ ظن نہ ہو تو محبت تیز تر ہوتی رہتی ہے اور محبت کے ساتھ ہی دوستو! یہ گاڑی چلتی ہے اور دین کا سارا کاروبار محبت ہی سے چلتا ہے۔ یہ فنی تخلیق کا ظہور بھی عشق ہی سے ہو رہا ہے۔ کبھی عشق حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ و بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اور کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے شعروں میں ڈھلا اور وہ بھی عشق ہی ہے، جو معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر الدین خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے شعروں میں ڈھلا اور یہ تفسیر، حدیث، فقہ کا لٹریچر، یہ ضخیم جلدیں اور جوان ضخیم جلدوں کی تحریر کا محرک ہوا:

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق، صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

کبھی عشق پھانسیوں پر لٹکتا ہے اور جو رقص حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں کیا، وہ بھی عشق ہی کا ایک ظہور تھا۔

اللہ سے دُعاء ہے کہ وہ اپنا عشق عطا فرمائیں، اپنا درد عطا فرمائیں اور اس درد کو عمل کا خوگر بنائیں۔ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محرک بنائیں کہ اصل مقصد تو محبت کا یہ ہے کہ عمل ہو، اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔

میں نے پچھلی دو جمعراتوں کو خدا کی محبت کے متعلق بعض مسائل کا ذکر کیا تھا اور

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [البقرة:2/ 165]

کی تفسیر عرض کی تھی۔

خدا کی محبت مومنوں کے جی میں تمام محبتوں پر غالب ہوتی ہے، قرآن مجید نے کہا:

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ [التوبة:19/ 24]

آپ ان سے کہہ دیجئے تمہارے آباؤ اجداد، تمہارے بھائی بندے، تمہاری بیویاں، یہ مال جو تم نے کما رکھا ہے، یہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں کھٹکا لگا رہتا ہے، یہ عمارتیں، یہ بودوباش کی جگہیں جو تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہیں، اگر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہیں زیادہ پیاری ہیں تو:

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

''تم انتظار کرو حتی کہ خدا اپنا حکم نافذ کرے۔''

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ [التوبة: 24/19]

''فرمایا وہ لوگ سرکش ہیں، نافرمان ہیں اور اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں کرتا۔''

وہ تمام کمزوریاں انسان کی جو توحید کے بارے میں ہو سکتی ہیں، انہیں بیان فرمایا کہ دیکھو کبھی خدا کی محبت کی ٹکر باپ دادا کی محبت سے ہو سکتی ہے، کبھی برادری کی محبت سے ہوتی ہے، برادری کی ریتوں سے ٹکر ہوتی ہے، کبھی بیویوں کی خواہشات سے خدا کی محبت کا تصادم ہوتا ہے۔ کبھی تجارت کے فروغ کے تقاضے کچھ ہوتے ہیں اور کتاب اللہ کا حکم کچھ اور ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح کبھی ہجرت کا حکم ہوتا ہے اور آدمی عمارتوں کی طرف دیکھتا ہے کہ خدا کے لیے ان کو کیسے چھوڑ دوں، یہاں دونوں باتوں کا ذکر فرمایا:

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

معلوم یہ ہوا کہ خدا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تصادم ہو جائے، ٹکراؤ ہو جائے تو دُنیا کی تمام چیزوں کو انسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی خاطر چھوڑ سکے۔

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت بھی جزو ایمان، بلکہ عین ایمان ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتے ہیں، کچھ طالب، سالک اور عارف ایسے ہیں، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدا تک پہنچتے ہیں۔ یہ مزاج کا اختلاف ہے اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں۔ جیسے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔ وہ خدا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچی تھیں۔ یعنی خدا کی معرفت پہلے حاصل ہوئی اور پھر خدا کی معرفت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت ہوئی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے محبت اس بنا پر ہوئی کہ وہ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَ لٰكِنَّهٗ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا [1]

"اگر تم لوگوں میں سے کسی کو محبوب بنانا ہوتا، تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا محبوب بناتا مگر وہ میرا بھائی ہے، میرا ساتھی ہے، میں یہ کیسے کہوں کہ وہ میرا محبوب ہے۔"

قَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا

خدا نے تمہارے اس ساتھی کو اپنا محبوب بنا لیا ہے، جب اس نے مجھے اپنی محبوبیت کے لیے چن لیا ہے، تو میرے لیے یہ کہاں روا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو اپنا محبوب کہوں۔

اس سلسلے میں تصوف کا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ لوگ (ABSRACT) سے (CONCRETE) تک پہنچتے ہیں۔ لوگ اس حقیقت کبریٰ سے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے خدا تک پہنچے ہیں، جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے خدا تک پہنچے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا، انہوں نے واضح طور پر فرما دیا۔

یا رسول اللہ اُو پنہاں و تُو پیدائے من

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدا تو پنہاں ہے، اس کی ذات چھپی ہوئی ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ [الانعام:103/6]

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں وہی ہے جو آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ [النحل: 74/16]

"خدا کے لیے مثال بھی مت دو کہ وہ ایسا ہے۔"

وہ اس جیسا ہے، اس جیسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں، او پنہاں و تو پیدائے من۔ اس کی ذات تو چھپی ہوئی ہے، آپ کی ذات ظاہر و باہر ہے کہ مجھے نظر آ رہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے ذریعے سے خدا تک پہنچنے کا راستہ آسان ہے۔ اس لیے کہ ان کی

[1] مسلم: 6172

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفات ظاہر ہیں، ان کا وجود ظاہر ہے ان کا جسم ظاہر ہے، ان کا مکھڑا ظاہر ہے، ان کا ناک نقشہ ظاہر ہے، ان کے تمام اوصاف ظاہر ہیں، ان کے غزوات، ان کے تمام افعال ظاہر ہیں، جن کا لاکھوں انسانوں نے مشاہدہ کیا۔

سلوک کا راستہ رسول اللہ ﷺ کی محبت، ان کے عشق اور ان سے والہانہ شیفتگی ہی سے آسانی سے طے ہوتا ہے، خود خدا کی محبت بھی اسی راستے سے سہولت سے ملتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سیکھنا چاہیے، وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، نبوت کے بعد صدیقیت سے اُونچا کوئی مقام نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو معصوم تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غیر معصوم تھے معصوم انسان ہوتے ہوئے کسی حد تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات، صفات اور افعال میں فنا ہو سکتا ہے۔ یہ بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت ہی سے اخذ کرنی چاہیے۔ اس لیے ان کی شخصیت کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے۔ رسولِ اکرم ﷺ تو سیّد الاولین وسیّد الآخرین تھے، وہ تو سرورِ دنیا ودیں تھے، وہ تو کبھی یہ بھی فرماتے تھے: اَیُّکُمْ مِثْلِي؟ [1] تم میں سے کون مجھ ایسا ہے، تم سے یہ بات نہ ہو سکے گی، چھوڑ دو اس بات کو یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ یہ غیر معصوم انسانوں کی آخری حد ہے جہاں تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ اس لیے میں طالبوں سے کہا کرتا ہوں کہ ان کی سیرت کا مطالعہ غور سے کیا کرو، ہماری سرحدیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ہیں، آگے تو وہ مقام ہے، جہاں بار بار فرماتے ہیں، اَیُّکُمْ مِثْلِي؟ تم میں سے کون ہے، جو مجھ جیسا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھیے انہوں نے جو کچھ پایا، سب آنحضرت ﷺ کی ذات میں فنا ہونے سے پایا، جیسا کہ ''البدایہ والنہایہ'' میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں، اسلام کا ابھی آغاز تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی، اس کی بنا پر بار بار آنحضرت ﷺ سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں بتاؤں کہ آفتابِ رسالت ﷺ طلوع ہو چکا ہے اور یہ آفتابِ رسالت ﷺ وہ ہے، جو اس سے پہلے کبھی طلوع نہ ہوا تھا اور جب یہ عالم برزخ کے اُفق پر چلا جائے گا، تو پھر دُنیا میں کبھی طلوع نہ ہو گا۔ مجھے خدا کے لیے اجازت دیں کہ میں یہ بات لوگوں کو بتا دوں۔

---

[1] بخاری: 6851، مسلم: 2566

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، اس وقت صرف 48 آدمی مسلمان ہوئے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے فرماتے تھے۔ یَا اَبَا بَکْرٍ اِنَّا قَلِیْلٌ۔ ابھی صبر سے کام لو ہم بہت تھوڑے ہیں، وہ بار بار کہتے تھے، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیں۔

مکہ کافروں سے بھرا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر عشق کا شدید غلبہ تھا۔ حتّٰی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو بتایا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اَوَّلُ مَنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوگوں کو بلایا، فرماتے ہیں۔

اَوَّلُ مَنْ وُطِیَ وَضُرِبَ فِی اللّٰہِ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد پہلا انسان جس کو خدا کی خاطر روندا گیا، پیٹا گیا اور لتاڑا گیا، وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ غور کریں کہ اگر جنگ کے زمانے میں ہندوستان میں آدمی کھڑا ہو کر پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے تو اس کا کیا حشر ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سب لوگ ٹوٹ پڑے، آپ رضی اللہ عنہ کو بہت پیٹا، عتبہ بن ربیعہ نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھپڑ مارے، آپ بے ہوش ہو گئے، ان کو گھر اُٹھا کر لے گئے۔ بنو تمیم کا تمام قبیلہ اکٹھا ہو گیا، سب اس انتظار میں تھے کہ یہ بہترین موقعہ ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سمجھانے کا، جب اس کو ہوش آئے گا، تو کہیں گے اس آدمی کے پیچھے پاگل ہو گئے ہو، کتنے معزز آدمی تھے تم، اب یہ حشر ہوا تمہارا، باز آجاؤ اور اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب ہوش آیا، تو سب لوگوں پر نظر ڈالی اور پہلا فقرہ یہ فرمایا:

اَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَیْفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟

''حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ انہیں کوئی گزند تو نہیں پہنچی؟''

ان لوگوں نے سمجھا کہ یہ شخص بالکل پاگل ہو چکا ہے، تو وہ مایوس ہو گئے اور کہا اس کا (SOCIAL BOYCOTT) کرنا چاہیے۔

لوگ جب چلے گئے، تو ام الخیر آپ کی والدہ نے کہا بیٹا روٹی تو کھالو، سارے دن کے بھوکے اور پیاسے ہو۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فقرہ کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ لِلّٰهِ عَلَیَّ لَا اَذُوْقُ طَعَامًا وَلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰی اٰتِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

''ماں مجھے روٹی اچھی نہیں لگتی میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کا ایک لقمہ نہیں کھاؤں گا، پانی کا گھونٹ میرے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں دیکھ نہ لوں۔'' [1]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سیرت بڑے غور سے پڑھا کرو۔ بڑی لطافتیں اور باریکیاں ہیں۔ اے کاش کہ کوئی ان باریکیوں کو نکالے، کتنے آداب ہیں عشق کے جن کو وہ ملحوظ رکھتے تھے اور وہ یکا و تنہا ان کو ملحوظ رکھتے تھے۔

مجھے خدا نے یہ معرفت بخشی ان کی سیرت پڑھتے ہوئے، ان کو جو مقام صدیقیت حاصل ہوا، ان میں بہت بڑا حصہ ان آداب کی لطافتوں اور باریکیوں کا ہے، جو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملحوظ رکھتے تھے اور بعض کو ملحوظ رکھنے میں وہ یکا و تنہا تھے اور کوئی صحابی ان کا سہیم و شریک نہ تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام دارِ ارقم میں ہیں۔ زخموں سے چور تھے، وہ کہہ سکتے تھے کہ ذرا خبر تو کرو ان کو، میری بیمار پرسی کے لیے آئیں، یہ نہیں کہا۔ ام الخیر سے ٹیک لگائے ہوئے اور گھسٹتے ہوئے دارِ ارقم میں پہنچے، اس کو خلاف ادب سمجھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کہیں میری عیادت کے لیے آؤ۔ اس حالت میں بھی گھسٹتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ فَاَکَبَّ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ (وہ تمام ماؤں کی ممتا) وہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ آ کر دارِ ارقم میں گر گئے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر جھک گئے، فَقَبَّلَهٗ۔ ان کو چومتے تھے۔ وَرَقَّ لَهٗ رِقَّةً شَدِیْدَةً۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدید رقت طاری ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گریہ طاری تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو چومتے چلے جاتے تھے۔

دوستو! یہ ہے محبت کا غلبہ، اس کے بغیر سلوک کا راستہ طے نہیں ہوتا۔ یہ معنی ہے علامہ اقبال رحمہ اللہ کے فرمان کا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او پنہاں و تو پیدائے من۔ تو ظاہر و باہر ہے، تو ہمیں نظر آتا ہے۔

مستند مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے لیے چلے ہیں تو چلتے چلتے

---

[1] البداية والنهاية: 30/3۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکا یک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیچھے ہو گئے، پھر یکا یک ان پر کیفیت طاری ہوئی اور اُن کے آگے چلنے لگے۔ کچھ دیر تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چپ رہے، پھر کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ! یہ کیا کر رہے ہو، کبھی آگے ہو جاتے ہو، کبھی پیچھے ہٹتے ہو، ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مجھے خیال آتا ہے، کہیں دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیچھے سے حملہ آور نہ ہو جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ہو جاتا ہوں، پھر جب خیال آتا ہے کہ دشمن آگے سے حملہ آور نہ ہو جائے، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آ جاتا ہوں تا کہ وہ مجھ کو قتل کر دیں، کہیں تیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ لگ جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم یہ چاہتے ہو کہ میں بچ جاؤں اور تمہیں قتل کر دیا جائے، فرمایا: اللہ کی قسم یہی چاہتا ہوں کہ آپ بچ جائیں اور میں قتل کر دیا جاؤں۔ مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیرت المصطفیٰ'' میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے تمام مستند تواریخ کے حوالے دے دیے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت کرے)۔

کسی کے آنسوؤں پر مت جایئے، کسی کی لرزش اور کپکپی پر نہ جایئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت ایسی نہ تھی کہ محض آنسوؤں سے اس کا اظہار ہوتا۔ آدمی کے برتاؤ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کی محبت کا درجہ حرارت کیا ہے؟ اس لیے دوستی کو بھی ہمیشہ معاملات میں پرکھا کریں اور جانچا کریں اور معاملات میں محبت کا درجہ حرارت بڑی آسانی سے متعین ہو جاتا ہے۔ آنسوؤں پر مت جاؤ۔ بزرگوں نے کہا آنسو تو برادران یوسف علیہ السلام نے بھی بہائے تھے، قرآن مجید میں لکھا ہے کہ وہ عشاء کے وقت آئے اور سب رو رہے تھے:

وَ جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ [یوسف: 16/12]

یہ نہیں فرمایا: يَتَبَاكُوْنَ کہ جھوٹے آنسو بہا رہے تھے، سچ مچ رو رہے تھے۔ عین ممکن کہ گناہ کرنے کے بعد انہیں خجالت اور ندامت ہوئی ہو اور گنہگاروں کو بھی گناہ کرنے کے بعد خجالت ہوتی ہے اور آنسوان کے نکل آتے ہیں۔ مگر آنسوؤں کے نکلنے سے کسی کے اخلاق کا پتہ نہیں چلتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں پڑھنی چاہئیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا ڈھنگ کیا ہے؟ کیسے اس کا اظہار ہوتا ہے؟ جنہوں نے اپنا سب کچھ لٹایا، جان، مال۔ غزوات کو پڑھیں، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں دم توڑ رہے تھے۔ اس وقت ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قبیلے کے لوگ آئے اور کہا سعد رضی اللہ عنہ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ لوگوں نے کہا آخری نصیحت کیا ہے؟ فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانوں کو نچھاور کرتے رہو۔ [1]

عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ احد میں دم توڑ رہے ہیں، خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آتے ہیں اور کہتے ہیں، عمارہ رضی اللہ عنہ کوئی آرزو ہو تو کہو؟ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اپنے زخمی جسم کو گھسیٹ کر قدموں پر رکھ دیتے ہیں اور وہیں جان دے دیتے ہیں۔ منہ سے کچھ نہیں کہتے۔ گویا بزبان حال یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی آرزو ہے تو یہی کہ میرا سر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم ہوں۔ [2]

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بہ وقتِ جاں سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

عارف نے کہا: اس شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ دُنیا سے جا رہا ہو اور اُس کا محبوب اس کے سر پر کھڑا ہو اور پوچھ رہا ہو کہ بتا تیری کیا آرزو ہے؟

عورتوں تک کا یہ حال تھا۔ غزوہ احد میں ایک عورت تھی، جس کو یہ خبر ملی کہ تیرا باپ شہید ہو گیا، تیرا خاوند شہید ہو گیا، تیرا بھائی شہید ہو گیا، تینوں لاشے پڑے ہیں وہاں سے اٹھوا لو۔ وہ پوچھتی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹھیک ہیں؟ اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور پر نظر پڑی تو فقرہ مُنہ سے نکلا، جسے ہر مستند مؤرخ نے نقل کیا ہے۔ اس نے وجد میں آ کر کہا: كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ۔ یہ فقرہ لافانی ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ [3]

یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو جائے۔

اللہ سے دُعاء کرتا ہوں کہ توفیق عطا فرمائیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو جائے۔ یہ سب ان کی دین ہوتی ہے، یہ عطا ہے، یہ بخشش ہے، وہ ہمارے سینوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے معمور فرمائے۔

---

[1] ابن سعد: 78/2، مستدرک حاکم: 624/2، اسد الغابہ: 433/2

[2] الدر المنثور: 371/4، کنز العمال: 1359، 3008، اسد الغابة: 132/4

[3] ابن هشام: 99/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقتِ ذکرِ الٰہی

اگر روحانی بیماریوں کا جائزہ لیا جائے تو حقیقت میں بیماریاں دو ہی ہیں:

1 عقیدہ وعمل میں تضاد کی بیماری.......... اس بیماری میں عقیدہ درست ہوتا ہے، ذہن خیر وشر میں حدِّ فاصل کھینچتا ہے، لیکن اعضاء وجوارح عقیدے کا ساتھ نہیں دیتے۔ عقل کہتی ہے کہ اللہ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہونی چاہیے، مگر عین اس وقت جب عقل یہ کہہ رہی ہوتی ہے، انسان محسوس کرتا ہے کہ حُبِّ مال، حُبِّ جاہ، حُبِّ حُسنِ مجاز اللہ کی محبت پر چھا گئی ہے۔ انسان تسلیم کرتا ہے کہ غیر اللہ کا ڈر دِل میں نہیں ہونا چاہیے، مگر دل میں جھانکتا ہے، تو جھوٹے خداوندوں کے خوف سے اسے ملوث پاتا ہے۔ انسان مانتا ہے کہ حسد، بُغض، کینہ، عناد، تکبّر، بُخل روحانی بیماریاں ہیں اور دِل ان سے پاک ہونا چاہیے، مگر اس کے باوجود وہ دل میں ان سانپوں کو رینگتا ہوا دیکھتا ہے۔ ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ عقیدہ وعمل کے اس تضاد کا علاج کیا ہے؟

2 کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عقیدے کی چولیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں۔ ذہن خیر وشر میں واضح طور پر حدِّ فاصل نہیں کھینچتا ہے۔ عقل سرکش ہو کر چھوٹ جاتی ہے اور ہر وہ بات جو اس کی گرفت میں نہیں آتی، اس کے وجود ہی سے منکر ہو بیٹھتی ہے۔

اس بیماری میں سوچنے کا انداز یوں ہوتا ہے۔ جانے اِس کائنات کا نظام چلانے والا کوئی ہے بھی کہ نہیں۔ وحی وتنزیل کی حقیقت کیا ہے، وحی غیر مرئی، ملائکہ کا وجود غیر مرئی، خدا کی ہستی ناقابلِ ادراک۔ رُوح کا کوئی مستقل وجود ہے یا حیات مادّے ہی کا خاصہ ہے اور مادے سے ہٹ کر حیات کا کوئی وجود نہیں۔ پھر حیات بعد الممات کیا ہے؟ ہر وہ چیز جو اس کی گرفت میں نہیں آتی، انسان کے وجود میں متشکک (SUSPECTED) ہو جاتا ہے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشکیک کا علاج کیا ہے؟

عقیدہ وعمل میں تضاد:

عقیدے اور عمل میں تضاد کیوں ہوتا ہے؟ انسان کا وجود مختلف اور متضاد عناصر سے مرکّب ہے۔ اس کے خمیر میں حیوانیت، بہیمیت، سبعیت، ملکیّت، یہ سب کچھ گندھا ہوا ہے۔ جب ملکیّت، بہیمیّت وسبعیّت سے مغلوب ہو جاتی ہے، عقیدہ وعمل میں تضاد رونما ہوتا ہے۔ جب نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، تو اعضاء ذہن کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس آیت میں اسی حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوٓءِ [یوسف:53/12]

''نفس برائی کا بہت حکم دینے والا ہے۔''

قرآن مجید نے نفس کے علاوہ ایک اور دُشمن کی خبر دی ہے، جو برائی پر اُکسانے والا ہے۔

إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ط [فاطر:6/35]

''یقیناً شیطان تمہارا دُشمن ہے۔ اسے (دل ودماغ کی ہم آہنگی کے ساتھ) دشمن سمجھو۔''

شیطان کی حقیقت:

شیطان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَجْرِي كَمَجْرِى الدَّمِ [1]

''وہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔''

اور اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں، جیسے انسانی جسم میں ہوا کی آمد وشد جاری ہے، جیسے بجلی جسم میں سرایت کر جاتی ہے، شیاطین کی ارواح ہیں، ان کا جسم میں سرایت کر جانا آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ شیطان بڑا گھاگ اور خُرانٹ ہے۔ وہ سرد وگرم عالم چشیدہ ہے، اُس نے چرخ کی اَن گنت گردشیں دیکھی ہیں، وہ ہر شخص کی کمزوریوں پہ نظر رکھتا ہے اور نفس کے کمزور ترین حصّے کو چھوتا ہے۔ وہ ایسا احمق نہیں کہ جس شخص کے خمیر میں فیاضی گندھی ہوئی ہو، جس کی ہڈیوں میں سخاوت رچی ہوئی ہو، وہ اسے بخل پر آمادہ کرے گا وہ

[1] بخاری: 3281، مسند احمد: 156/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اسراف پر آمادہ کرے گا، وہ اسے تبذیر پر مائل کرے گا، وہ اسے بے جا اور بے محل خرچ کرنے پر اُکسائے گا، وہ ایک نازک مزاج شاعر کو قتل و غارت پر آمادہ نہیں کرے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس میں دھینگا مشتی کی صلاحیت نہیں۔ وہ اُسے شراب نوشی اور حسن پرستی پر اُکساتا ہے۔

پس نفس اور شیطان دو بڑے دشمن ہیں اور نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے۔ آدم و حوا کو شیطان نے بہکایا فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ مگر خود شیطان کو کس نے بہکایا؟ اسے نفس ہی نے بہکایا، اس وقت تو کوئی شیطان نہ تھا۔

علاج:

اب سوال یہ ہے کہ نفس اور شیطان کو کیسے پچھاڑیں؟ انہیں پچھاڑنے کے لیے ناگزیر ہے کہ پہلے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کی حقیقت معلوم کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَإِذَا غَفِلَ وَسْوَسَ [1]

”شیطان آدمی کے دل پر جم کر بیٹھتا ہے۔ جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جونہی انسان ذکر سے غافل ہوتا ہے، جی میں وسوسے ڈالتا ہے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کو جو ابنِ آدم کے دل پر جم کر بیٹھتا ہے اور رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے، آدمی کے جثّے سے باہر آنا پڑتا ہے اور جب تک آدمی ذکر میں مشغول رہتا ہے، ذکر کا نور اسے قریب نہیں آنے دیتا۔

آپ یقین کیجئے کہ جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں، شیاطین نے ان کے سینوں کو اپنا نشیمن بنا رکھا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ [الزخرف:36/43]

”جو شخص اس رحم کرنے والے آقا کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے، ہم اس پر شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔“

[2] بخاری، تفسیر قرطبی: 262/20

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ خدا جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا اور جس نے بتدریج ہمیں حدِ کمال تک پہنچایا، وہ خدا جو دن رات ہم پر جسمانی، ذہنی اور رُوحانی نوازشوں کی بارش کرتا ہے، ہم میں سے جو اس محسنِ اعظم کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ کا قانون یہی ہے کہ اس احسان فراموش کی رُوحانی مناسبت شیاطین سے ہو جاتی ہے۔

ذکرِ الٰہی چونکہ شیطان کے حق میں بمباری سے کم نہیں، اس لیے وہ جس پر مُسلّط ہوتا ہے، پہلا کام یہ کرتا ہے کہ اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

"شیطان ان پر مسلط ہوا تو اللہ کا ذکر انہیں بھلا دیا۔ یہی لوگ شیطان کی ٹولی ہیں۔ دیکھو شیطان کی ٹولی ہی گھاٹے میں رہنے والی ہے۔" [المجادلہ:19/58]

جب بھی کوئی دشمن پر قابو پاتا ہے، تو سب سے پہلے وہ دشمن سے ان ہتھیاروں کو چھینتا ہے، جو اس کے لیے ہلاکت کا سامان ہیں۔ اس آیت سے اور بھی وضاحت ہوگئی کہ ذکرِ الٰہی شیطان کے لیے حد درجہ ہلاکت آفریں ہے، جبھی تو انسان پر قابو پاتے ہی ذکرِ الٰہی سے غافل کرنے کی فکر سب سے پہلے اسے دامن گیر ہوتی ہے۔

پس یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں شیطان کا علاج ذکرِ الٰہی ہے۔

اب آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں نفس کا علاج تلاش کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ [1]

"ہر شے کو چمکانے کے لیے پالش ہوتی ہے، اگر دلوں کو تم صیقل کرنا چاہو تو خدا کے ذکر سے صیقل کرو۔"

پس اگر دل کو حسد، بغض، تکبّر، بُخل کے گرد وغبار سے صاف کرنا چاہو، تو اس کی تدبیر بھی ذکرِ الٰہی ہے:

[1] مشکوٰۃ: 2286، بیہقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکے دوا ست بدار الشفاء میکدہ ہا
ز ہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہید

توحید کے شراب خانوں کے دارالشفاء میں ایک ہی دوا ہے۔ جس بیماری سے بھی کوئی کراہ رہا ہے، اس کے منہ میں ذکرِ الٰہی کی شراب انڈیلو۔

دوامِ ذکر:

چونکہ نفس اور شیطان دونوں کا علاج ذکر ہی ہے، اسی لیے قرآن نے دوامِ ذکر پر زور دیا:

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ

''جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو اللہ کا ذکر کرو، اُٹھتے، بیٹھتے، پہلو بدلتے ہوئے۔''

[النساء:104/4]

اور اللہ والوں کے بارے میں فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ [آل عمران:191/3]

وہ خدا کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں۔

اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ صلح ہو یا جنگ، بزم ہو یا رزم ہو خدا کا ذکر مسلسل اور پیہم کرو۔

سورۂ انفال میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

[الانفال: 45/8]

''اے ایمان والو! جب کسی جتھے سے تمہاری ٹکر ہو جائے تو جم کر لڑو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تاکہ تمہیں کامرانی حاصل ہو۔''

جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا کہ فرعون سرکش ہو گیا، جاؤ اسے سمجھاؤ، تو ساتھ ہی کہا:

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ [طٰہٰ:46/20]

''میری یاد میں سستی نہ کرنا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حدیث میں آیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ [1]

''وہ ہر آن، ہر لحہ خدا کا ذکر کرتے تھے۔''

عبداللہ بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْئٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ

''اسلام کے احکام تو بہت زیادہ ہیں، مجھے کوئی ایک بات ایسی بتا دیجیے، جسے میں اپنا دستور العمل ٹھہرا لوں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ [2]

''تیری زبان ہر وقت خدا کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔''

پس دوامِ ذکر ہی عقیدہ و عمل میں تضاد کا علاج ہے۔ اسی سے ملکیّت، بہیمیت پر غالب ہو جاتی ہے، اسی سے تزکیہ نفس ہوتا ہے، اسی سے جذبات کی تطہیر ہوتی ہے۔

وہ لوگ جنہیں اللہ کے راستے کی معرفت حاصل ہوئی، اللہ کی یاد سے پل بھر کی غفلت کو بھی معصیت سمجھتے ہیں:

صرفِ عصیاں ہوا وہ لحظۂ عمر
جو تیری یاد میں بسر نہ ہوا

پس وہ تمام مذہبی جماعتیں جو ذکرِ الٰہی کی اُلٹی سیدھی تعبیریں کرتی ہیں اور ذکرِ الٰہی سے گریز کی راہیں ڈھونڈتی ہیں، ان کے نظریات و افکار میں شیطانی وساوس کو دخل ہوتا ہے۔ شیطان ان کے جی میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ذکرِ الٰہی سے مُراد یہ کہ وہ یاد رہے...... یعنی اس کا خیال رہے اور خیال کی حقیقت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اس کے بتلائے ہُوئے کاموں پر عمل کیا جائے۔ یوں شیطان بہکا پھُسلا کر ذکرِ الٰہی سے اُنہیں غافل کر دیتا ہے اور

---

[1] مسلم: 373

[2] ترمذی: 3375، ابن ماجہ: 3793، کنز العمال: 1841 بیہقی: 371/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پر مسلّط ہو جاتا ہے۔ ذکرِ الٰہی سے گریز قرآن مجید کی نظر میں منافقت کی نشانی ہے۔

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا [النسآء: 4/142]

''اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔''

جو فرقہ اللہ کی عبادت سے فرار کے بہانے تراشے اور یہ کہے کہ قرآن مجید میں تو پانچ نمازوں کا ذکر نہیں ہے، خود اللہ کی عبادت سے یہ فرار میری نظر میں ان کی ضلالت اور گمراہی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ وہ عمل کہ جب سے فرض ہُوا، اس وقت سے لے کر آج تک پُورے عالم اسلامی میں بلا ناغہ پانچ وقت دُہرایا گیا، اس عمل کے بارے میں ان کی یہ کٹ حجتیاں اور حیلہ سازیاں ان کے مجحوب ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

اللہ والوں کی تو یہ پہچان ہے کہ وہ اس کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہونے کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ پانچ نمازوں سے بھی ان کی محبت کی پیاس نہیں بجھتی۔ کبھی چاشت اور کبھی اشراق، کبھی صلوٰۃ اوابین اور کبھی صلوٰۃ تسبیح سے پیاس بجھاتے ہیں۔ وہ اَلَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا کی مجسم تفسیر ہوتے ہیں۔ ان کی راتیں اس عالم میں بسر ہوتی ہیں کہ کبھی اپنے رب کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ کہاں یہ نفوسِ قدسیہ کہ اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، پہلو بدلتے ہوئے آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی ان کی زبانیں اور ان کی رُوحیں ذکرِ الٰہی میں ڈوبی ہوئی ہیں اور کہاں وہ بندگانِ غفلت شعار اور گُم گشتگانِ راہ کہ ان کے لائحہ عمل میں ذکرِ الٰہی کا سرے سے مذکور ہی نہیں۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا۔

اب سوال یہ اُبھرتا ہے کہ آخر یہ کیا بات ہوئی کہ محض چند الفاظ کی تکرار سے شخصیت کے تمام گوشے متاثر ہونے لگتے ہیں اور قوتِ عمل جاگ اُٹھتی ہے۔ محض زبان کو حرکت میں لانے سے جی کا غبار دُھلنے لگتا ہے، روحانی بیماریاں چھٹنے لگتی ہیں اور عقیدہ و عمل میں ہم آہنگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ آخر اس کی عِلّت کیا ہے؟

آئیے اس دانائے سبل سے پوچھیں اور اسی کے فرمودات کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ [1]

''جب بھی کچھ لوگ اللہ کی خاطر مل کر بیٹھتے ہیں، فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور خدا بھی ان کا ذکر کرتا ہے، ان سے جو اس کے پاس ہیں۔''

آسمان سجدہ کند بہر زمینے کہ بروُ
یک دو کس ، یک دو زماں ، بہر خدا بنشینند

''آسمان اس خطۂ زمین کی تعظیم بجالاتا ہے، جس پر دو چار آدمی دو چار گھڑیوں کے لیے محض خدا کی خاطر بیٹھ جاتے ہیں۔''

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا دیے ہیں، ناگزیر ہے کہ ان پر رحمت و سکینہ کا ورود ہو۔

رحمت کی حقیقت:

اس رحمت اور سکینہ کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ایک جوہر جس کا ورود قلب پر ہوتا ہے، وہ جوہر جو تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔ بجا کہا حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے نور الہدیٰ میں: ''مجرد نزول انوار ہمہ اوصاف ذمیمہ را از قلب بر می کند۔'' (انوارِ الٰہی کا محض دل سے لمس تمام روحانی بیماریوں کو اُچک لیتا ہے)۔

وہ شخص ذکر کی حقیقت و روح سے یکسر محروم رہا، جس نے سکینت سے مراد ذہنی سکون سمجھا اور رحمت کے جوہر سے آشنا نہ ہوا۔

پس یہ رحمت تمام رُوحانی بیماریوں کی دَوا بھی ہے اور اللہ والوں کی روحانی غذا بھی۔ یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَبِيْتُ يُطْعِمُنِىْ رَبِّىْ وَيُسْقِيْنِىْ [2]

---

[1] مسلم: 6853، 6855، ابوداؤد: 4946، ترمذی: 3378، ابن ماجہ: 225، 3791

[2] بخاری: 6851، مسلم: 2566-2567

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”میں رات اپنے رب کے پاس بسر کرتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے۔“

تو اس سے مراد بھی رُوحانی رزق ہے، جسے عامۃ الناس کو سمجھانے کے لیے کھلانے پلانے سے تعبیر کیا۔

رحمت وسکینت میں فرق:

ذہن میں ایک استفہامیہ نشان یہ بھی اُبھرتا ہے کہ رحمت وسکینت کے معانی میں حدِّ فاصل کیسے کھینچی جائے۔ اگر یہ مترادف لفظ ہیں تو صرف غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ کہنا ہی بس کرتا تھا اور نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ حشو زوائد میں سے ہوا اور اس افصح العرب ﷺ کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ فالتو بولتے تھے، بہت بڑی بدگمانی ہے۔

قرآن وحدیث میں اسی قبیل کے متعدد الفاظ آئے ہیں:

صلوٰۃ، سلام، رحمت، برکت، سکینت

ان کے معانی میں حد فاصل کھینچنے میں دقت ہوتی ہے۔

اگر چشمِ بصیرت وَا ہو، تو عالمِ رُوحانی کی حقیقتوں پر یہ عالمِ آب وگل بھی دلالت کناں ہے۔ یہ مادی رزق جو اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لیے پیدا کیا، جسے ملحد، زندیق، کافر، اسے گالیاں دینے والے، اس کے وجود سے انکار کرنے والے بھی کھاتے ہیں، اللہ نے اس میں کس قدر تنوع پیدا کیا، سبزیوں اور پھلوں کی اقسام پر غور کیجیے، آم پیدا کیے تو اس کی بیسیوں قسمیں بنائیں، خربوزہ پیدا کیا تو ساتھ سردا اور گرما پیدا کیا، مختلف اقسام وانواع، پھر ہر نوع میں تنوع در تنوع۔

پھر کیا اس رزق میں اللہ نے کوئی تنوع نہ رکھا، جو اس نے اپنے عاشقوں اور محبوبوں کے لیے پیدا کیا...... وہ رزق جو ان بندوں کے لیے پیدا کیا، جنہوں نے اس کی خاطر دو جہانوں کو خیر باد کہا اور اس کی ذات کے لیے وقف ہو گئے۔ کیا وہ ایک ہی قسم کی رحمت ہے، جو اہلِ ذکر کی روح پروارد ہوتی ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ انہیں فطرت سے یکسر نا آشنا ہے۔

جب اس نے رحمت کی تخلیق کی تھی، تو اس کی صفت خلّاقی بھرپور جوش میں آئی تھی اور اُس نے اَن گنت رحمت کی قسمیں پیدا کیں۔ اتنی قسمیں جنہیں تم حیطۂ شمار میں نہ لا سکو۔ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلوٰۃ، یہ سلام، یہ رحمت، یہ برکت، یہ سکینت یہ سب اس کی رحمت کی انواع واقسام ہیں، جو اہل اللہ کے سینوں پر وارد ہوتی ہیں۔ وہ لوگ جو اس لذّت سے محروم ہیں، وہ لُغت میں صلوٰۃ، سلام، رحمت، برکت اور سکینت کے معانی ڈھونڈتے ہیں اور جب ان کے معانی میں کوئی حدِّ فاصل نہیں کھینچ سکتے تو پریشان ہو جاتے ہیں۔

عاشق نہ شُدی ، محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں چہ کشاید

اور

مَــنْ لَّــمْ یَــذُقْ حَــرْقَ الْهَــوٰی
لَــمْ یَــدْرِ مَــاجَهْـــدَ الْبَلَاءِ ◪

یہ بات تو سینے پر وارد ہونے کی ہے، زبانی سمجھانے کی نہیں ہے، کیفیت رُوحانی ہو، ذہنی ہو یا جسمانی۔ وہ محسوس تو کی جاسکتی ہے، مگر دُوسرے کو سمجھائی نہیں جاسکتی۔ جیسے کسی آدمی نے آم نہ کھائے ہوں، آپ اُسے ہزار سمجھائیں کہ لنگڑے کی یہ لذّت ہے، دسہری کی حلاوت ایسی ہے اور ٹپکے کا مزا ایسا ہوتا ہے۔ وہ اِن لذّتوں کا فرق سمجھنے سے یکسر قاصر رہے گا۔

سب لذتیں ہیچ ہیں:

پھر یاد رکھو کہ اس روحانی رزق کی لذّت کے سامنے کائنات کی تمام لذتیں ہیچ ہیں۔ یہ جو تم اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ رات بھر اس کی بارگاہ میں بیٹھے رہتے ہیں، یونہی خشک اور بے لذت تو نہیں بیٹھے ہیں:

دیدہ باشند از رُخِ آں دوست اندک جلوۂ
ورنہ از احیائے شب،شب زندہ داراں راچہ حظ

دوست کے مکھڑے کی کچھ جھلکیاں انہیں نظر آتی ہوں گی، وگرنہ رات بھر جاگنے کی انہیں کیا پڑی ہے۔

یہ جو صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اس کے حضور میں جم کر بیٹھے رہتے ہیں، جب کہ بادِ نسیم اور نمازیوں کو بھی تھپک تھپک کر سُلا رہی ہوتی ہے، رُوحانی غذا کھاتے

◪ جس نے عشق کی سوزش کا مزا نہیں چکھا ہے، اسے کیا خبر کہ محبت کی سختیاں جھیلنے میں کیا مزا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور شدید سرور و کیف کے عالم میں ہیں۔

یہ جو ابراھیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہت پر لات ماری اور تخت و تاج اس سے چھوٹ گیا ،تو یہ محض اس لیے کہ اللہ کا ذکر بادشاہت سے لذیذ تر تھا۔

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دیوان کے مطلع میں اسی روحانی رزق کی لذتوں کا ذکر کیا ہے:

اندر بوٹی مُشک مچایا جان پھلّن پر آئی ہُو

ذکر سے میرا سینہ مہک اُٹھا ہے اور قریب ہے کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں۔

پس محروم اور کم نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس روحانی رزق سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے۔اس سے بڑھ کر بدبختی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا راشن کارڈ ہی نہ بنا ہو۔جب تک فیضان نہیں ہوتا ہے،عبادت طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔

اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ ۝ اور فیضان ہو تو نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور زندگی کی سب سے بڑی لذّت ۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [1]

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔''

خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو جب پھانسی پر لٹکانے کے لیے لے جارہے تھے،تو کفّار نے پُوچھا کوئی آرزو ہو تو کہو،فرمایا:''مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔''

جب انسان اس روحانی غذا کی لذّت سے آشنا ہو جاتا ہے،تو وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔اس نشۂ رحمت و سکینت کے بغیر زندگی اسے پھیکی اور بے کیف معلوم ہوتی ہے۔ جیسے بھوکا بیتابی سے روٹی کی طرف لپکتا ہے اور پیاسا بے چینی سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے،اسی بے تابی اور بے قراری سے وہ اللہ کے ذکر و عبادت اور مخلوق کی خدمت کی طرف لپکتا ہے تاکہ بادۂ رحمت سے وہ روح کی پیاس بُجھا سکے۔

وہ لوگ جو رحمت و سکینت کی فضا میں جیتے ہیں، وہ اگر اس کے احکام پر عمل نہ کریں اور اس کی منہیات سے نہ بچیں،تو وہ فیضان رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اور فیضان

[1] نسائی: 3991-3992،مسند احمد:128/3،مستدرک حاکم: 160/2،کنز العمال: 18913

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت کے بغیر ان کا دم گھٹتا ہے اور زندگی اُداس ہو جاتی ہے۔ یوں بغیر کسی کاوش اور مشقت کے زندگی نیکی اور بھلائی کے سانچے میں ڈھل گئی۔ عقیدہ وعمل میں ہم آہنگی پیدا ہوئی اعضاء و جوارح عقیدے کا ساتھ دینے لگے۔ ذکرِ الٰہی سے رحمت کا ورود ہوتا ہے۔ وہ رحمت تمام رُوحانی بیماریوں کی دوا ہے اور اہل اللہ کی روحانی غذا ہے۔ وہ رحمت رات کے اندھیرے ہی میں نہیں دن کے اُجالے میں برستی ہے۔ وہ رحمت نیند کی حالت میں نہیں، ہوش و آگہی کے عالم میں برستی ہے۔ وہ دن دہاڑے برستی ہے اور عالمِ بیداری میں برستی ہے۔

نہ شبم، نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم ❑

آپ بھی جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ کیا پہیلیاں ہیں، یہ کیا بجھارتیں ہیں۔ ذکر تو کبھی کبھار ہم بھی کرتے ہیں، نماز ہم بھی پڑھتے ہیں، مگر یہ رحمت وسکینت کی بارش برسنے کا کوئی حادثہ ہمیں تو پیش نہیں آیا۔ وہ رحمت اگلے وقتوں میں برستی ہوگی:

اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے؟

اس کی صفت رحمان ورحیم بھی ازلی وابدی ہے، وہ پل بھر کے لیے بھی کبھی معطل نہیں ہوئی۔ وہ سرمدی اور لم یزلی ہے۔ صفتِ رحمان کا تقاضا ہے کہ رحمت ہر دور میں برسے۔

آپ کہیں گے یہ باتیں تو لذیذ ہیں مگر کیا تدبیر کریں کہ رحمت کا ورود ہونے لگے۔

ورودِ رحمت کیسے ہو؟

یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ ذکر دنیوی اغراض کے لیے کیا جاتا ہے۔ کوئی ملازمت کے لیے ذکر کرتا ہے، کوئی شادی کے لیے تسبیح پھیرتا ہے، کوئی وظیفے پڑھتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد نہیں۔ کوئی اس لیے پڑھتا ہے کہ میرے ہاں لڑکیاں ہوتی ہیں اور لڑکا کوئی نہیں۔ دُنیا کے دھندے اور جنجال کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ ایک جھنجٹ سے انسان نکلتا ہے تو دوسرے میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کا مقصود ذکرِ الٰہی سے محض دنیوی خواہشات کی تکمیل ہے۔

ذکر لوجہ اللہ کرو:

اے طالب! تو اللہ کا ذکر اللہ ہی کے لیے کر۔ اس کی رضا اور خوشنودی کو اپنا مقصود ٹھہرا

❑ من غلام آفتابم ہمہ زِ آفتاب گویم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے طالب! تو اللہ کا ذکر اللہ ہی کے لیے کر۔ اس کی رضا اور خوشنودی کو اپنا مقصود ٹھہرا لے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصحاب صفہ کی دلجوئی اور پاس خاطر کی دوبار تلقین کی گئی۔ یہ جو اصحاب صفہ کو مقام حاصل ہوا، تو اس کا باعث قرآن نے یہ بتلایا کہ وہ خدا کو اس کی رضا کی خاطر یاد کرتے ہیں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

''ان لوگوں کو اپنے سے پرے نہ ہٹایئے، جن کی صبحیں اور شامیں اپنے رب کی یاد میں بسر ہوتی ہیں (اور یاد اس لیے کرتے ہیں کہ) اس کے مکھڑے کے طالب ہیں۔'' (الانعام:52/6)

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ [الکھف:28/18]

''اور ضبط کے ساتھ بیٹھے رہیے، ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام، اس کے مکھڑے کے طالب ہیں۔ ان سے نگاہ التفات نہ ہٹایئے۔''

دونوں آیتوں میں اس بات پر زور دیا گیا کہ:

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.......... وہ اس کی رضا چاہتے ہیں۔

پس اے طالب! تو اپنی نیت کو سیدھا کر اور دل و دماغ کی ہم آہنگی سے کہہ:

اِلٰهِيْ اَنْتَ مَقْصُوْدِيْ وَرِضَاكَ مَطْلُوْبِيْ

اے اللہ! میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا مجھے مطلوب ہے۔

جہد کن تا ترکِ غیر حق کنی
دل ازیں دُنیائے فانی برکنی

کوشش کرو کہ تم غیر اللہ سے دامن جھٹک سکو اور اس دنیائے فانی سے دل نکال سکو۔

چوں الف گر تو مجرد می شوی
اندریں رہ مردِ مُفرد می شوی

اگر تو الف کی طرح (دنیوی حرص و آز کی آلائشوں سے) الگ تھلگ ہو جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس راستے کا تُو مردِ یکتا ہو۔

اگر کسی شریف آدمی سے تم وفا کرو، اس کے آستانے کے لیے وقف ہو جاؤ اور اس کی محبت کی بنا پر اس کی چاکری کرو، تو وہ بھی تمہاری حاجتوں کا خود خیال کرتا ہے، وہ کہتا ہے اسے کھانا دو، کہیں بھوکا تو نہیں؟ اسے لحاف دو کہیں سردی تو نہیں لگتی ہے، اس کے کپڑے پھٹ گئے ہیں، اسے کپڑے بنا کر دو۔

جب ایک شریف آدمی کی محبت کے یہ تقاضے ہیں، تو اس رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان کیا ہے؟ تم اگر اس سے وفا کرو اور اس کی محبت میں اسے یاد کرو، تو وہ چن چن کر تمہاری ایک ایک حاجت پُورا کرے گا۔ حدیث قدسی ہے:

يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَسُدَّ فَقْرَكَ

''اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو بیٹھ، میں تیری ضرورتوں کو پورا کروں گا۔''

کار ساز ما بفکرِ کار ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

جتنی عمر تم نے دنیا کے دھندوں کے لیے وظیفے پڑھے، اے کاش اس کا عشرِ عشیر تم اللہ کی خاطر پڑھتے، تو تم اس کے مقبول بندوں میں شمار ہوتے۔ اے طالب! ذکر اللہ ہی کے لیے کر اور دُنیا کے دھندوں کے لیے دُعاء مانگ۔ دُعاء تیری عاجزی، تیری بیچارگی اور تیری درماندگی کا اظہار ہے۔ یہی اعتدال کی راہ ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔

دُعاء بھی اپنے جی سے گھڑ کر نہ مانگ، تیری عقل ناقص ہے، تیری معرفت ادھوری ہے، تو انگاروں کو پھول سمجھتا ہے اور پھول تجھے انگارے نظر آتے ہیں، تو سم قاتل کو شہد سمجھ کر مانگتا ہے، تیری دعائیں کچی اور بودی ہیں۔ دعائیں وہی مانگ جو سرورِ دنیا و دین ﷺ نے سکھلا دی ہیں۔ ان دعاؤں سے سرمو انحراف نہ کر۔

اہلِ ذکر کی صحبت اختیار کرو:

اے طالب! اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر رحمتوں کی بارش ہو اور تو انوار کی غذا کھائے، تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ ذکر کی صحبت اختیار کر۔ ان کی صحبت اکسیر اعظم ہے۔ ان کی محفل کبریت احمر ہے تو اپنی انانیت کو کچل کر ان کی مجلس میں جا بیٹھ۔

ابورزین رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے دُنیا اور آخرت کی سعادتیں تمہاری جھولی میں سمٹ آئیں۔''

عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَ اِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللهِ [1]

''اہلِ ذکر کی مجالس لازم پکڑو اور جب اُٹھ کر وہاں سے جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنی زبانوں کو حرکت میں لاؤ، جہاں تک تمہارا بس چلے۔''

وَاَحِبَّ فِي اللهِ وَاَبْغِضْ فِي اللهِ

اللہ ہی کی خاطر محبت کرو، اللہ ہی کی خاطر نفرت کرو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا اَبَا رَزِيْنَ! هَلْ شَعُرْتَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ، شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَعْمَلَ جَسَدَكَ فِيْ ذَالِكَ فَافْعَلْ

اے ابورزین رضی اللہ عنہ! کیا تو نے محسوس کیا ہے کہ آدمی جب گھر سے اپنے دینی بھائی کی زیارت کی نیت سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ سب اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں، اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر یہ تعلق قائم کیا ہے، تو بھی اس سے تعلق قائم کر۔ اے ابو رزین رضی اللہ عنہ! یہ ہے کام کرنے کا جہاں تک تمہارا بس چلے، اس میں اپنا جسم کھپا دو۔ اہلِ ذکر کی صحبت تمہیں ریاضت شاقہ سے بے نیاز کر دے گی:

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظرِ شمسِ دیں
طعنہ زند بر دہا، سخرہ کند بر چلہ

[1] تاریخ دمشق: 234/4، الحاوی الفتاویٰ للسیوطی: 28/2۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے شمس تبریز ایسے مردِ درویش کی اِک نگاہ کو پالیا، وہ چلہ کشی اور ریاضت کی کھِلی اُڑاتا ہے۔

تیسری بات یہ پلّے باندھو کہ ذکر پیہم کرو، بلا ناغہ کرو:

کوک فریدا کوک توں، راکھا جویں جوار
جد تک ٹانڈا ناں پکے تو کردا رہ پُکار

ان تین باتوں کو پلّے باندھو۔

1 ذکر لوجہہ اللہ کرو۔

2 بلا ناغہ کرو۔

3 اہلِ ذکر کی صحبت اختیار کرو۔

ان تین باتوں پر اگر تو عمل پیرا ہو جائے، تو میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں، جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تجھ پر انوارِ الٰہی کی بوچھاڑ ہو اور فیضانِ رحمت تیری رگ رگ اور نس نس کو سیراب کرے، تمہارے دامن کے سب داغوں کو دھو ڈالنے کے لیے اس فیضان کا ایک چھینٹا ہی بس کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشکیک کا علاج

بعض لوگوں کو مابعد الطبیعاتی حقائق کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ وحی وتنزیل کی حقیقت کیا ہے؟ ملائکہ کا وجود ہے بھی کہ نہیں؟ خدا غیر مرئی، ملائکہ غیر مرئی، وحی کا نزول غیر مرئی، خدا حواس کی گرفت میں نہ آسکے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ [الانعام:103/6]

ملائکہ حواس کی گرفت میں نہ آسکیں، وحی کا نزول دکھائی نہ دے، عقل اپنا مواد حواس ہی کے ذریعے اکٹھا کرتی ہے۔ جو بات حواس کی گرفت میں نہ آسکے، عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ عقل جب ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی، تو وہ متشکک ہو جاتی ہے اور وہ باتیں جو ماوراء عقل ہیں، انسان انہیں خلافِ عقل سمجھ بیٹھتا ہے۔ تشکیک کی بیماری میں یہ خیال بھی آتا ہے کہ روح کا کوئی مستقل بالذات وجود ہے یا وہ مادے ہی کا خاصہ ہے اور جوہر حیات کے سوا کچھ بھی نہیں اور جب روح کا کوئی مستقل بالذّات وجود نہیں، تو حیات بعد الممات کس سے عبارت ہے؟

تشکیک میں یہ وسوسہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ شکوک وشبہات جو ذہن میں اُبھرتے ہیں، ان کا باعث ذہانت اور عقل کی بڑائی ہوتی ہے۔ انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ میری ذہنی سطح عام انسانوں سے بلند تر ہے۔ اس لیے یہ خیالات میرے ذہن میں آتے ہیں۔ اگر آپ بات کا تجزیہ وتحلیل کریں، تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ محض رُوح کے کثیف ہو جانے سے اور رُوح میں ناسوتی خواص پیدا ہو جانے سے مابعد الطبیعاتی حقائق کے بارے میں انسان متشکک ہو جاتا ہے۔ اس میں ذہانت وعبقریت کی کوئی بات نہیں۔ زمانہ جاہلیت کے بدّو بھی کہا کرتے تھے:

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ [المؤمنون:82/23]

”کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو گئے ہوں گے اور ہڈیاں باقی رہ گئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گی، کیا ہمیں اٹھا دیا جائے گا۔"

اور جیسا کہ ایک جاہلی شاعر نے کہا ہے:

اَمُـوْتُ ثُـمَّ اُبْـعَـثُ، ثُـمَّ اُنْشَـرُ
حَـدِیْـثُ خُـرَافَةٍ یَـا اُمَّ عَـمْـرٍو

کیا ہم مر جائیں گے، پھر ہمیں اُٹھا دیا جائے گا اور ہمارا حساب کتاب ہوگا۔ یہ سب خرافات ہے میری محبوبہ!

عقل سرکش ہے۔ وہ دلائل سے تو ان حقائق کو ماننے والی نہیں۔ وہ ہر دلیل کو کاٹ ڈالتی ہے: عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

میں نے عرض کیا کہ یہ حقیقتیں عقل سے ماوراء ہیں۔ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے اور اگر عقل کبھی زورِ دلائل سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیتی ہے، تو یہ اسی بات کی دلیل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر تشکیک کا علاج کیا ہے اور یقین واذعان کی دولت سے کیونکر بہرہ یاب ہوں؟

عامۃ المسلمین کو تو یقین واذعان وجدانی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایک بار عقائد کی چولیں ڈھیلی ہو جائیں اور شکوک وشبہات کے کانٹوں کی چبھن محسوس ہونے لگے تو تشفی مشاہدے کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ مشاہدہ ہر چند جزئی ہوتا ہے، لیکن جزء کُل پر دلالت کناں ہوتا ہے اور مشاہدے کے لیے ذکرِ الٰہی سے بہتر کوئی راہ نہیں، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجة الله البالغة میں کہا ہے:

وَلَا اَفْضَلَ مِنَ الذِّکْرِ بِاعْتِبَارِ تَطَلُّعِ النَّفْسِ اِلٰی لُجَبْرُوْتِ

"عالم علوی سے آگہی حاصل کرنے کا ذریعہ ذکرِ الٰہی سے بہتر کوئی نہیں۔"

ذکرِ الٰہی سے مابعد الطبیعاتی حقائق کا منکشف ہونا خود احادیث سے ثابت ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ قَالَ بَیْنَمَا هُوَ یَقْرَاُ مِنَ اللَّیْلِ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَ فَرَسُهُ مَرْبُوْطَةٌ عِنْدَهٗ اِذَا جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَکَتَ فَسَکَنَتْ فَقَرَاَ فَجَالَتْ فَسَکَتَ فَسَکَنَتْ ثُمَّ قَرَاَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ رات کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا اُن کے پاس بندھا ہوا تھا۔ گھوڑا ایکا یک بدکا تو آپ رضی اللہ عنہ چپ ہو گئے، تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ آپ پھر تلاوت کرنے لگے، تو گھوڑا پھر بدکا، آپ چپ ہوئے، تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ آپ نے پھر تلاوت کی تو گھوڑا پھر بدک اُٹھا۔"

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا: فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ "تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سائبان سا ہے، جس میں چراغ سے جل رہے ہیں۔"

صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تَدْرِي مَاذَاكَ (تمہیں خبر ہے کہ یہ کیا تھا)

تِلْكَ الْمَلٰٓئِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ [1]

"یہ فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر قریب آ گئے تھے اور اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو انہیں تیری آواز نے ایسا جذب کیا تھا کہ واپس نہ جا سکتے اور صبح کے وقت لوگ اُنہیں دیکھتے اور وہ فرشتے ان سے چھپ نہ سکتے۔"

یہ حدیث اس پر حجت قاطعہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید جو بحکم إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ بدرجہ اولیٰ ذکر الٰہی ہے، مشاہدۂ ملائکہ کا باعث ہوئی۔ پھر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے اس کی اور بھی تائید ہوتی ہے۔ حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے مل گئے تو میں نے کہا: نَافَقَ حَنْظَلَةُ "حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے "حنظلہ رضی اللہ عنہ تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟" میں نے کہا: "ہم بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوتے ہیں، تو ہماری یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہم جنت و دوزخ کا گویا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے باہر آتے ہیں، تو بیوی بچوں میں گھل مل جاتے ہیں اور دنیوی دھندوں میں لگ جاتے ہیں اور وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

"یہ حالت تو مجھے بھی پیش آتی ہے، دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

[1] بخاری: 2614، 5011، مسلم: 1859، ترمذی: 2885۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضر ہوئے اور اپنی کیفیت بیان کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْتَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَاتَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَ فِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً [1]

''میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں، جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر تم مسلسل ذکر کرو اور پیہم تم پر وہ کیفیت طاری رہے، جو میری مجلس میں تم پر طاری ہوتی ہے، تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہاری راہوں میں (ادباً واحتراماً) تم سے مصافحے کریں، لیکن اے حنظلہ! کبھی یہ کیفیت ہے اور کبھی وہ کیفیت ہے۔''

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برو
یعنی طمع مدار وصال دوام را

عالم ملکوت و لاہوت کا مشاہدہ نہ سہی، اگر محض سفلی ارواح ہی کا مشاہدہ ہو جائے تو ایک سمجھ بوجھ رکھنے والے انسان کو یہ بصیرت و یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ رُوح جسم سے ہٹ کر مستقل وجود رکھتی ہے اور یہ عقل ہی کی درماندگی تھی کہ وہ اس بات کے ادراک سے قاصر رہی کہ روح اپنے وجود اور بقا کے لیے جسم کا احتیاج نہیں رکھتی، محض سفلی ارواح کے مشاہدے سے وہ یہ نتیجہ مرتب کرتا ہے کہ وہ اللہ جس نے اس کائنات میں تقابلی رنگ بھرے ہیں۔ رات کے ساتھ دن بنایا ہے، اندھیرے کے ساتھ اُجالا پیدا کیا اور خیر کے ساتھ شر کی تخلیق کی، ناگزیر ہے کہ اس نے سفلی اور خبیث ارواح کے مقابل ملائکہ اور ارواح طیبہ کو بھی پیدا کیا ہو۔

حیات بعد الممات کے بارے میں سب سے بڑا اشکال تو یہی تھا کہ جسم فنا ہو جانے کے بعد رُوح کا زندہ رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جب ارواح کی زندگی کا شعور حاصل ہو گیا، تو ان پر عذاب وثواب کا مرتب ہونا آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ یوں محض سفلی ارواح کا مشاہدہ روح، ملائکہ، حیات بعد الممات پر ایمان کا باعث ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں تو برٹرنڈ رسل اور اس کی ذریت کے نظریات وافکار کا بودا پن تو انسان پر کُھل ہی جاتا ہے۔

ایک بات اور محل نظر ہے۔ مجرّد عقل تو ذکر کی قائل ہی نہیں ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے محض

[1] مسلم: 6966، ترمذی: 6456، ابن ماجہ: 4239

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی نام کی تکرار سے اور ہونٹوں کی جنبش سے کیا ہوتا ہے۔ اسے ذکر پر آمادہ کیسے کریں؟ عقل کو یہ سمجھایئے کہ جہاں حقیقت کی تلاش میں اتنے پاپڑ بیلے ہیں، اتنی وادیوں کی خاک چھانی ہے، اتنی ضخیم کتابوں کو کھنگالا ہے، اگر یہ سچ ہے کہ تو حقیقت کی متلاشی ہے اور محض بندھنوں اور قدغنوں سے گریز کی راہ نہیں ڈھونڈ رہی ہے، تو یہ بھی ایک راستہ ہے، جس پر لاکھوں انسانوں نے چل کر حقیقت کا سراغ پانے کا دعویٰ کیا۔

ایک عقلیت پسند، استقرائی منطق کو تو مانتا ہے۔ خود عقلیت پسندی کے اصول اسے یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ لاکھوں انسانوں کے تجربات و مشاہدات کو بیک جنبشِ قلم اپنے کمرے میں بیٹھ کر جھٹلا دے۔ ایک عقلیت پسند کے لیے واجب ہے کہ وہ کسی بات پر ردّ و قبول سے پہلے اس موضوع پر تمام مواد اکٹھا کرے اور وہ مَالَهٗ اور مَاعَلَيهِ کو جانچے۔ جب تک وہ مَالَهٗ اور مَاعَلَيهِ کو جانچ نہیں لیتا ہے، اس کے لیے زیبا نہیں کہ وہ کوئی رائے قائم کرے۔ وہ راستہ جس پر چل کر لاکھوں ذہین و فطین انسانوں نے یقین و اذعان حاصل کیا، اس کے وجود سے بلا تحقیق انکار نہ کر۔

وہ راستہ جس پر چل کر امام غزالی رحمہ اللہ ایسے نابغہ، مولائے روم رحمہ اللہ ایسے عبقری نے ما بعد الطبیعاتی حقائق کی معرفت حاصل کی اور تشکیک سے نجات پا گئے، تو اس راستے پہ دو چار قدم چل کے تو دیکھ۔ عالم ارواح کی ہلکی سی جھلک مابعد الطبیعاتی حقائق پر ایمان لانے کے لیے تجھے بس کرتی ہے۔ عین اس وقت جب کہ تمہارا ذہن ان حقائق کے بارے میں متردّد ہوگا، یہ مشاہدات عقل کی ساری ہرزہ سرائی کو ختم کر دیں گے۔

رخ کشودند و لب ہرزہ سرایم بستند
دِل ربودند دو چشم نگرانم دادند

”میں اس کے وجود کے بارے میں واہی تباہی بک رہا تھا کہ اس نے چہرے کی جھلک دکھا کر میرے ہونٹوں کو سی دیا ہے۔ اُس نے دل چھین لیا (جھلک دکھا کر) اور دو آنکھیں بخشیں جو ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھ رہی ہیں۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندہ کنی عطائے تو
ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو
ہر چہ کنی رضائے تو

تو اگر مجھے زندہ رکھے گا، تیری مہربانی ہے، تو میرا آقا ہے۔
اگر مجھے قتل کردے تو تو بہتر جانتا ہے کہ زندگی میرے لیے بہتر ہے کہ نہیں۔
میرے جی میں تو کئی دفعہ آیا ہے کہ میں تجھ پر قربان ہو جاؤں۔
میرا دل تیری محبت میں مبتلا ہے۔ میں تو تیری رضا چاہتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقامِ عبدیّت

یہ راستہ جس پر ہم گامزن ہیں اور جس راستے پر چلنے کے شوق میں ہم سب یہاں اکٹھے ہوئے ہیں، یعنی خدا کا راستہ۔ اس میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس راستہ میں بارگاہِ الٰہی میں سب سے اونچا مقام ''مقام عبدیت'' ہے۔ جب سالک اس راستے پر چلتا ہے تو کبھی اس کو خیال ہوتا ہے کہ خدا میرا یار ہے، وہ میرا محبوب ہے، وہ میرا عاشق ہے۔

بالعموم سلوک کے ابتدائی اور درمیانی مرحلوں میں سالک کو اس قسم کا احساس ہوتا ہے۔ خدا کی صفات جلالیہ غلبۂ محبت کی وجہ سے اس کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اس کے مشاہدے میں اس وقت یہ بات نہیں ہوتی کہ اس کا تعلق رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ہے، رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ سے اس کا تعلق ہے، اس خدا سے ہے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے، جو تمام جہانوں، تمام سلطنتوں اور اقوام وملل کی پرورش کر رہا ہے۔ جو تمام سیاروں کا نظام چلا رہا ہے۔ نظام شمسی اور نظام ارضی ان سب پر حکمران ہے۔

سالک کی تربیت کے لیے ایسا ہونا ضروری ہے کہ محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر وہ کشاں کشاں منزلیں طے کرتا رہے اور خدا کی ہیبت اور خوف سے اس کے اعضاء نہ معطل ہوں۔ جب وہ ہوش سنبھالتا ہے، اس کو اس راستے میں جب آگہی حاصل ہوتی ہے، وہ دیکھتا ہے کہ وہ تو محیط بے کراں ہے اور میں تو ذرا سی آب جو ہوں۔ اس کو اپنے ذرہ بے مقدار ہونے کا احساس ہوتا ہے۔

جوں جوں اس راستے میں انسان آگے جاتا ہے، اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ آقا ہے، وہ پروردگار ہے، محبت اب بھی باقی ہوتی ہے، مگر ایسی محبت جیسے کسی غلام کو اپنے آقا سے ہوتی ہے۔ محبت اب بھی موجود ہوتی ہے، مگر محبت اس غلام کی سی ہوتی ہے، جو گوشۂ چشم سے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آقا کو پیار سے دیکھتا ہے اور اس کی ہیبت بھی اس پر طاری ہوتی ہے اور اس کا جی بار بار کہتا ہے کہ اس کے کتنے احسانات ہیں مجھ پر، کتنے انعامات ہیں مجھ پر، کتنی نوازشیں ہیں مجھ پر، جو یہ کرتا ہے اور ساتھ ہی اس کی عزت وتکریم، اس کا احترام، اس کا ادب، اس کی ہیبت بھی طاری ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے ستون ہیں، اپنے مکتوب دفتر اول، مکتوب نہم میں مقام عبودیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لا جرم مقام عبدیت فوق جمیع مقامات باشد۔"

یعنی مقام عبدیت تمام مقاموں سے بلند و برتر ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

کہ خدا نے مجھے یہ حقیقت بھی سمجھائی کہ یہ مقام سب سے اونچا کیوں ہے؟

آگے فرماتے ہیں:

"چہ دید نقص دریں مقام اتم و اکمل است۔"

"کیونکہ اس مقام پر آدمی کو اپنی عاجزی اور بے چارگی اور اپنے نقص کا احساس شدید تر ہوتا ہے۔"

اور جتنا زیادہ انسان کو اپنی عاجزی، بیچارگی اور بندگی کا احساس شدید تر ہوتا ہے، بارگاہ الٰہی میں اس کا مقام بلندتر ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

جب مجھے مقامِ عبدیت کا مشاہدہ کروایا گیا تو میں نے دیکھا کہ:

"شہسوار یکہ تازی ایں میداں آں سرورِ دنیا و دین وسید الاولین وسید الآخرین حبیب رب العلمین است۔"

میں نے غور سے مشاہدہ کیا کہ ان میں وہ کون شہسوار ہے، جو سب سے آگے نکلا ہوا ہے، تو میں نے دیکھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی تھی۔

جو تمام عباد صالحین اور مقامِ "عبدیت" پر سرفراز ہونے والوں سے آگے نکل گئے تھے۔ جب اللہ بہت پیار سے انسانوں کا ذکر کرتا ہے، جن کو اللہ نے بہت عطا کیا، تو آپ دیکھیں گے کہ انہیں "عبد" سے یاد فرمایا مثلاً وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ جس کو ہم نے مقامِ عبدیت پر سرفراز کر دیا تھا، وہ جن کا نام ایوب علیہ السلام ہے، لوگوں کے سامنے ان کا ذکر تو کرو۔''

لفظ''عبد'' کا مفہوم ہر آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ دوستو! مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''لا جرم مقامِ عبدیت فوق جمیع مقامات باشد''

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے بعد ولایت کے جتنے بھی مقاماتِ قرب ہیں، عبدیت کا مقام ان سب سے افضل ہے۔

کسی جگہ فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ [ص 38/ 17]

''وہ جن کو ہم نے مقامِ عبدیت پر سرفراز کیا تھا، داؤد، ان کا ذکر لوگوں سے کرو۔''

پھر وہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اللہ نے جو اپنے عظیم احسانات وانعامات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی پر کیے، ان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ لفظ''عبد'' سے یاد فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا [بنی اسرائیل: 17/ 1]

''سب عیبوں سے پاک ہے، وہ ذات جو اپنے 'عبد' کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔''

معراج ایک بہت بڑا انعام ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ معراج بیداری کی حالت میں جسدِ اطہر کے ساتھ ہوا۔ غور فرمایئے کہ اس مقام پر لفظ محبوب یا محب سے خطاب فرما سکتے تھے لیکن یہاں پر بھی لفظ''عبد'' بولا جا رہا ہے۔ بلکہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خط میں لکھتے ہیں کہ:

''محبوباں را با ایں مقام مشرف مے سازند''

اللہ کے جو محبوب ہیں، اس دنیا میں جب ان کو محبوبیت کی منزل سے آگے لے جاتے ہیں تو مقامِ عبدیت پر سرفراز کرتے ہیں۔

اور یہ کہ وہاں لے جا کر گفتگو فرمائی، اللہ نے وحی نازل فرمائی، یہ بھی ایک بہت بڑا انعام ہے جو حاصل ہوا، وہاں بھی فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى [53/النجم: 10]

''پھر وہ ذاتِ گرامی جس کو وہ مقامِ عبدیت پر سرفراز فرما چکے ہیں، ان سے جو اشارے ہوئے سو ہوئے۔''

پھر آپ دیکھئے کہ جب یہ فرمانا مقصود تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جہانوں کی طرف اور تمام قوموں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، تو اس وقت بھی عبد کے لفظ سے یاد فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے یہ آخری صحیفہ اپنے ''عبد'' پر نازل کیا تا کہ وہ تمام اقوام و ملل کو بدی کے نتائج سے خبردار کر دیں۔'' [الفرقان: 77/1]

اور جب یہ بتایا کہ یہ آخری صحیفہ ہے اور اس صحیفہ کے لگّے کی کوئی کتاب تم قیامت تک نہیں لا سکتے، اس وقت بھی کہا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

''یہ جن کو ہم نے اپنی وحی کا مہبط ٹھہرایا ہے اور یہ جن کو ہم آخری مقامِ عبدیت پہ لے جا چکے ہیں۔ ان پر جو نازل کر رہے ہیں۔'' [البقرۃ: 2/23]

تم سب اپنے حمایتیوں کو بھی لے آؤ اور مل کر کوشش کرو، تم کبھی ایسی ایک بھی سورۃ نہ بنا سکو گے، یہاں بھی لفظِ عبد سے یاد فرمایا: اور جب دشمنوں کے نرغے میں رحمۃ للعالمین کی ذات گھر گئی تھی، اس وقت بھی یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ [الزمر: 39/36]

کہ میں جو تیری ربوبیت کرتا ہوں، کتنی منزلوں سے گزار کر آخر مقامِ عبدیت پر لے آیا ہوں، کیا میں تیرے لیے کافی نہیں ہوں۔ یہاں بھی لفظ ''عبد'' فرمایا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اچھی طرح اس بات کا ادراک تھا۔ عجب کرم تھا حکیم الامت پر۔ عبدیت پر بہت زور دیا انہوں نے، فرماتے ہیں:

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

سلوک کے دوران جو کیفیتیں طاری ہوتی ہیں، بعض سالک ''نعرہ انا الحق'' کہہ اٹھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ''میں حق ہوں'' اور کوئی کہہ اٹھتا ہے:

سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمَ شَانِيْ

کہ میری شان کتنی بلند ہے: فرماتے ہیں:

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی

یہ اپنے آقا سے جو آرزو ہے قرب کی اور وصل کی اور اس کے انعامات کی خواہش، کہتے ہیں کہ بڑی بات ہے۔

مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خدا وندی

فرمارہے ہیں کہ اَنَا الْحَقُّ سے مقامِ عبدیت بہت بڑا ہے، متعدد جگہوں پر یہ بات فرمائی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ بہت سے سالکوں کو ٹھوکر لگی ہے اور مقام محبوبیت کو اونچا سمجھا ہے۔ اس مردفقیر پر اللہ کا عجیب کرم تھا کہ ہر جگہ عبدیت کا ذکر فرماتے ہیں۔

''عبد'' وہ ہوتا ہے، جس کی اپنی مرضی اللہ کی مرضی میں فنا ہو چکی ہو، زمانہ جاہلیت کی شاعری میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

اَلطَّرِيْقُ الْمُعَبَّدُ، جیسا کہ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے ''مفردات'' میں لکھا ہے، وہ راستہ جو بالکل ہموار ہو اور اس میں کوئی اونچ نیچ نہ ہو اس کو اَلطَّرِيْقُ الْمُعَبَّدُ کہتے ہیں اور وہ اونٹ جو بدمستی نہ کرے سیدھا چلے ہموار (مطیع) ہو اس کو بھی اَلْبَعِيْرُ الْمُعَبَّدُ کہتے ہیں، تو وہ جس کے دل میں اونچ نیچ نہ ہو اور ہوس ختم ہو گئی ہو اور جس کا جی اللہ کے سامنے بالکل جھک گیا ہو اور ہموار ہو اور اس کے تمام احکامات پر سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہتا ہو اور بلا چون و چرا اس پر عمل کرتا ہو۔

ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

دل کی کیفیت طاری ہو کہ حکم سن کر کوئی تنگی محسوس نہ ہو۔ دل و دماغ کی ہم آہنگی سے کہے کہ بالکل بجا ہے میں ایسے ہی کروں گا اور اس کی رضا میں اپنی رضا کو فنا کر دے، اسے کتاب اللہ کی بولی میں ''عبد'' کہتے ہیں۔ جیسے کہ ایک بزرگ نے کہا:

زندہ کنی عطائے تو
ور بکشی فدائے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل شدہ مبتلائے تو

ہرچہ کنی رضائے تو

تو اگر مجھے زندہ رکھے گا، تیری مہربانی ہے، تو میرا آقا ہے، تو جانتا ہے کہ میرے لیے زندگی بہتر ہے۔ اگر قتل کر دے گا، خدائے تو۔

میرے جی میں تو کئی دفعہ آیا ہے کہ میں تجھ پر قربان ہو جاؤں۔

دل شدہ مبتلائے تو، میرا دل تیری محبت میں مبتلا ہے۔

ہرچہ کنی رضائے تو، میں تو تیری رضا چاہتا ہوں۔

اللہ سے دعاء مانگنی چاہیے کہ وہ عباد صالحین کی جوتیاں سیدھی کرنے کی توفیق دے اور مقام عبدیت کی سمجھ عطا کرے۔ آمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِتّباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بزرگواور دوستو! اصل بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اوران کے اعمال میں فنا ہونا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے محبوب تھے۔ اتباع کی حقیقت کیا ہے؟ اگر اس بات کو درویشانہ رنگ میں کہا جائے تو یوں کہیں گے۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشبہ اختیار کرو۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپ دھارو۔ جتنا کوئی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپ دھارے گا اتنا ہی مجھے عزیز ہوگا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [ال عمران: 31/3]

آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے جو خدا کی محبت کے دعوے کرتے ہیں کہ یہاں ہر دعوے کی ایک کسوٹی رکھی گئی ہے، جس پر محبت پرکھی جاتی ہے۔ محض زبانی دعوؤں سے بات نہ چلے گی۔ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا سے سچ مچ پیار کرتے ہو تو، فَاتَّبِعُوْنِيْ میری پیروی کرو، میرا روپ دھارو، میرے اعمال میں اور میری ذات میں فنا ہو جاؤ، يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، اللہ کے تم محبوب ہو جاؤ گے۔ تو یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اصل بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ہے۔ محض یہ سمجھنا کہ اپنے آپ کو تکلیف دینے سے خدا خوش ہوتے ہیں، جتنا کسی نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور اذیت دی اپنی ذات کو، اتنا ہی خدا خوش ہوتے ہیں یہ نظریہ غلط ہے، یہ جوگیوں کا نظریہ ہے، یہ ہندومت اور بدھ مت کی بے راہ روی ہے۔ اسی کو ہم تعذیبِ نفس کہتے ہیں اور انگریزی میں (SELFMORTIFICATION) کہتے ہیں، جیسا کہ صحاح ستہ کی حدیث ہے کہ:

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس تین آدمی آئے اور انہوں نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کیا ہے؟ اور اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے پوچھا آپ کیا عبادت کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک آپ کے معمولات کیا ہیں؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب امہات المومنین نے آپ ﷺ کے معمولات بتائے، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت کم ہے اور حضور علیہ السلام کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں، وہ تو سرورِ کونین ﷺ ہیں، وہ سید الاولین وسید الآخرین ﷺ ہیں، وہ حبیب رب العالمین ﷺ ہیں۔ کہاں ان کا مقام؟

ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو رات بھر جاگا کروں گا اور نماز پڑھا کروں گا۔

دوسرے نے کہا میں بلا ناغہ روزہ رکھوں گا، صائم الدھر ہو جاؤں گا۔

تیسرے نے کہا، میں نکاح نہیں کروں گا۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور جب یہ بات ان کے سامنے دہرائی گئی تو فرمایا:

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشٰکُمْ لِلّٰہِ وَ اَتْقٰکُمْ لَہٗ

میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ خدا نے اپنی خشیت اور اپنا تقویٰ تم سب سے زیادہ مجھے عطا فرمایا، وَاِنِّیْ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہوں۔ وَاَنَا اُصَلِّیْ وَ اَرْقُدُ، اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ، میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ، جو شخص میری سنت سے روگرداں ہوتا ہے، اس کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے؟ [1]

حقیقت میں معرفت نہ ہونے کی وجہ سے آدمی یہ سمجھتا ہے کہ شاید "تعذیب نفس" سے اللہ خوش ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز مقامِ صبر ہے اور نیند مقامِ شکر ہے۔ اسی طرح روزہ مقامِ صبر ہے اور افطار مقامِ شکر ہے۔ وہ آدمی جاہل ہے جو سمجھتا ہے کہ صرف مقامِ صبر ہی سے قرب کی راہ حاصل ہوتی ہے۔ صبر اور شکر سے یکساں خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں احادیث میں روزے کی اتنی فضیلتیں آئیں، بالکل اسی طرح سحری کھانے کی بھی فضیلتیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃٌ [2]

[1] مسلم: 3403، نسائی: 3217

[2] مسلم: 2549

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سحری کھایا کرو، سحری میں برکت ہے۔

اللہ خوش ہوتا ہے۔اسی طرح فرمایا:

اَحَبُّ اِلَیَّ عِبَادِیْ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا

''مجھے وہ بندے بڑے پیارے لگتے ہیں کہ جونہی میں ان کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میرا رزق کھا سکتے ہو، تو بڑی تواضع اور عاجزی سے میرا شکر ادا کرتے ہوئے میرے رزق کی طرف لپکتے ہیں۔''

بزرگوں نے کہا اس وقت رزق کی طرف لپکنا عین عبادت ٹھہرا اور اس پر ثواب مرتب ہو رہا ہے۔پس صبر سے جس طرح خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے، یہ سمجھنا چاہیے کہ اسی طرح شکر سے بھی خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

علمائے حق نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریق پر سو رہنا، اس عبادت اور ریاضت سے ہزار درجہ افضل ہے، جو ان کے طریق سے ہٹ کر کی جائے۔ خدا نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا [النبا: 9/78]

''ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنا دیا ہے۔''

جو اس نیت سے سو رہتا ہے کہ نیند اللہ کی بڑی نعمت ہے، مستحق اجر ہے۔ خدا کا کتنا بڑ کرم ہے کہ انسان کے اعصاب جب تھک جاتے ہیں، تو انسان پر نیند طاری ہو جاتی ہے، سو کر جب اٹھتا ہے تو وہ پھر تازہ دم ہو جاتا ہے۔اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سونے پر بھی اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔اس نیت سے سو رہنا کہ جب سو کر اٹھوں گا تو تازہ دم ہو کر اس کی غلامی کے حقوق ادا کروں گا، اس ریاضت سے ہزار درجہ افضل ہے، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے سے ہٹ کر کی جائے، تو یہ کہنا کہ میں سوؤں گا نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ نہیں ہے۔

اور تمام مقامات جو طے ہوتے ہیں، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں فنا ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔جیسا کہ پہلے بارہا عرض کر چکا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اولیاء کا اتفاق ہے بہت سے صحابی گنے جا سکتے ہیں، جو ان سے کہیں زیادہ ریاضت کرتے تھے، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں فنا ہو گئے تھے۔اس لیے مقامِ صدیقیت ان کو حاصل ہوا، کسی دوسرے شخص کو حاصل نہ ہو سکا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں، ان کے افعال میں، ان کی سنتوں میں فنا ہونا ہے۔ گو اس میں راحت ہی کیوں نہ ہو بلکہ سنت تو سراسر راحت ہی ہے دوستو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار یہ فرمایا کرتے تھے:

جب دو باتیں تمہارے سامنے آئیں، ایک کٹھن ہو، تکلیف دہ ہو اور دوسری آسان ہو تو آسان چنا کرو، فرمایا:

إِذَا ابْتُلِيتَ بِبَلَائَيْنِ فَلْيَخْتَرْ اَهْوَنَهُمَا

''جب دو آزمائشوں میں پڑ جاؤ تو جو آسان راستہ ہے اس کو چن لو۔''

خود اپنے آپ کو جان بوجھ کر اذیت میں نہ ڈالو۔ کبھی فرمایا: مَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ [1]

''جو آدمی اپنے آپ کو جان بوجھ کر اذیت دیتا ہے خدا اس پر مشقتیں لاد دیتا ہے۔''

صحاح ستہ کی طرف پھر رجوع کیجئے۔ بخاری شریف اور ابو داؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک صاحب دھوپ میں کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہیں اور کیسے کھڑے ہیں؟ عرض کیا گیا یہ ابو اسرائیل ہیں۔ انہوں نے نذر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، نہ سایہ کریں گے، نہ کسی سے بات کریں گے اور روزہ رکھیں گے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ [2]

''ان سے کہو بات کریں، سایہ میں آئیں، بیٹھیں، البتہ روزہ پورا کریں۔''

مسلم شریف اور ابو داؤد میں ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری بہن نے ننگے پاؤں حج کرنے کی نذر مانی اور یہ نذر بھی مانی کہ اس سفر میں سر پر کپڑا بھی نہ ڈالیں گی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس سے کہو سواری پر جائے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عقبہ بن عامر کی بہن کا یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

---

[1] ترمذی: 1940، ابن ماجہ: 3242، مسند احمد: 453/3

[2] بخاری: 6704، ابوداؤد: 3300، ابن ماجہ: 2136

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنْ نَذْرِھَا [1]

”اللہ کو اس کی نذر کی کوئی ضرورت نہیں، اس سے کہو کہ سواری پر جائے۔“

ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا میری بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِکَ شَیْئًا فَلْتَحُجَّ رَاکِبَۃً [2]

”تیری بہن کے مشقت میں پڑنے کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں ہے، اسے سواری پر حج کرنا چاہیے۔“

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (غالباً سفر حج میں) دیکھا کہ ایک بڑے میاں کو ان کے دو بیٹے سنبھالا دیئے چل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ انہوں نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنْ تَعْذِیْبِ ھٰذَا نَفْسِہٖ وَاَمَرَہٗ اَنْ یَرْکَبَ [3]

”خدا بے نیاز ہے کہ یہ شخص اپنے نفس کو عذاب میں ڈالے، پھر آپ نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو۔“

دوستو! یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا کی رضا اتباع سنت میں ہے، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں فنا ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں فنا ہونے سے خدا خوش ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس میں خدا کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ گو اس میں راحتیں ہی راحتیں مل رہی ہوں۔ کس نے کہا ہے کہ جاں کو بے سبب جوکھوں میں ڈالنے سے وہ خوش ہوتا ہے؟ اللہ سے دُعاء کرتا ہوں کہ وہ اپنے حبیب کی معرفت عطا فرمائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت عطا فرمائے اور اس میں ہمیں فنا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] ابوداؤد: 3297، بیہقی: 79/10

[2] ابوداؤد: 3295

[3] بخاری: 1670، ابوداؤد: 3301

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبلیغ کا ایک بھولا ہوا اصول

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دین کا کام جس انداز سے کیا اس کا مطالعہ بہت دقت نظر سے کرنا چاہیے۔ اس میں بہت سی باریکیاں ہیں۔ ''محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انقلاب'' جن ارتقائی منازل سے گزرا، اس کا مطالعہ بار بار آنکھیں کھول کر دقت نظر سے کرنا چاہیے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہمارے بعض بھائیوں کو جب تبلیغ کا خیال آتا ہے، تو اسباب کی فراہمی میں لگ جاتے ہیں، کہ پہلے اسباب اکٹھے کرلیں، جب اسباب فراہم ہوں گے، تو پھر تبلیغ کا کام کریں گے۔

بڑی بڑی عمارتیں بنائی جاتی ہیں، ہال بنائے جاتے ہیں، مسجدیں تعمیر ہوتی ہیں، ان کی تزئین ہوتی ہے، سجاوٹ ہوتی ہے، زیبائش وآرائش پر ہزاروں کی رقم خرچ کی جاتی ہے اور کچھ ایسا وسوسہ ان کے جی میں ہوتا ہے کہ جب تک یہ اسباب فراہم نہ ہوئے اور اتنی رقم اکٹھی نہ ہوئی اور ایسی عمارت نہ بنی، اس وقت تک کام کا آغاز نہیں ہو سکے گا۔

جب ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ آپ دیکھئے کہ پیغمبروں نے ایسا نہیں کیا، سب سے اُبھری ہوئی مثال حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ہے، جب فرمایا:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ...... [ابراھیم: 37/14]

''اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔''

اے ہماری ربوبیت کرنے والے! تو ہی ہے جو سب سامان فراہم کرتا ہے، تو نے حکم دیا کہ سارے اسباب کی نفی کردو۔ ابراہیم علیہ السلام! تمام اسباب کو ''لا'' کی تیغ سے اڑا دو اور اس بے آب وگیاہ وادی میں اپنے بچوں کو آباد کرو۔ ہم یہاں دعوت الی خدا کا ایک زبردست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہنگامہ گرم کریں گے، تو ربوبیت تو تیری ہی ہے، میں نے تیرے کہنے پر ان بچوں کو اس بے آب وگیاہ وادی میں آباد کر دیا ہے۔

آپ دیکھیے یہ بہت بڑی حقیقت ہے، جو داعی الی اللہ کے پیش نظر ہونی چاہیے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے پہلے دعوت الی اللہ دی اور جب ایک آدمی اخلاص کے ساتھ خدا کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، اس کے وجود کا کھوٹ نکل جاتا ہے، اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور کتاب و حکمت کا علم، معرفت اور فہم اس کے ظرف میں خدا ڈال دیتے ہیں اور وہ خدا کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے تو تمام اسباب مسخر ہونے لگتے ہیں۔ دعوت الی اللہ انبیاء کے ہاں پہلے ہوتی تھی، پھر اسباب مسخر ہونے لگتے تھے اور ان کے قدموں میں خدا اسباب کو ڈھیر کر دیتے تھے۔

جن لوگوں نے بیت اللہ کی زیارت کی ہے، انہیں علم ہے کہ وہ علاقہ کیسا صحرا ہے۔ اس صحرا میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا، تو ساری کائنات کے ہر ہر گوشے سے خدا نے انسانوں کے دلوں میں القا کیا کہ اس صحرا کی طرف چلو۔ دنیا جہان کی جو نعمتیں ہیں، وہ اس صحرا میں لا کر ڈال دیں اور لوگوں کے دِل اس صحرا کے ساتھ معلق کر دیئے کہ کائنات کھچی ہوئی اور سمٹی ہوئی اسی صحرا کی طرف چلی آتی ہے۔ اصل بات دعوت الی اللہ کا ڈھنگ ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت آئے گا۔

مَسَاجِدُهُم عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ

"مسجدیں بظاہر بڑی آباد ہوں گی اور حقیقت میں ویران ہو جائیں گی، مسجدوں کے در و دیوار بڑے منقش ہوں گے اور انسانوں کی بھیڑ بھی ہوگی اور وہ خراب ہو جائیں گی۔"

یعنی للّٰہیت نہ ہونے کی وجہ سے ویران ہو جائیں گی۔

صِبْغَةَ اللهِ "اللہ کا رنگ پھیکا پڑ جائے گا۔"

جو لوگ دین کا کام کرتے ہیں، انہیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ دعوت الی اللہ کرنے والے کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کو کھوٹ سے پاک کرے اور یہ دُعاء کرے:

اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ [1]

---

[1] بخاری: 744، مسلم: 598

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یا اللہ میرے وجود کو میل کچیل سے پاک کر دے، جیسا کہ سفید کپڑے کی میل جب چھانٹ دی جاتی ہے تو وہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور چٹا سفید ہو جاتا ہے۔''

یا اللہ! تو میرے دل کی سیاہیوں کو دھو ڈال۔ مبلّغ کا کام اپنے وجود سے کھوٹ کو نکال دنیا اور انوار الٰہی سے وجود کو منور کرنا اور کتاب وحکمت کا فہم حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنا، پھر لوگوں کا خدا کی طرف بلانا ہے۔

یہ سمجھنا غلط فہمی ہے دوستو! کہ دعوت الی اللہ کا معنی وعظ ہے۔ یہ بڑی اہم باریک بات ہے۔ یہ نہ خیال کیجیے کہ دعوت الی اللہ کا معنی صرف وعظ کر کے لوگوں کو خدا کی طرف بلانا ہے۔ خدا کی طرف بلانے کا کام کبھی گفتگو سے ہوتا ہے، کبھی دوستی سے ہوتا ہے، کبھی یاری سے ہوتا ہے۔ محض چار دوستوں سے بے تکلف گفتگو سے ہوتا ہے اور کبھی خاموش اہل اللہ چراغ کی طرح جلتے ہیں اور زبانیں چپ ہوتی ہیں اور چراغ کے قریب جس چراغ کا بھی فتیلہ آتا ہے، وہ چراغ جلنے لگتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اہل اللہ چپ ہوتے ہیں اور ان کے نور سے دوسروں کی روحیں منور ہوتی چلی جاتی ہیں، یہ جو فرمایا:

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا [الاحزاب: 33/ 46]

یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا ہوتے تھے، تو اس وقت دعوت الی اللہ نطق و گویائی سے دے رہے ہوتے تھے اور جب چپ ہوتے تھے، تو آفتاب کی کرنوں کی طرح لوگوں کی میل کچیل کو چھانٹ رہے ہوتے تھے۔

ایک اندھا آدمی کہتا ہے کہ یہ بولتے کیوں نہیں، چراغ کب بولتا ہے۔ مگر روشنی دیتا ہے، اسی طرح کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بول کر دعوت دی جاتی ہے اور کبھی چراغ کی طرح روشنی دی جاتی کہ ہر چراغ کے فتیلے کو آگ لگتی چلی جاتی ہے اور وہ چراغ جلتے چلے جاتے ہیں۔ یہی سراجاً منیراً ہے۔ ایسا چراغ جو دوسروں کو منور کرنے والا ہے اور خود چپ ہے، تو کبھی دعوت گویا ہو کر دی جاتی ہے، کبھی چراغ کی طرح جل کر دی جاتی ہے۔

دوستو! یہ مت خیال کیجیے کہ اگر آپ وعظ نہ کر سکے، تو دعوت کا کام ہی نہ ہو سکے گا۔ ایسے فقیر بھی ہیں جو چراغ کی طرح جلتے ہیں اور اس فقیر کے پاس بیٹھنے سے روح کے چراغ کا فتیلہ لو دے اٹھتا ہے اور اصل کام تو دوستو اس فتیلے کا جلنا ہے۔ کتنے وعظ ہیں جنہیں سننے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد بھی فتیلہ گیلا رہتا ہے۔ مجھ سے پوچھیے کہ کتنے علما کے وعظوں میں ہم گئے اور فتیلہ جو تھا جل نہ سکا اور کتنے فقیر تھے، جو خاموش تھے، ان کے پاس بیٹھے اور فتیلہ سلگنے لگا۔ روشن ہوگیا اور سراجاً منیرا کی تفسیر ان کی محفل میں بیٹھنے سے سمجھ میں آگئی۔

دوستو! خدا کی طرف بلانے کا کام کبھی دوستی سے ہوتا ہے، یاری سے ہوتا ہے، محض پیار سے ہوتا ہے، کبھی گویا ہونے سے ہوتا ہے، کبھی چپ رہنے سے ہوتا ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ بڑی غلط فہمی ہے، جو مولویوں کو پیدا ہوئی کہ کام شروع کرتے ہیں تو چندہ فراہم کرنے سے۔ دیکھیے کیسی مت پلٹ جاتی ہے انسان کی اور بڑے بڑے جید علماء کی، کہ جب دل کی بتی بجھ جاتی ہے، تو تبلیغ کا کام سمجھ میں نہیں آتا ہے، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتا ہے، مگر بات الٹ شروع کرتا ہے۔

کتنے لوگ ہیں کہ فلاں پراجیکٹ بنایا ہے، دین کا کام کرنا ہے، لہٰذا چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تاریخ پڑھ کر دیکھیے، یہ انبیاء علیہم السلام کی سمت کے مخالف سمت چلنا ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں بار بار کہا گیا کہ ہر پیغمبر نے احیاءِ دین کا کام شروع کیا تو کہا:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

''تم ناک بھوں میرے وعظ پر کیوں چڑھاتے ہو، تم سے کوئی اجرت مانگنے تو نہیں آیا ہوں، تم سے چندہ تو نہیں مانگتا ہوں۔'' [الشعرآء:66/ 109]

اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [الشعرآء: 109/66]

''میرا اجر تو اس پر ہے، جو سارے جہانوں کو پال رہا ہے۔''

جو فاسقوں اور فاجروں کو پال رہا ہے، جو اپنے باغیوں کو پال رہا ہے، میں تو اس کے دروازے پہ بیٹھا ہوں اور اس کا کام کر رہا ہوں۔ کیا وہ مجھے نہیں پالے گا؟ دیکھیے عجب بات پلٹ گئی ہے، جو کام شروع کرتا ہے، پہلے کہتا ہے چندہ اکٹھا کیجیے۔

دوستو! یہ انبیاء علیہم السلام کے طریقے کے بالکل منافی ہے کہ کام کو چندہ کی فراہمی سے شروع کیا جائے۔ یاد رکھیے! مبلغ کا کام، داعی الی اللہ اور نائب رسول کا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کو بنائے، ان پر محنت کرے، ان کی تراش خراش کرے، اس کا کام آدمی پیدا کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، ان کی تربیت کرنا ہے اور جب انسان پیدا ہونے لگتے ہیں، تو تمام اسباب مسخر ہونے لگتے ہیں۔ جب آنکھیں کھل جاتی ہیں انسانوں کی، تو قدموں پہ لا کے اپنے سارے اثاثے کوڈھیر کر دیتے ہیں۔ پھر چندے کی بھیک ذلت سے نہیں مانگنی پڑتی۔ پھر تو کہا جاتا ہے:

مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟

گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے یا سب کچھ ہی لیے چلے آرہے ہو؟

دیکھیے یہ سب کچھ پڑھتے ہیں، مگر قلب پہ چونکہ حجاب ہے، اس لیے کام کا آغاز چندے کی فراہمی سے کرتے ہیں۔ یاد رکھیے یہ اہل اللہ کی کسوٹی ہے کہ وہ انسانوں کو سنوارتے چلے جاتے ہیں۔ جب وہ سنورتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھلتی ہیں، تو وہ خود کہتے ہیں کہ اس کارِ خیر میں ہمیں بھی خدا کے لیے شامل کر لیجیے۔ مبلغ کا کام یہ ہے:

يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [البقرة: 151/2]

اس کا کام یہ ہے کہ انسانوں کی تربیت کرے، ان کو تراشے خراشے، ان کے ظرفوں کو دھوئے جیسے خادم ہوتا ہے، وہ تو نوکر ہے اس کا کام برتن مانجھنا ہوتا ہے، وہ تو دھوبی ہے اس کا کام تو کپڑے کو زور زور سے پٹخنا اور دیکھنا ہے کہ صاف ہوا ہے یا نہیں؟

يُزَكِّيْكُمْ کی حقیقت یہ ہے دوستو! ہم نے سارا زور عماتوں کی تعمیر پر لگا دیا۔ آدمی ایک پیدا نہیں ہوتا مگر بڑے بڑے ہال بناتے ہیں، جب انسانوں پر محنت کی جاتی ہے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوتے ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ پیدا ہوتے ہیں۔ عرب وعجم مسخر ہوتے ہیں، ہر داعی الی اللہ کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اس کی توجہ اسی بات پر مرکوز رہے کہ انسانوں کے ذہنوں اور روحوں کی تربیت کرے۔

اِن دو باتوں پر توجہ کو مرکوز کرتا چلا جائے۔ اسباب خدا چاہیں گے، تو اس کے لیے سمٹتے چلے آئیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمدی انقلاب

وہ انقلاب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے، اس کی اُبھری ہوئی خصوصیات کیا ہیں؟ اِس رُوئے زمین پر جو انقلاب برپا ہوئے، اُن کے تقابلی مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اُن میں سے بعض انقلاب محض سیاسی تھے، بعض اقتصادی تھے، بعض ثقافتی تھے، مگر وہ انقلاب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس رُوئے زمین پر برپا کیا، وہ اخلاقی بھی تھا، روحانی بھی تھا، ثقافتی بھی تھا، سیاسی اور اقتصادی بھی تھا، طبیعاتی (PYSICAL) بھی تھا، مابعد الطبیاتی (META PHYSICAL) بھی تھا۔

لینن اور ماؤ کا انقلاب محض اقتصادی اور سیاسی تھا، اخلاقی اور رُوحانی نہ تھا۔ لینن اور ماؤ جدلیاتی مادّیت (DIALECTICAL MATERIALISM) کے قائل ہونے کی وجہ سے مابعد الطبیعات کے سرے سے منکر ہیں۔ پس لینن اور ماؤ کے برپا کیے ہوئے انقلاب بھی ناقص اور ادھورے ہیں۔ مختلف انقلابوں کے تقابلی مطالعہ سے یہ بات مجھ پر منکشف ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انقلاب سے جامع، ہمہ گیر اور بھرپور انقلاب اس رُوئے زمین پر آج تک برپا نہیں ہوا۔

محمدی انقلاب ابتدائی مرحلوں میں:

یہ کہنا حقائق کی سراسر تکذیب ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو انقلاب لائے، وہ ابتدائی مرحلوں میں صرف اخلاقی اور رُوحانی انقلاب تھا اور معاشی مسائل پر توجہ بہت بعد میں منعطف کی گئی۔ اگر ابتدائی مکی سورتوں کا غور سے مطالعہ کیا جائے، تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ابتدائی مرحلے میں جہاں نماز کی تلقین کی گئی ہے، اللہ سے تعلق جوڑنے کی ترغیب دی گئی ہے، معاشی انقلاب کا آغاز بھی اسی مرحلے میں ہو گیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ ھُمزہ مکّی سورۃ ہے، اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ [الھمزۃ: 104/1-4]

''ہلاکت ہے ہر طعنہ زنی اور عیب چینی کرنے والے کے لیے، جس نے مال سمیٹا اور گن گن کر (تجوریوں میں) رکھا۔ اس کا گمان ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ سدا رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہڈیوں کو چٹخا دینے والی دوزخ میں اسے جھونک دیا جائے گا۔''

سورۃ تکاثر میں دیکھیے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

''مال کی بہتات کی ہوس نے تمہیں غافل کر دیا ہے اور یہ ہوس تمہیں مرتے دم تک لگی رہتی ہے۔ ہوش کرو (اس کا انجام) تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔'' [التکاثر: 102/1-3]

ابولہب بہت مال دار آدمی تھا۔ انقلاب کے ابتدائی مکّی دَور میں اس کا نام لے کر اعلان کیا گیا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوا۔ اس کا مال اور دولت جو اس نے سمیٹی تھی، اس کے کام نہ آسکی۔'' [لھب: 111/1-2]

پھر سورۂ ماعون ملاحظہ فرمایئے:

اَرَءَيْتَ الَّذِیْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِیْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ [الماعون: 108/1-3]

''کیا تُو نے اس شخص کو دیکھا جو جھٹلاتا ہے ارتکازِ دولت کی سزا کو۔ یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانا تو درکنار اس کی ترغیب بھی نہیں دیتا۔''

ایک دوسرے کی ضد میں، ایک دُوسرے کے ساتھ حریفانہ کش مکش میں ہم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقتوں کا چہرہ مسخ کیا، ہم نے اس انقلاب کا حلیہ بگاڑا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاشرے کو معاشی اعتبار سے شدت سے جھنجھوڑا اور اس انقلاب کا آغاز اپنی ذات سے کیا:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب

آغاز اپنی ذات سے کیا:

اسبابِ راحت اور اسبابِ تعیش کا تو وہاں گزر نہ تھا، اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی بھی معاشرے کے حوالے کر دیں۔ خود فقر و فاقہ کی سختیاں جھیلتے رہے اور غریبوں، مسکینوں اور بے نواؤں کی چارہ سازی کرتے رہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں پر چکی چلانے سے گٹے پڑ گئے تھے، خود جھاڑو دیتی تھیں اور گرد اڑ کر ان کے کپڑوں پر پڑتی تھی۔ خود پانی بھرتی تھیں اور مشکیزے کے پٹے کے نشان ان کے کندھوں پر پڑ گئے تھے۔ ایک دن اپنے بابا سے خادم مانگا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِتَّقِی اللّٰہَ یَا فَاطِمَۃُ وَ اَدِّیْ فَرِیْضَۃَ رَبِّكِ وَاعْمَلِیْ عَمَلَ اَھْلِكِ، ھِیَ خَیْرٌ لَّكِ مِنَ الْخَادِمِ [1]

"اے فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو، اپنے رب کے فرائض ادا کرتی رہو اور اپنے گھر والوں کے کام کاج میں لگی رہو۔ خادم ہونے سے یہ زندگی جو تم بسر کر رہی ہو، تمہارے لیے بہتر ہے۔"

اس انقلاب کا آغاز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اور گھر سے ہوا۔ انقلاب مارکس اور لینن کا ہو یا ماؤ کا ہو یا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہو، یاد رکھیے، وہ ہمیشہ انقلابی کی ذات اور گھر سے شروع ہوتا ہے۔ تاریخِ عالم اس بات کو جھٹلاتی ہے کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ انقلابی خود راحت اور تعیش میں ڈوبا ہوا ہو اور اس نے معاشی انقلاب برپا کیا ہو۔

محنت کش اور مزدور کو عزت بخشی:

www.KitaboSunnat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھوٹے وقار (FALSE PRESTIGE) کے خلاف جہاد کیا، وہ گھر کا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ صحاح ستہ کی مختلف روایات، جو عائشہ رضی اللہ عنہا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بکری کا دودھ

[1] ابوداود: 2988، الترغیب و الترھیب: 411/1

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود دوہ لیتے تھے، کپڑے کے پیوند خود لگا لیتے تھے۔ اپنی جوتیاں خود گانٹھ لیتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینے میں بھی عار نہ تھا۔ بازار سے سودا سلف خود اُٹھا لاتے۔

مسجد قبا کی تعمیر شروع ہوئی، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ رہنے دیجئے ہم جو اُٹھا رہے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے رہے۔ پھر مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کچی اینٹیں بنانے کا کام کرتے رہے اور خود اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ شعر پڑتے تھے:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ
فَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

''اگر ہم بیٹھ جائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کام کریں تو ہمارا بیٹھ جانا بہت ہی بُرا عمل ہوگا۔'' [1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

خَيْرُ الْكَاسِبِ الْعَامِلُ إِذَا نَصَحَ [2]

''کسب معاش کرنے والوں میں سب سے بہتر محنت کش ہے، جب وہ اخلاص سے کام کرتا ہے۔''

حدیث میں ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ كَانَ يَأْكُلُ مَعَ الْخَادِمِ۔ ''وہ اپنے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔'' یہ اسلامی نظامِ حیات کی ابجد ہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ جو لوگ معاشرے میں اسلام کی طرف دعوت دینے والے ہیں، وہ عملی طور پر اس کی ابجد ہوز سے بھی محروم ہیں اور نوکر کو اپنے دستر خوان پر بٹھانا تو ان کے لیے ناقابل تصور ہے۔ لاہور میں گزشتہ دنوں ایک ڈنر میں شرکت کا اتفاق ہُوا، جس میں بڑے بڑے حامیانِ دین اور مفتیانِ شرع متین شریک تھے۔ مَیں نے میزبان سے کہا کہ میرے ڈرائیور کو اندر بلا لیجیے، وہ کھانا میرے ساتھ کھائے گا۔ میرے ڈرائیور کو تو اُنہوں

[1] فتح الباری: 45/2

[2] مجمع الزوائد: 61/4، 98

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ذرا سی پس وپیش کے بعد بُلا لیا، مگر بیسیوں ڈرائیور اور چپراسی رات گیارہ بجے تک باہر بھوکے بیٹھے رہے۔ میرے ڈرائیور نے مجھے بعد میں بتایا کہ سب ڈرائیور اور چپراسی ان اسلام کے علمبرداروں کو گالیاں دیتے رہے اور ان پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ ہم اسلام کا نام محض (SLOGAN) کے طور پر بولتے ہیں اور اس ملک میں سوشلزم کا لفظ بھی (SLOGAN) کے طور پر استعمال ہوتا ہے:

رُخ پر نقاب مصلحتوں کے پڑے ہوئے
لَب پہ زمانہ سازی کی مُہریں لگی ہُوئیں
جیسے زبان و دل میں کوئی ربط ہی نہیں

موقف کی بُنیاد ضد اور عناد پر نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ دُشمن اگر صاف سُتھرے کپڑے پہنتا ہے، تو آپ گندے اور غلیظ کپڑے پہننے لگیں۔ یہ نہیں کہ اگر آپ کا دُشمن سچ بولتا ہے، تو آپ اس کی ضد میں آکر جھوٹ بولنے لگیں۔ یہ نہیں کہ آپ کا حریف غریب مزدور اور کسان کی حمایت کرتا ہے، تو آپ ان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں یا ارتکازِ دولت کرنے والوں کی حمایت کرنے لگیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حقیقی معنوں میں حکیم الامت تھے۔ اُنہوں نے مزدور کسان کی حمایت میں بھرپور آوازہ بلند کیا۔ ایک ایسا آوازہ جس میں سب آوازیں مدغم ہونے لگیں:

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

اپنی نظم ''سرمایہ ومحنت'' میں کہا:

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں مِلتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ

اور اپنی نظم ''الارض'' میں جاگیرداروں کو شدّت سے جھنجھوڑا:

دِہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آباء کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں

اپنے ایک مضمون میں یوں رقمطراز ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ اس خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے۔

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا [آل عمران: 3/ 103]

''اس کی نوازش سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔''

اس نعمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کسی قوم کے افراد صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے اخوان نہیں ہو سکتے، جب کہ ہر پہلو سے ایک دوسرے کے ساتھ مساوات نہ رکھتے ہوں اور اس مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے سوشل نظام کے ممکن نہیں، جس کا مقصود سرمایہ کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق اور تولید ہو۔'' [1]

قرآن مجید بار بار دولت مندوں سے کہتا ہے کہ تمہارے مال میں غریبوں کا حق ہے ،یعنی تم ان پر کوئی احسان نہیں کرتے ہو:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [آل عمران: 189/3]

''ارض وسماء کے ہم ہی مالک ہیں۔''

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ [الانعام: 151/3]

''ہم ہی ہیں کہ تمہیں بھی اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں۔''

اسی لیے قرآن وحدیث میں بار بار کہا گیا کہ تمہارے مال میں غریبوں کا حق ہے:

وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ [الذاریات: 19/51]

''ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔''

اور فرمایا:

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ [بنی اسرائیل: 26/51]

''یتیموں اور مسکینوں کا حق انہیں دے دو۔''

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ فِى الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ

''یقیناً مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔''

[1] زمیندار 24 جون 1923ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی لفظ ''حق'' ہی استعمال فرمایا۔ ساری دقتیں اور دشواریاں دولت کو گردش میں لانے کے سلسلے میں اسی لیے اُبھرتی ہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین نہیں آتا کہ ہمارے مال میں غریبوں کا حق ہے۔ حقدار کو حق دلانا ہر حکومت کا فرض ہوتا ہے اور جب بھی کوئی حق غصب کرتا ہے، تو حکومت جبراً حقدار کو حق دلاتی ہے۔ اگر ہمیں یہ یقین آجائے کہ غریبوں اور مزدوروں کا ہمارے مال میں حق ہے، تو منطقی اعتبار سے ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ اگر غاصبان حق برضا و رغبت حقداروں کو ان کا حق دینے پر آمادہ نہ ہوں، تو حکومت جیسے دُوسرے حق حقداروں کو جبراً دلاتی ہے، یہ بھی غریبوں کو جبراً دلائے۔

''تشکیل الٰہیات جدیدہ'' میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا چھ بار ذکر کیا ہے۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے محدّث تھے، المحلّٰی کی چھٹی جلد میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کہ تم میں سے جس کے پاس فالتو سواری ہے وہ اسے لوٹا دے، جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد غذا ہے، وہ ان لوگوں کو لوٹا دے جن کے پاس غذا نہیں ہے۔

آپ غور کیجیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا: کہ عطا کر دیجیے یا بخش دیجیے بلکہ لوٹانے کا لفظ استعمال فرمایا: اس لفظ کے استعمال سے یہ وضاحت فرما دی کہ تم حقداروں کو ان کا حق لوٹا رہے ہو کوئی احسان تو نہیں کر رہے ہو۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک جنس اور مال کی ایک ایک قسم کا جُدا جُدا ذکر کیا حتیٰ کہ ہمیں یقین آگیا کہ فالتو مال پر ہمارا کوئی حق نہیں رہا۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ایک سال، جب غلّے کا شدید قحط ہوا، احکام صادر کیے کہ مَیں نے غلّہ سٹاک کرنے کے مختلف مرکز بنا دیئے ہیں اور وہ تمام لوگ جن کے گھروں میں غلّہ پڑا ہے، ان مرکزوں میں اس غلّے کو اکٹھا کر دیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہر گھر کے افراد کے تناسب کے اعتبار سے اس غلّے کو مساوی طور پر تقسیم فرماتے رہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان جاگیرداروں کو اس غلے کا کونسا معاوضہ دیا تھا۔ بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ کو ایک بہت بڑا رقبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب زرعی اصلاحات شروع کیں تو زمین کا وہ تمام حصّہ، جسے وہ کاشت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کر سکے، ان سے چھین لیا اور مسلمانوں میں اسے بانٹ دیا۔ یہ واقعہ ''کتاب الخراج'' میں بھی لکھا ہے اور ''کنز العمال'' میں بھی ہے۔ میں پھر اس بات کی وضاحت کرتا ہوں کہ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس چھینی ہوئی زمین کا کوئی معاوضہ نہ دیا تھا۔ بعض دوستوں نے کہا کہ یہ باتیں تو درست ہیں، لیکن ان باتوں کو ذاتی انتقام کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اس لیے ان باتوں کا اظہار نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ ذاتی انتقام کے لیے تو تمام تعزیرات کو استعمال کیا جاسکتا ہے، تو کیا اس خدشے کی بنا پر تمام تعزیرات میں تحریف اور تاویل کی جائے، اگر کوئی احکامِ الٰہی کو ذاتی انتقام کی خاطر استعمال کرتا ہے تو وہ اللہ اور معاشرے کے سامنے جوابدہ ہے اور اللہ کے قانون جزا و سزا سے بچ نہ سکے گا۔

سب کچھ لٹا دیا:

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حجاز کی ممتاز متموّل خاتون تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ جب اس ہمہ گیر اور بھرپور انقلاب کو برپا کرنے کا کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا، تو ان کا کاروبار مندا پڑنے لگا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آوازہ بلند کیا کہ تمام انسان اللہ کی نظر میں برابر ہیں۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ سردارانِ قریش سے افضل ہیں تو عربوں کی حمیتِ جاہلیہ کو سخت دھچکا لگا۔ پھر ہمہ تن انقلاب کے کام میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تجارت کا کام بند کر دینا پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس جس قدر اندوختہ تھا، اسلام پھیلانے کی خاطر خرچ کر ڈالا۔ تمام اثاثہ اس راہ میں لٹا دیا گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے، تو آپ کے پاس سواری کے لیے کوئی جانور بھی نہ تھا۔

سردارانِ قریش نے جب اس تحریک کو شدت سے اُبھرتے ہُوئے اور جھوٹی قدروں کو مسمار ہوتے ہُوئے دیکھا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حجاز کا حکمران بنانے کے لیے تیار ہو گئے اور کہا کہ ہم آپ کو اپنا فرمانروا بنالیں گے، ہم عرب کی حسین ترین عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں دینے کے لیے تیار ہیں، ہم دولت کے ڈھیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لگا دیں گے، بشرطیکہ آپ اسلامی نظریۂ حیات کے پرچار سے باز آجائیں۔ مگر اس انسان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جو تمام کائنات کی فلاح و بہبود کے لیے اٹھا تھا اور جو دونوں جہان کی سعادتیں بنی نوعِ انسان کی جھولی میں ڈالنا چاہتا تھا، ان تمام پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور گالیاں اور پتھر کھانے پر راضی ہو گیا۔ قریش اور عرب کے سرداروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: ہم تمہارے پاس کیسے آ کر بیٹھیں، تمہاری مجلس میں ہر وقت غریب، مفلس اور نچلے طبقے کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹاؤ تو ہم آ کر بیٹھیں گے، مگر وہ انسان جو رنگ، نسل خون اور خاک کے بتوں کو توڑنے کے لیے آیا تھا، اُس نے ان سرداروں کی خاطر غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا۔

تمام انسانوں کے لیے یکساں رحمت تھے:

اس تحریک کی ایک اُبھری ہوئی خصوصیت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے قبیلے، اپنے خاندان کے مفاد کو بنی نوعِ انسان کے مفاد پر ترجیح نہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قسم کی کنبہ پروری اور اقربا نوازی سے برتر رہے۔ اسی بات نے دُنیا والوں کو یقین دلایا کہ آپ تمام اقوام کے لیے سراپا رحمت بن کر آئے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی آواز پر ہر قسم کے انسانوں نے لبیک کہا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھرانے کی برتری کے لیے کام کرتے تو غیر ہاشمیوں کو کیا پڑی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیتے؟

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فکر لاحق ہوتی کہ قریش کی برتری اور اقتدار کو تو کسی طرح بچا لوں، تو غیر قریش عربوں کو کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ وہ اس کام میں شریک ہوتے؟ اگر آپ عرب کا بول بالا کرنے کے لیے اُٹھتے، تو بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کیا پڑی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیتے؟ وہ بات جس کی وجہ سے تمام بنی نوع انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھنچتے چلے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے لوث توحید پرستی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام ذاتی، خاندانی اور نسلی مفادات سے بلند و برتر ہونا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آوازہ بلند کیا کہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ سردارانِ عرب سے افضل ہیں اور ہر طرح کی فضیلت اور شرف، تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر ہے اور قریشی اور ہاشمی ہونے کی بناء پر تمہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، تو قریش اور عرب کے سردار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خون کے پیاسے ہو گئے۔آپ ﷺ کے قتل کی سازشیں کرنے لگے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ مکرمہ کو خیر باد کہنا پڑا۔ جب آپ ﷺ مکّہ سے جا رہے تھے،تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: علی رضی اللہ عنہ! تم یہاں رہ جاؤ، یہ لوگ جو میرے قتل کے درپے ہیں، انہیں ان کی امانتیں واپس لوٹا دینا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کی امانتیں لوٹا دینے والے اور ہم سیاست کی بُنیاد ہی غنڈہ گردی اور شہدا پن پر قائم کرنے والے، ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا نسبت؟

جب مکّہ فتح ہوا ،تو آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھانے والے، آپ ﷺ پر اوجھڑیاں پھینکنے والے، آپ ﷺ کے قتل کی سازشیں کرنے والے سب سر جھکائے ہوئے کھڑے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [1]

”جاؤ میں نے تم سب کو رہا کرتا ہوں، آج کے دن کے بعد تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔“

آج بات ختم ہوگئی اور میں نے تم سب کو معاف کیا۔ بات بات پر اپنے مسلمان بھائیوں سے کہنا کہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا، حد درجہ غیر اسلامی بات ہے۔ یہ فقرہ ابوجہل اور ابولہب کہتے تھے کہ ہم تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔پس ہر وہ شخص جو بار بار اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ کہتا ہے کہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا، ابوجہل اور ابولہب کی رُوح اس کے اندر حلول کر گئی ہے۔

منتشر اجزاء کو مرتّب کیا:

محمدی انقلاب ﷺ کی ایک اُبھری ہوئی خصوصیت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاشرے کے منتشر اجزاء کو مرتب اور مربوط کیا اور اسے باطل سے ٹکرا دیا۔اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ جوانوں کو بوڑھوں سے ٹکرا دیا ہو اور (GENERATION GAP) کا سوال پیدا کر دیا ہو، اُنہوں نے یہ نہیں کیا کہ غریبوں کو امیروں سے بھڑا دیا ہو، اُنہوں نے یہ نہیں کیا کہ مزدوروں کو صنعتکاروں سے اور کسانوں کو زمینداروں سے ٹکرا دیا ہو اور معاشرے کے

[1] المغنی عن حمل الاسفار للعراقی: 179/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف طبقوں کو آپس میں گتھم گتھا کر دیا ہو، جیسا کہ کارل مارکس اور لینن نے کیا۔ آپ نے جوانوں سے کہا کہ بوڑھوں کے سفید بالوں کا خیال کرو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوڑھوں سے کہا کہ بچوں پر شفقت کرو۔

مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَلَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا [1]

''جو بڑوں کا احترام نہیں کرتا اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا سب کچھ معاشرے کی فلاح و بہبود پر لگا دیا، تو اپنے قائد کے اس ایثار کو دیکھ کر معاشرے کے متموّل افراد کے اندر غریب پروری کا جذبہ خود بخود اُبھرنے لگا اور کسی جبر اور تشدد کے بغیر بلکہ شدید رضاء و رغبت کے ساتھ معاشرے کی خوشحالی پر بے دریغ خرچ کرنے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیروں سے کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ مال ومنال ہے، سب اللہ کا بخشا ہوا ہے اور غریبوں کا تمہارے مال میں حق ہے۔ ان کا حق ان کو لوٹا دو۔ یوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاشرے کے مختلف طبقوں کو باہم متحد اور منظم کیا اور حق کی حمایت میں باطل کے خلاف سب کو صف آرا کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''وَاللّٰہِ لَیُتِمَّنَّ ھٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔''

''اللہ کی قسم دعوتِ اسلام کا جو کام ہوا شروع ہے، پایۂ تکمیل تک پہنچ کر رہے گا۔ یہاں تک کہ صنعاء یمن سے حضر موت تک مسافر چلا جائے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا کھٹکا نہ ہوگا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔''

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَتُفْتَحَنَّ کُنُوْزَ کِسْرٰی [2]

''وہ وقت یقینی طور پر آنے والا ہے، جب کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں پر ڈھیر ہوں گے۔''

[1] مسند ربیع بن حبیب: 2 / 5 4، الکامل فی الضعفاء لابن عدی: 2098/6، مسند احمد: 222/2

[2] بخاری: 1413، 3595

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ الفاظ فرمائے، مسلمانوں کی بے چارگی کا یہ حال تھا کہ خود ان کے وطن کے دروازے بھی ان پر بند تھے، قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا نام سُن کر متعجب ہوئے۔ عدی بن حاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضبط نہ کر سکے۔ حیران ہو کر پوچھا: ''کون کسریٰ؟ کسریٰ بن ہرمز شہنشاہِ ایران؟'' فرمایا: ''ہاں! وہی اور کون۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عدی:

لَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا [1]

''عدی رضی اللہ عنہ تمہیں اس پر تعجب کیوں ہے۔ اگر تم زندہ رہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اسلامی معاشرے کی خوشحالیوں کا یہ حال ہوگا کہ ایک شخص مُٹھی بھر سونا لے کر صدقہ و خیرات کے لیے نکلے گا مگر کوئی خیرات لینے والا نہ ملے گا۔ سب آسودہ حال ہوں گے۔''

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں زندہ رہا اور میں ان لوگوں میں سے ہوں، جنہوں نے فتح ایران کے بعد کسریٰ کا خزانہ کھولا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلامی معاشرے کی خوشحالی کا وہ دَور دیکھا کہ صدقہ و خیرات لینے والا کوئی شخص نہ ملتا تھا۔ محمدی انقلاب امن اور سلامتی، آسودگی اور خوشحالی کا ضامن ہے۔ ایک لمحے کے لیے غور کیجئے، اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے وفائی کر کے ہم نے کیا پایا ہے۔ چوریاں اور ڈکیتیاں جن کے تذکرے سے آدھا اخبار بھرا ہُوا ہوتا ہے، افلاس، بھوک، چیتھڑے اور دھجیاں۔

ساتھیو! وقت کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ اس ملک میں محمدی انقلاب برپا کرنے کے لیے ہم اپنا مال، اپنا وقت، اپنی توانائی، اپنی تمام جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو کھپا دیں۔ نتائج تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ تمام عواقب اور نتائج سے بے پروا ہو کر اس عظیم مقصد کے لیے جسم و جان کی بازی لگا دینی چاہیے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

[1] بخاری: 1413، 3595

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور آدابِ معاشرت

دین محض نماز روزے کا نام نہیں۔ یہ سمجھنا غلطی ہے کہ جو زیادہ تسبیح پھیرتا ہے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے، وہ زیادہ دیندار ہے۔ بعض لوگ اللہ کے حقوق کے علاوہ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی خیال رکھتے ہیں، لیکن ایسے لوگ بہت کم نظر آتے ہیں، جنہیں یہ فہم حاصل ہو کہ آدابِ معاشرت (MANNERS) کو دین میں ایک مقام حاصل ہے۔ آدھا دین تو تہذیب و شائستگی سے عبارت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ وَ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ

''میرے رب نے علم عطا کیا اور بہت اچھا علم عطا کیا۔ میرے رب نے مجھے تہذیب سکھائی اور بہت اچھی تہذیب سکھائی۔''

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کے علاوہ تہذیب و شائستگی کا ذکر جُدا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہذیب و شائستگی کو اسلام میں ایک مستقل مقام حاصل ہے۔

عزیزو! یہ بات یاد رکھیے کہ محض کتابیں رٹنے سے آپ کرمِ کتابی تو بن سکتے ہیں لیکن آپ کی شخصیت ادھوری اور آپ کا دین بھی ادھورا رہ جاتا ہے۔ بقول مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ ''ادھوری سچائیاں ہمیشہ خطرناک ہوتی ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا، جس میں مُدعی کے پاس دو گواہ تھے۔ ایک گواہ کے بارے میں تو انہیں علم تھا کہ وہ قابلِ اعتماد ہے، لیکن دوسرے گواہ کی ثقاہت کا حال انہیں معلوم نہ تھا۔ آپ نے حاضرین سے پُوچھا: تم میں سے کوئی شخص گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص قابلِ اعتماد ہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ثقہ آدمی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پُوچھا:

''تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ قابلِ اعتماد ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَلْ جَاوَرْتَهُ اَمْ صَحِبْتَ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الَّذِي يُسْفِرُعَنِ الْحَقِيقَةِ اَمْ عَقَدْتَّ مَعَهُ عَقْدًا

''کیا تو اس کے پڑوس میں رہا ہے یا اس کے ساتھ سفر کیا ہے، جو انسان کی قلعی کھول دیتا ہے یا اس کے ساتھ کوئی کاروباری معاملہ کیا ہے؟''

اُس نے کہا: ''ان میں سے تو کوئی بات نہیں ہوئی۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَعَلَّكَ رَأَيْتَهُ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاَنْتَ لَاتَعْرِفُهُ [1]

''شاید تم نے اسے نماز کے بعد مسجد سے باہر آتے دیکھا ہے۔ تم تو اسے نہیں جانتے ہو۔''

کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آداب معاشرت کی تمام تفصیلات شرح و بسط سے موجود ہیں۔ آیئے ہم اس کا ایک مختصر جائزہ لیں۔

مسکرانا نیکی ہے:

ارشاد نبوی ہے:

تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ اَخِيكَ صَدَقَةٌ [2]

''اپنے بھائی سے ملتے ہوئے مُسکرانا بھی نیکی ہے۔''

اسلام دینِ فطرت ہے۔ وہ اسے ایک غیر فطری اور غیر طبعی بات قرار دیتا ہے کہ اس زندہ اور حسین کائنات میں جہاں چہچہاتے ہوئے پرندے، لہلہاتے ہوئے پودے، سرسبز و شاداب وادیاں اور اُبلتے ہوئے چشمے ہیں، ہم ایک روکھا، پھیکا اور بُجھا ہوا چہرہ لے کر پھریں۔ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَّسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [3]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مُسکراتا ہوا چہرہ نہیں دیکھا۔''

---

[1] ازالۃ الخفاء [2] ترمذی 1956؛ بیہقی: 118/5۔ [3] ترمذی: 3641۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکریہ ادا کرنا:

یہ جو ہم لوگ بات بات پر شکریہ ادا کرنے کے عادی ہیں، تو یہ خالص اسلامی بات ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ [1]

یعنی جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا ہے، وہ انسان جو سامنے نظر آتے ہیں، وہ خدا کی نعمتوں کا کفران بدرجہ اولیٰ کرتا ہے، وہ خدا جس کی ذات ناقابلِ ادراک ہے۔

اسلام نے آدابِ معاشرت کے جو خطوط متعین کیے ہیں، ان کا مقصد دوسروں کو راحت پہنچانا ہے اور معاشرے میں خوشگواری پیدا کرنا ہے۔ اسی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَفْشُو السَّلَامَ سلام پھیلاؤ۔ [2]

ایک دوسرے کو سلام کرنے میں بخل نہ کرو۔ قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا [4/النسآء:86]

"جب تمہیں سلام کیا جائے، تو تم اس سے زیادہ گرم جوشی اور تپاک سے جواب دو یا کم از کم اتنا تو ضرور لوٹا دو۔"

میں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بعض اساتذہ کو دیکھا ہے کہ اگر کوئی طالب علم انہیں سلام کرے تو وہ فیلٹ کے ساتھ گردن کو ذرا سا جھٹکا دیتے ہیں اور ہونٹوں کو جنبش دینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اُن کا یہ عمل غیر اسلامی ہے اور ہرگز لائقِ تحسین نہیں۔ یہ سب (COMPLEXES) کی باتیں ہیں۔ میں نے ایک بار امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مفردات میں سلام کا معنی دیکھا، اس میں لکھا ہے:

اَلسَّلَامُ التَّعَرِّیْ مِنَ الْاٰفَاتِ الظَّاهِرَةِ وَ الْبَاطِنَةِ

یعنی "ظاہری اور باطنی آفتوں سے محفوظ رہنا۔"

پس جب ہم کسی کو السلام علیکم کہتے ہیں، تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ تم جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر عافیت میں رہو۔ میں جذبات سے ہٹ کر خالص لغوی اور معنوی اعتبار سے کہتا ہوں کہ دُنیا کی کسی قوم کے آداب بجالانے کا طریقہ مُسلمانوں کے سلام کا لگّا نہیں کھاتا۔ جو

[1] ترمذی: 1955، مسند احمد: 257/2

[2] ترمذی: 1854، ابن ماجہ: 1334، 3251، کنز العمال: 25250، 25251

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلام علیکم کے مفہوم میں وسعت اور جامعیت ہے وہ (GOOD MORNING) یا (GOOD EVENING) میں کہاں؟

مصافحہ:

اسلام نے محبت کے اظہار کے لیے سلام کے علاوہ مصافحہ رکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا [1]

''اگر دو مسلمان آپس میں ملتے ہوئے اخوتِ دینی کی بنا پر مصافحہ کریں تو وہ جُدا ہونے سے پہلے بخش دیے جاتے ہیں۔''

معانقہ:

جب کوئی شخص مُدت کے بعد ملے یا لمبے سفر سے لوٹے، تو اس کے ساتھ اظہارِ محبت کے لیے معانقہ یعنی آپس میں گلے ملنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ اُنھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس وقت کُرتا اتارا ہوا تھا، آپ اسی حالت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگالیا اور انہیں چوما۔ اسی طرح جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے اور آپ سے ملے، تو حدیث میں آتا ہے:

فَالْتَزَمَهُ وَ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ [2]

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے چمٹ گئے اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔''

اسلام میں پرائیویسی کا تصور:

اسلام ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی کے کمرے میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہوں۔ قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَ تُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا [النور: 27/24]

---

[1] ابوداؤد: 5212، ترمذی: 2727، ابن ماجہ: 3703، کنز الاعمال: 35340

[2] ابوداؤد: 5220

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ اور گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ تم گھر والوں کو اطلاع نہ دو اور انہیں سلام نہ کرو۔''

انسان کبھی ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ پسند نہیں کرتا کہ دوسروں کی نگاہ اس پر پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صرف اجازت لینے ہی کی تلقین نہیں کی، بلکہ اس بات پر بھی زور دیا کہ کسی کے ہاں جاؤ، تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوا کرو۔ دروازے سے ہٹ کر دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہونا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دروازے پر کھڑے ہونے کے آداب بھی صحت تعین سے فرمائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے مستقل باب باندھا۔ بَابٌ كَيْفَ يَقُوْمُ عِنْدَ الْبَابِ یعنی انسان دروازے کے پاس کس طرح کھڑا ہو۔

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک میں سے اندر جھانکا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کنگھے سے اپنا سر مبارک کھجا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِيْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ [1]

''اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لیے دیا ہے کہ اندر نگاہ نہ پڑے۔''

یعنی جب تم اندر دیکھ رہے ہو، تو اس سے میری پرائیویسی میں تو تم نے خلل ڈال دیا ہے۔ اب اجازت مانگنے سے کیا حاصل۔ پرائیویسی کا جو مفہوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعین کیا تھا، اس دور کی متمدن قومیں اس میں رتی بھر اضافہ نہیں کر سکیں۔ ابوداؤد میں ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا اَتٰى بَابَ قَوْمٍ لَّمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ وَ لٰكِنْ مِّنَ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ [2]

''جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کے دروازے پر آتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دروازے کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تھے۔''

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ [النور 28/24]

---

[1] بخاری: 5924، مسلم: 2156، ترمذی: 2709، مسند احمد: 330/5

[2] ابوداؤد: 5186

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر تمہیں کہا جائے لوٹ جایئے، تو لوٹ جایئے۔ تمہارے معاملات کی صفائی کے لیے یہی بہتر ہے۔''

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی جنجال میں پھنسا ہوتا ہے یا بہت مضمحل ہوتا ہے یا اس پر کوئی ایسی افتاد پڑی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے آنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اسلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ جھوٹے بہانے تراشنے کی بجائے معذرت کرنی چاہیے اور یہ حکم دیا کہ آنے والے کو بھی معذرت قبول کرنی چاہیے۔ اس آیت پر عمل کرنے والے لوگ عنقا ہوئے۔ آج کل کسی بڑے سے بڑے متشرع آدمی سے کہیے کہ دوسرے وقت ملنے آیئے، تو دیکھیے کیسے بھنّاتا ہے۔ قرآن مجید نے ہمیں تلقین کی کہ تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی کے ہاں جانا مناسب نہیں حتیٰ کہ بچوں اور غلاموں کو بھی، جو ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں، اجازت لینی چاہیے:

ثَلٰثُ مَرّٰتٍ مِّنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ وَ حِيۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِيَابَكُمۡ مِّنَ الظَّهِيۡرَةِ وَ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّكُمۡ [النور 58/24]

''تین اوقات فجر کی نماز سے پہلے اور جب دوپہر کے وقت تم کپڑے اُتار لیتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد، یہ تین تمہاری پردہ داری کے اوقات ہیں۔''

مکان کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینا:

آپ کسی سے ملنے جایئے، تو اسے باہر کھڑے ہو کر زور زور سے آوازیں دینا اسلامی نقطۂ نظر سے ناشائستگی ہے، قرآن کہتا ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ

''وہ لوگ جو تمہیں کمروں سے باہر ہو کر زور زور سے پُکارتے ہیں، اُن میں سے اکثر عقل سے عاری ہیں۔'' [الحجرات 4/49]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہم احادیث اور مُستند تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دروازہ ناخنوں سے آہستگی کے ساتھ کھٹکھٹاتے تھے۔ [1]

---

[1] مناہل الصفا للسیوطی: 998، الشفاء، للقاضی عیاض: 90/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدابِ مجلس:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدابِ مجلس کا بھی تعین اور توضیح فرمادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی مجلس میں جاؤ، تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بیٹھنے کی کوشش نہ کرو۔ محدثین نے مستقل باب باندھا:

باب: یَجْلِسُ الرَّجُلُ حَیْثُ اِنْتَھٰی

"آدمی کو وہیں بیٹھ جانا چاہیے، جس جگہ مجلس ختم ہوتی ہو۔"

یہ جو آج کل آپ دیکھتے ہیں کہ محفل سے کوئی عارضی طور پر اُٹھ جائے، تو واپس آکر وہی اُس جگہ بیٹھنے کا حقدار ہوتا ہے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ یہ بات آج کل کی تہذیب کی پیداوار ہے، یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

اِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ رَجَعَ ھُوَ اَحَقُّ بِہٖ [1]

"جب کوئی آدمی مجلس سے اُٹھ جائے، پھر لوٹے تو وہی اُس کا زیادہ حق دار ہے۔"

اسلام نے مجلس میں بیٹھ کر سرگوشی کرنے کو بھی مذموم قرار دیا ہے، سورۂ مجادلہ میں ہے:

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا [المجادلۃ 58/10]

"سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے تاکہ وہ مسلمان کو رنجیدہ کرے۔"

جب دو آدمی مجلس میں بیٹھ کر سرگوشی کرتے ہیں، تو دوسروں کو خیال آتا ہے کہ شاید ہماری ہی نسبت کچھ کہہ رہے ہیں۔ کم از کم یہ گمان تو ہوتا ہی ہے کہ اُنہوں نے ہمیں اس قابل نہ سمجھا کہ ہمیں اس راز میں شریک کریں، چونکہ اہلِ مجلس کو اس سے خفت ہوتی ہے، اس لیے مجلس میں بیٹھ کر سرگوشیاں کرنے کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔

آج کل کی مہذب اور متمدن قوموں کے افراد گفتگو دھیمی آواز میں کرتے ہیں اور چیخ چیخ کر بات کرنے کو ناشائستگی سمجھتے ہیں۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ دھیمی آواز میں بات چیت کرنا نئی تہذیب کی پیداوار ہے۔ قرآن مجید نے اندازِ گفتگو کا سلیقہ بھی ہمیں سکھایا ہے:

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ

[1] ابوداؤد 4853، ابن ماجہ: 3717

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اپنی آواز کو دھیما رکھ۔ سب سے بھدی اور بھونڈی آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔'' [لقمان 31/19]

مجلسِ نبوی ﷺ میں بیٹھنے کے آداب بھی قرآن مجید نے سکھائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ [الحجرات 2/49]

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اُونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ اُونچی آواز میں بات مت کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں بے تکلفی سے کرلیا کرتے ہو۔''

اور یہ بھی فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى [الحجرات 3/49]

''یقیناً جو لوگ اپنی آوازیں بارگاہِ رسالت ﷺ میں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل تقویٰ اور پرہیزگاری کے لیے منجھ گئے ہیں۔''

یہ سمجھنا صریحاً خام کاری ہے کہ قرآن مجید نے مجلسِ نبوی ﷺ میں جن آداب کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی ہے، اُن کا تعلق صرف مجلسِ نبوی ﷺ ہی سے تھا۔ کیا مجلسِ نبوی ﷺ کے اُٹھ جانے کے بعد یہ آیتیں معطّل ہو گئی ہیں اور ان کی کوئی افادیت باقی نہیں رہی......؟ بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب ہمیں مجلسِ نبوی ﷺ ہی سے سیکھنا ہیں اور بزرگوں کو اہلِ محفل سے برتاؤ کا ڈھنگ بھی بارگاہِ رسالت ﷺ ہی سے سیکھنا چاہیے۔ ہم شمائل ترمذی میں پڑھتے ہیں:

''آپ ﷺ اپنے ہم نشینوں میں سے ہر ایک کو اس کے حصے سے نوازتے ہیں یعنی ہر ایک کی طرف جدا جدا التفات فرماتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا ہر ایک ہمنشیں یہ سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ ﷺ کو کوئی عزیز نہیں۔ آپ ﷺ کشادہ رُو اور نرم خُو تھے۔ سخت مزاج اور درشت گو نہ تھے۔ چلّا کر نہیں بولتے تھے، نہ کسی کے عیب نکالتے تھے۔ کسی کی تعریف میں مبالغہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے تھے۔ کسی کی کوئی بات آپ ﷺ کو ناگوار ہوتی، تو اُس سے تغافل فرماتے یعنی اس پر گرفت نہ فرماتے اور صراحتاً اس سے مایوسی بھی نہ فرماتے بلکہ خاموش ہو جاتے۔''

بے جا مداخلت نہ کیجیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد آداب معاشرت کا ایک زریں اصول ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيهِ [1]

آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ غیر متعلق بات میں دخل نہ دے۔ دوسروں کے معاملات میں بے جا دخل دینے کی بیماری عورتوں میں نسبتاً زیادہ ہے۔ دوسروں کے ذاتی اور گھریلو معاملات کرید کرید کر پُوچھنے میں انہیں لذّت آتی ہے۔ چھپی ہوئی باتوں کی ٹوہ لگاتی ہیں۔ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ چھوٹتے ہی پوچھتے ہیں کہ تمہاری آمدنی کتنی ہے۔ بعض لوگ فریقین کی خواہش اور آمادگی کے بغیر خود بخود ہی ثالث بن بیٹھتے ہیں۔ یہ سب باتیں بے جا دخل اندازی میں داخل ہیں اور اسلام انہیں مذموم قرار دیتا ہے۔

قرآن ہمیں حکم دیتا ہے:

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا [البقرہ:83/2]

''لوگوں سے بھلی اور خوشگوار بات کہو۔''

اور مومنوں کا یہ وصف بھی بیان کرتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ [المومنون:3/23]

''وہ لغو اور بیہودہ بات سے پہلو تہی کرتے ہیں۔''

بات ٹھہر ٹھہر کر کیجیے:

میرے ایک عزیز چند روز ہوئے مجھے کہنے لگے کہ جدید رجحان (MODREN TREND) تو یہ ہے کہ بات کرتے وقت ہر لفظ بلکہ ہر حرف کا تلفظ صاف، واضح

---

[1] صحیح لغیرہ، ترمذی: 2419، ابن ماجہ: 3976۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(CLEARLY) اور جُدا جُدا (DISTINCTLY) کیا جائے۔ میں نے اُن سے کہا کہ یہ رُجحان جدید کیوں کر ہوا، اس کی تلقین تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہم حدیث میں پڑھتے ہیں۔

كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ [1]

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو کرتے تو ہر لفظ جُدا جُدا بولتے۔ تمام لوگ جو اِسے سنتے وہ سمجھ جاتے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پہلو میں بیٹھ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بڑی تیزی کے ساتھ حدیث بیان کرنا شروع کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ٹوکا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس تیزی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے، بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گِن سکتا تھا۔

[1] ابو داؤد: 4839، کنز الاعمال: 18433، مسند احمد: 138/6۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے پینے کے آداب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اگر آپ اکٹھے بیٹھ کر کھائیں، تو کسی شخص کو نہ چاہیے کہ وہ دو دو چھوہارے اکٹھے کھائے جب تک اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے۔''

مجھے جلسوں اور کانفرنسوں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے، یہ دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے کہ علماء اس تہذیب اور شائستگی سے یکسر تہی دامن ہیں، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں سکھائی تھی۔ بڑے بڑے مولویوں کو دیکھا ہے کہ دستر خوان پہ بیٹھے ہوں اور ملازم ڈونگے میں سالن لائے تو تمام سالن اپنی قاب میں نہایت چابکدستی سے اُلٹ لیتے ہیں، ون دہاڑے سب ساتھیوں کے سامنے، علی الرغم اور سمجھتے ہیں کہ دین سے آداب کا کوئی تعلق نہیں ہے اور دین محض تسبیح آرائی ہی کا نام ہے، وہ نہیں سمجھتے کہ ان آداب کو نظر انداز کرنا صریحاً بے دینی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلْ مِمَّا يَلِيكَ [1]

''کھانے میں سے وہ کھاؤ جو تمہارے قریب ہے۔''

بعض لوگ دوسروں کے سامنے سے ہاتھ بڑھا کر جھپٹ لیتے ہیں۔ یہ نفس پر حرص و طمع کے غلبے کی دلیل ہے۔ بعض جاہل صوفیا کو دیکھا ہے کہ دستر خوان پر چند لقمے کھا کر پیچھے ہٹ بیٹھتے ہیں اور انہیں یہ زعم ہوتا ہے کہ یہ پارسائی کا تقاضا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''جب دستر خوان بچھا دیا جائے، تو کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ دستر خوان اُٹھانے سے پہلے ہی اُٹھ کھڑا ہو اور نہ کسی کو اپنا ہاتھ کھینچنا چاہیے، اگرچہ وہ سیر ہو گیا ہو۔''

[1] بخاری: 3576-3577، مسلم: 5269، ابن ماجہ: 3267

19696

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی علت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بتائی کہ اِنَّ ذَالِكَ يُخجِلُ جَلِيسَهٗ [1] اس بات سے اس کے ہمنشین کو خجالت ہوگی۔ اسے خیال ہوگا کہ شاید میں بسیار خوری کا ارتکاب کر رہا ہوں، وہ بھی اپنا ہاتھ سکیڑ لے گا اور ہو سکتا ہے کہ اُسے کھانے کی حاجت ابھی باقی ہو۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ وہ لقمے جو ہم سیر ہونے کے بعد ساتھیوں کے پاس خاطر سے کھاتے ہیں، اُن میں سے ہر ہر لقمے پر بھی اجر اور ثواب مرتب ہوتا ہے۔

بعض مہمان دھرنا مار کر بیٹھ رہتے ہیں اور اتنا لمبا قیام کرتے ہیں کہ صاحبِ خانہ ملول ہونے لگتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے غیر اسلامی حرکت قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ مہمان کو قیام کا حق تین روز ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحَرِّجَهٗ [2]

”اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ میزبان کے ہاں اتنا قیام کرے کہ وہ تنگ آ جائے۔“

آپ نے غور کیا کہ محفل میں بیٹھ کر سرگوشیاں کرنا اسلام نے اس لیے مذموم قرار دیا کہ اس سے مسلمان بھائیوں کو رنجش ہوتی ہے اور کھانے سے ہاتھ کھینچنے کو اس لیے ناجائز قرار دیا کہ اس سے ساتھیوں کو خجالت ہوتی ہے اور لمبے قیام کو اس لیے ممنوع قرار دیا کہ صاحبِ خانہ کا دل تنگ نہ آ جائے۔ ان آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ اسلام نے آدابِ معاشرت کے خطوط اس اصول کی روشنی میں متعین کیے ہیں کہ کسی شخص کی کوئی حرکت دوسرے شخص کے لیے اذیت، رنجش، خفت، گرانی، انقباض، تکدّر، خجالت، تشویش، توحُّش یا کسی اور ناگواری کا باعث نہ ہو۔

عزیزانِ گرامی! یہ خیال نہ کیجیے کہ جیسے ایک خطیب تخیّل کی رفتار سُست ہونے کی وجہ سے مترادف لفظوں کی بھرمار کرتا ہے، میں نے متعدد ہم معنی لفظ بول دیے ہیں۔ میں ان میں سے ہر لفظ ایک جدا مفہوم ادا کرنے کے لیے بول رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا کہ تہذیب وشائستگی کی کیسی لطافتیں اور باریکیاں اسلام نے ہمیں سمجھائی ہیں۔

ہزار نکتۂ باریک تر زِ مُو اینجاست

یہی معنی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشادِ گرامی کا:

---

[1] ابن ماجہ: 3294-3295 [2] مسلم: 4514

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ [1]

''صحیح معنوں میں مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔''

اگر آپ ان ناگواریوں سے کسی ناگواری کا باعث ہوتے ہیں تو مسلمان آپ سے محفوظ اور سلامت نہیں ہیں۔ سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شبِ برات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بستر سے اٹھے تو اس خیال سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیند میں خلل نہ پڑے، آہستہ اٹھے۔ نعل مبارک آہستہ پہنا کہ اس کی آواز نہ ہو، کواڑ آہستہ سے کھولا، باہر آہستہ سے تشریف لے گئے اور کواڑ آہستہ سے بند کیا۔ [2]

سونے والے کی کس قدر رعایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سکھائی کہ کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے، جس سے سونے والا دفعتاً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔ دیکھیے یہ تہذیب وثقافت کی کیسی تابناک روایات ہیں جو ہمارے حصے میں آئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عیادت کے لیے جایئے تو بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیے، تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ جایئے۔

آپ غور کیجیے کہ اس حدیث میں کس قدر دقیق رعایت ہے اس بات کی کہ کوئی کسی کی گرانی کا سبب نہ بنے۔ مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے کی اس لیے ممانعت فرمادی کہ آپ جب تک مریض کے پاس بیٹھے رہیں گے، اسے آپ کی طرف متوجہ رہنا پڑے گا اور آپ سے بات چیت کرنی پڑے گی۔ زیادہ گفتگو سے بیمار مضمحل ہوتا ہے۔ بعض عیادت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں مریض کروٹ بدلنے میں اور پاؤں پھیلانے میں حجاب محسوس کرتا ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا ارشاد ہے:

مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْبَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا [3]

''جو (کچا) لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یعنی مجلس میں نہ بیٹھے۔''

دیکھیے اس خیال سے کہ پیاز کی بو سے اہلِ مجلس کی طبیعت مکدّر ہوگی، پیاز کھانے

---

[1] بخاری: 10، 6484، مسلم: 64۔ [2] نسائی: 3415، 3416۔

[3] بخاری: 855، مسلم: 1253، ابوداود: 3822۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے کو مجلس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ میں نے جو آیات اور احادیث آپ کو سنائی ہیں، ان کی روشنی میں فقہائے کرام نے بہت سی تفصیلات مرتب کی ہیں۔ ان میں سے بعض عرض کیے دیتا ہوں:

1 اگر کسی کے ہاں آپ مہمان ٹھہریں اور آپ کھانا کھا چکے ہوں، تو دستر خوان بچھ جانے پر یہ اطلاع دینا کہ کھانا کھا چکا ہوں مذموم ہے۔ میزبان انتظام کی زحمت اٹھاتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کا اہتمام اور طعام دونوں اکارت گئے۔

2 اگر کوئی صاحب بیمار ہوں اور پرہیزانہ کھاتے ہوں، تو دستر خوان بچھ جانے کے بعد ناک چڑھانا اور نخرے بگھارنا اور یہ کہنا کہ میں تو پرہیزانہ کھاتا ہوں، میزبان کے لیے خجالت کا باعث ہوتا ہے، آپ کسی کے مہمان ٹھہریں، تو جاتے ہی صاحب خانہ کو بتا دیجئے کہ آپ پرہیزانہ کھاتے ہیں۔

3 بعض لوگ کسی کے ہاں ٹھہرتے ہیں، تو دھڑلے سے اوروں کو بھی دستر خوان کی طرف بلاتے ہیں۔ مہمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اوروں کو دعوت دیتا پھرے، اسے کیا خبر کہ گھر میں کھانا کتنا ہے؟ پھر اسے اس بات کا استحقاق بھی تو نہیں، یہ غیر متعلق بات میں دخل دینا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر اس کا تلخ تجربہ ہے۔

میری ایک عزیزہ سفر پر جا رہی تھیں۔ بہت سے قرابت دار انہیں خیر باد کہنے کے لیے میرے ہاں آئے ہوئے تھے، میں نے عزیزہ سے کہا کہ تم کھانا کھالو، گاڑی کا وقت ہوا چاہتا ہے، ایک بڑی بوڑھی خاتون نے اعلان کر دیا کہ ہم کھانا کھانے لگے ہیں، جو شریک ہونا چاہتا ہے، ساتھ کے کمرے میں آجائے۔ کمرہ کھچا کھچ بھر گیا۔ سارے گھر کا کھانا دستر خوان پر لانا پڑا۔ عزیزہ کے لیے جو زادِ سفر تیار کیا تھا، وہ بھی لایا گیا۔ سب کے حصے میں دو دو لقمے آئے، سب شرمندہ ہوئے۔

4 بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہاں مدعو ہو، تو کہتے ہیں کہ ہمارے بھی ان سے مراسم ہیں۔ چلیے ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔ ان سے مل کر دستر خوان بچھنے سے پہلے ہی لوٹ آئیں گے۔ یہ عادت بھی مذموم ہے اور صاحب خانہ کے لیے باعث تشویش ہے۔ اگر صاحب خانہ بٹھا لے تو ان کے لیے یکا یک کھانا مہیا کرنے کی تکلیف ہوتی ہے اور کبھی تو سالنوں میں پانی انڈیلنا پڑتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر صاحبِ خانہ رخصت کر دے، تو اسے شرمندگی اور خجالت ہوتی ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے دوسروں کے لیے اذیت کا باعث ہونا یا خجالت کا باعث ہونا یکساں مذموم اور ممنوع ہے۔

حضرات! میں نے آپ کو سلام، مصافحہ اور معانقہ کے آداب بتائے۔ یاد رکھیے کہ سلام، مصافحہ، معانقہ اور ان تمام آداب کا مقصد دوسروں کا جی خوش کرنا اور انہیں راحت پہنچانا ہے۔ جب علّت ساقط ہو جائے تو معلول بھی ساقط ہو جاتا ہے، اگر مصافحہ اور معانقہ سے کسی وقت دوسرے کو اذیت ہو تو شائستگی کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ایسے وقت میں مصافحہ اور معانقہ سے اجتناب کیجیے مثلاً:

5 اگر کسی آدمی کا ہاتھ زخمی ہے تو اسے مصافحہ کی زحمت نہ دیجیے۔

6 اسی طرح اگر کوئی آدمی نہایت تیزی سے قدم اٹھا رہا ہے اور اس کی رفتار کی تیزی صاف بول رہی ہے کہ اس کی گاڑی چھوٹنے والی ہے یا اسے دفتر پہنچنے میں دیر ہو گئی ہے، تو ایسی صورت میں اسے مصافحے کے لیے ٹھہرانا اذیت کا باعث ہے، لہٰذا اسلامی نقطۂ نظر سے ناقابل تحسین ہے۔

7 کسی مجلس میں اگر پچاس آدمی بیٹھے کسی مسئلے پر غور کر رہے ہوں اور آپ دیر سے آئے ہیں، تو تہذیب کا تقاضا یہی ہے کہ آپ محض سلام پر اکتفا کیجیے۔ پچاس آدمیوں سے جدا جدا مصافحہ کرنا، سلسلۂ گفتگو کاٹنا اور دیر تک اس میں خلل ڈالنا اہلِ مجلس کے لیے گرانی اور تکدّر کا باعث ہوتا ہے اور آپ کو اذیت جدا ہوئی۔

8 اسی طرح بعض لوگوں کو ہر وقت اور ہر جگہ معانقے کی عادت ہوتی ہے۔ بیمار، ضعیف، ناتواں اور نازک مزاج لوگوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے۔ معانقہ اسی وقت تک درست ہے، جب تک کہ وہ راحت اور آرام کا باعث ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے جہاں تہذیب و شائستگی کی یہ لطافتیں اور باریکیاں سکھائی ہیں، ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا:

اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَ یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ خَیْرٌ مِّنَ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ [1]

”وہ مومن جو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر اور تحمل سے

[1] ابن ماجہ: 4032، فتح الباری: 512/1۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام لیتا ہے اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے میل ملاپ نہیں رکھتا ہے اور ان کی ایذاء پر صبر و تحمّل سے کام نہیں لیتا ہے۔‘‘

انسان کے عقائد و عبادات میں خلل پڑے، تو اس میں انسان کا ذاتی نقصان ہے اور آدابِ معاشرت میں کوتاہی ہو، تو دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اپنے آپ کو ضرر پہنچانے سے سنگین تر ہے۔ آخر کچھ بات تو ہے کہ سورۂ فرقان میں جہاں اللہ نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف بیان کیے، حُسنِ معاشرت کا ذکر ان کی تہجد گزاری اور شب زندہ داری کے ذکر سے مقدم رکھا:

وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۝

’’اور رحمان کے بندے جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں اور جب بے سمجھ لوگ ان سے بات کرتے ہیں، تو وہ سلامتی اور آشتی کی بات کہتے ہیں اور ان کی راتیں اپنے رب کے حضور بسر ہوتی ہیں۔ کبھی سجدے کی حالت میں اور کبھی قیام کے عالم میں۔‘‘ [الفرقان:25/63-64]

اسلام نے جو آدابِ معاشرت ہمیں سکھائے ہیں۔ میں نے ان کا ایک اجمالی سا خاکہ آپ کے سامنے رکھا ہے۔ دوستو میرا یہ ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس کائنات کے سب سے مہذب اور متمدّن انسان تھے۔ وہ تہذیب و ثقافت جو اُنہوں نے ہمیں بخشی ہے، اس قدر جامع اور ہمہ گیر ہے کہ ہر مقام اور ہر زمانے میں زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ آپ یقین کیجیے کہ زمانے کی لنبان گو کتنی آگے بڑھ جائے، دنیا کی مہذّب اور متمدن قومیں اس سے بہتر تہذیب و ثقافت کو جنم دینے سے عاجز رہیں گی۔ عزیزو! انگریز یہاں سے رخصت ہوا اور تمہارے جسموں پر اس کی حکمرانی شائد باقی نہ رہی ہو، لیکن تمہارے ذہنوں پر وہ اب بھی چھایا ہوا ہے اور تمہارے دِلوں پر وہ ابھی تک براجمان ہے۔ یہ کیسا احساس کمتری ہے، یہ کیسی رُلا دینے والی بدبختی ہے، یہ کیسا ہنگامہ زبونیِ ہمت ہے کہ تمہارے اپنے گھر میں ثقافت اور تہذیب کے یہ لعل و جواہر ہیں اور تم غیروں کے خذف ریزوں پر للچائی ہوئی نظر ڈالتے ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادب پہلا قرینہ

بعض لوگ انبیاء اور صلحاء کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں اور زبان سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکالتے، جس سے ان کی تعظیم میں کوئی فرق آئے یا جس سے اُن کی توہین کا کوئی پہلو نکلتا ہو، لیکن اللہ عزوجل وتبارک وتعالیٰ کے بارے میں اُن کی زبانیں چھوٹ (بے لگام) ہوتی ہیں۔ یہ بھی ایک شیطانی وسوسہ ہے کہ خدا کو جو جی میں آئے کہہ لو، مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گُستاخی موجب حرماں ہے، لیکن بارگاہِ الٰہی کے آداب ملحوظ نہ رکھنا بھی صریحاً گمراہی ہے۔

آیئے کتاب وسنت کی روشنی میں دیکھیں کہ آدابِ بارگاہ الٰہی کے کیا سلیقے ہمیں سکھائے گئے ہیں۔

آدم وابلیس کے قصے پر ایک نظر ڈالیے۔ ابلیس جب نافرمانی اور اکڑفوں کی وجہ سے راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا، تو اس نے کہا:

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ [الاعراف:16/7]

''اے اللہ تو نے ہی مجھے گمراہ کیا ہے۔ میں تیری سیدھی راہ میں رکاوٹ بن کر بیٹھ جاؤں گا۔''

حضرت آدم علیہ السلام سے بھی لغزش ہوئی، مگر اُنہوں نے یوں نہیں کہا کہ تُو نے مقدر کر دیا تھا، عرض کیا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تُو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خائب وخاسر ہو جائیں گے۔'' [الاعراف:23/7]

ابلیس نے اپنے جرم کا ذمہ دار خدا کو ٹھہرایا اور یہ گستاخی کی بات تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باادب تھے، انہوں نے کہا کہ ہم نے خود اپنے آپ پر زیادتی کی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا ادب دیکھیے۔ سمندروں میں کام کرنے والے مسکینوں کی کشتی کو عیب دار کیا تو یوں کہا:

فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا [الکھف:79/18]

''میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں''

اور وہ دو یتیم بچے جن کا باپ ولی اللہ تھا، ان کی گرتی ہوئی دیوار بنا کر ان کا خزانہ محفوظ کرنے کا ذکر یوں کیا:

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا

''تیرے رب نے چاہا کہ وہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔'' [الکھف:82/18]

بندگی کا تقاضا ہے کہ ہر عیب اور نقص اپنے نفس کی طرف منسوب کریں۔ اپنے دامن کے داغوں کا ذمہ دار اپنے آپ کو ہی ٹھہرائیں اور تمام اچھائیاں اور بھلائیاں خداوند قدوس کی طرف منسوب کریں اور تمام محاسن اور رعنائیوں کا سرچشمہ اسی ذات کو جانیں۔

انبیاء کو دیکھیے کہ بارگاہِ الٰہی میں کس قدر مؤدب تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ وَالَّذِیْ هُوَ يُطْعِمُنِیْ وَيَسْقِيْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ [الشعرآء:78/26-80]

''وہ جس نے مجھے پیدا کیا وہی میرا ہادی ہے۔ وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں، تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔''

آپ نے غور کیا کہ اپنی تخلیق کو اللہ کی طرف منسوب کیا۔ اپنی ہدایت کو اسی کی طرف منسوب کیا۔ کھلانے اور پلانے کو اسی کی طرف منسوب کیا۔ شفا کو بھی اسی کی طرف منسوب کیا۔ لیکن جب بیماری کا ذکر کیا تو یہ نہیں کہا کہ جب وہ بیمار کرتا ہے، بلکہ یوں کہا جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا ادب ملاحظہ کیجیے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے جب اللہ نے پوچھا:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [المائدہ:116/5]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خداوند ٹھہرا لو۔"

عرض کیا:

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [المائدہ 116/5]

"اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی، تو آپ کو اس کا علم ہوتا۔ آپ تو میرے جی کا سب حال جانتے ہیں اور مجھے آپ کے جی کی کوئی بات معلوم نہیں۔ یقیناً آپ سب پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہیں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہنی تو یہی بات تھی کہ لَمْ اَقُلْهُ نہیں میں نے یہ بات نہیں کہی، لیکن احترام بارگاہِ الٰہی کا تقاضا تھا کہ اسلوب میں شائستگی ہو اور بات کو 'نہیں نہیں' سے شروع نہ کیا جائے۔ پھر اللہ کے حضور میں ان کی سفارش کی تو یہ نہیں کہا لَا تُعَذِّبْهُمْ انہیں عذاب نہ دیجیے۔ بلکہ یوں کہا:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

"اگر آپ ان کو عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور آپ کا حق ہے نافرمانیوں پر انہیں سزا دیں۔ اور اگر آپ انہیں بخش دیں تو آپ غالب و دانا ہیں۔ یعنی کسی عجز کی بنا پر نہیں، بلکہ انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے انہیں بخشیں گے اور آپ کی صفت حکیم کا تقاضا ہے کہ آپ انہیں معاف فرما دیں۔" [المائدہ 118/5]

انبیاء اور اولیاء پر ادب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے، جس کیفیت میں وہ اللہ تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے نہ امر کا صیغہ بولیں، نہ نہی کا صیغہ بولیں۔ نہ فقرے کی ابتداء لفظ نہیں سے کریں۔

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو ایں جاست

ادب کی یہی کیفیت کلیم اللہ علیہ السلام پر طاری تھی، جب انہوں نے کہا تھا:

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ [القصص:24/28]

"میرے پروردگار! آپ نے جو چیز میرے لیے مہیا کی ہے، میں اس کا محتاج ہوں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نہیں کہ اَطْعِمْنِی ، مجھے کھانا کھلاؤ۔ امر کے صیغے سے اجتناب کیا۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام پر بھی یہی کیفیت طاری تھی:

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

''جب اُنہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف ہوگئی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' [الانبیاء 21/83]

یہ نہ کہا: عَافِنِیْ وَ اشْفِنِیْ۔ مجھے عافیت دے اور مجھے شفا دے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اللہ تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے، وہ انہی کے مقام ارفع و اعلیٰ کے مطابق اور انہی کے شان کے شایاں تھا۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے باب الادب کا آغاز اس آیت سے کیا۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی...... جب تجلیاتِ الٰہی بھرپور آپ کی ذات گرامی پر وارد ہوئیں، تو آپ کی نگاہ نہ دائیں ہٹی اور نہ بائیں جانب اور نہ حدود سے متجاوز ہو کر آگے گزری اور یہ کمال ادب ہے کہ جو کچھ دکھلانا مقصود تھا، اسی پر نظریں جمی رہیں اور دائیں بائیں التفات نہ کیا۔

پھر عبودیت اور ادب کا حسن دیکھیے۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ''مدارج السالکین'' میں اس آیت کی توضیح یوں فرماتے ہیں:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰهُ بِبَصَرِهٖ بَلْ صَدَّقَهٗ وَوَاطَأَهٗ وَ وَافَقَهٗ۔

جو کچھ انہوں نے آنکھ سے دیکھا، دل نے اسے جھٹلایا نہیں، بلکہ اس کی تصدیق کی، اور اس کی موافقت کی، یعنی قلب ونظر میں ہم آہنگی ہوئی، روح اور جسم میں ہم آہنگی ہوئی۔ بصیرت اور بصارت میں ہم آہنگی ہوئی۔ یعنی ہمہ تن، ہمہ دل ان تجلّیات میں ڈوب گئے، جو ان پر نازل کی گئی تھیں اور جیسے نگاہ باادب تھی دل نے بھی دائیں بائیں التفات نہ کیا اور جو کچھ دِکھلانا مقصود تھا، اس سے زیادہ کی تمنا نہ کی۔ انسان کی عام حالت تو یہی ہے کہ جب اسے کوئی مقام عطا کیا جاتا ہے، تو وہ اس سے بلند مقام کی آرزو کرتا ہے۔

چوں نظر قرار گیرد بنگار خوبروئے
تپد آں زماں دلِ من پئے خوبتر نگارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، تو دیدار کی تمنا کی، ادب کا یہ ارفع واعلیٰ مقام آپ ہی کے شان کے شایاں تھا۔

حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ ''مدارج السالکین'' میں لکھتے ہیں کہ بارگاہِ الٰہی میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ادب ہی کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج تمام انبیاء سے اتم واکمل ہوا اور وہ قرب کے اس مقام پر پہنچے، جہاں کوئی نبی اور ولی نہیں پہنچ سکا۔ پس بارگاہِ الٰہی کا ادب حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہی کی ذاتِ گرامی سے سیکھیے۔

یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ خلوت میں بھی برہنہ نہ رہو، تو اس کا باعث بھی اللہ کا ادب و تعظیم ہے۔ یہ ستر عورہ بھی ادب ہے۔ یہ نماز سے پہلے وضو کرنا اور وضو کے دوران کُلیاں کرنا بھی بارگاہِ الٰہی کا ادب ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی ست

''ہزار بار بھی اگر مُشک وگلاب سے کُلیاں کروں پھر بھی تیرا پاک نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ نماز میں صرف ستر عورہ کا حکم نہیں، بلکہ اخذ زینت کا حکم ہے۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ مسجد یہاں ظرف زماں ہے، تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کرلیا کرو۔

آہ! یہ کیسا المیہ ہے کہ تم دنیوی کاروبار کے لیے جاؤ تو بن سنور کر جاؤ۔ کسی ایرے غیرے افسر سے ملنے جاؤ تو سج دھج نکال کر جاؤ اور اس رب السمٰوات والارض اور رزّاق مطلق کی بارگاہ میں آؤ تو گندی بنیان اور غلیظ دھوتی باندھ کر چلے آؤ:

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا [نوح: 13/71]

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم نے اللہ کا وقار دل سے اٹھا دیا ہے۔''

بعض بزرگوں کے حالات میں پڑھا ہے کہ وہ اپنا بہترین لباس نماز کے لیے مخصوص رکھتے تھے اور کہتے تھے۔ اَلْعَبْدُ يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَلْبَسَ اَزْيَنَ ثِيَابِهٖ وَاَجْمَلَهَا فِي الصَّلٰوةِ...... بندے کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنا حسین ترین لباس نماز میں پہنے۔ پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکوع وسجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا، تو اس کا باعث یہ ہے کہ رکوع وسجود تذلل کی حالت ہے اور تذلل کی حالت میں کلام الٰہی کا پڑھنا سوءِ ادب ہے اور یہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نماز میں آسمان کی طرف مت دیکھو، یہ بھی کمال ادب ہے کہ بندہ اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے رکھے اور اوپر نظر اُٹھا کر نہ دیکھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ:

اَلدِّیْنُ کُلُّهٗ اَدَبٌ لِکُلِّ وَقْتٍ اَدَبٌ وَ لِکُلِّ مُقَامٍ اَدَبٌ وَ لِکُلِّ حَالٍ اَدَبٌ

''دین سراسر ادب ہے۔ ہر وقت کا ایک ادب ہے، ہر مقام اور ہر حال کا ایک ادب ہے۔''

بارگاہِ الٰہی کے ادب کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنی عبادت کو حقیر جانے۔ تمام انبیاء اور اولیاء جنہوں نے اپنی زندگیاں ذکر وعبادت میں کھپا دیں، سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور سب رُوح کی گہرائیوں سے کہہ رہے ہیں:

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ وَمَا عَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔

''تیری معرفت اور عبادت کا حق ہم سے ادا نہ ہو سکا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کا بیشتر حصہ اللہ کے حضور کھڑے رہتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ گیا، لیکن سرِ نیاز بارگاہِ الٰہی میں جھکا ہوا تھا۔ فرماتے تھے کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہ جائے گا۔ پھر فرمایا کہ میں بھی اپنے عمل سے جنت میں نہ جاؤں گا، جب تک اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ نہ دے۔ [1]

یہ جو بعض مشائخ کی زبان سے اس کے برعکس بات نکلی، تو وہ اگر غلبۂ حال میں نکلی تو ہم ادباً اور احتراماً یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ غلبۂ حال کی وجہ سے وہ معذور تھے اور قابلِ عفو۔ مگر ان کی بات حجت تو نہیں ہو سکتی۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے کہا:

نَحْنُ بِمَا لُوْهِيَّتِنَا قَدْ جَعَلْنَاكَ اِلٰهًا وَنَحْنُ بِعِبَادَتِنَا قَدْ جَعَلْنَاكَ مَعْبُوْدًا
اَلَا تَشْكُرُلَنَا رَبَّنَا اِلٰهَنَا۔

''ہم نے اپنی مالوہیت سے تمہیں اپنا الٰہ بنا دیا ہے۔ ہم نے اپنی عبادت سے تجھے معبود بنا لیا ہے۔ اے ہمارے خدا! اے ہمارے پروردگار! کیا تو ہمارا

---

[1] مسلم وبخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکر گزار نہیں ہے۔"

یہ بات غلبہ حال ہی میں کہی گئی ہے اور راہِ صواب سے ہٹی ہوئی اور قابلِ تقلید نہیں ہے۔اسی لیے میں کہتا ہوں مشائخ اور بزرگوں کے اقوال بعض اوقات باہم متناقض ہوتے ہیں۔کبھی کوئی بات غلبۂ حال میں کہتے ہیں، کبھی بشریت کا تقاضا ہوتا ہے۔پس اللہ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات گرامی ہے جن کی بات حجت قاطعہ ہے۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىo [النجم:53/3-4]

ان ہی کی ذاتِ گرامی معصوم ہے، باقی سب غیر معصوم اور غیر معصوم سے لغزش کا ہر آن احتمال ہے۔قول میں بھی اور عمل میں بھی۔جب لغزش کا احتمال ہے، تو اسے حجت کیونکر ٹھہرا سکتے ہیں۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں:

مارا بنص کار است نہ بفص، مارا عربی مدنی در کار است، عربی مکی در کار نیست۔

ہمیں نص قرآنی سے کام ہے، شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی "فصوص الحکم" سے نہیں۔ ہمارے لیے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجت ہیں، محی الدین ابنِ عربی نہیں۔(واجب الادب ضرور ہیں۔)

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسوہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی ہے کہ اپنی عبادت کو حقیر جانے اور جی کی گہرائیوں سے کہے کہ تیری عبادت کا حق مجھ سے ادا نہ ہو سکا۔قربِ الٰہی کی تمام منزلیں باادب ہونے سے ہی طے ہوتی ہیں۔

از ادب زندیق صدیقے شود
بے ادب صدیق زندیقے شود

"زندیق باادب ہو تو ایک دن ادب کی برکت سے مقام صدیقیت پر پہنچ جاتا ہے اور مقام صدیقیت پر فائز ہو کر کوئی بے ادب ہو جائے تو زندیقت کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔"

گر ادب در جملہ شے داری نگاہ
بیگماں گردی زخاصان الٰہ

"اگر ہر بات میں ادب ملحوظ رکھو تو یقیناً خاصان خدا میں سے ہو جاؤ۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصرِ حاضر کے شعراء کی گستاخیاں:

اس دور کے شعراء بے زمام ہوئے۔ خدا کی شان میں گستاخیاں کرنے میں بالکل چھوٹ ہوگئے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک ممتاز شاعر نے کہا:

اک فرصتِ گناہ ملی وہ بھی چار دن
دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے

"گستاخی کرنے کے لیے بھی ایک سلیقہ چاہیے۔ غالب نے بھی یہ مضمون باندھا تھا،مگراس کے ہاں یہ پھوہڑ پن تو نہ تھا۔"

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

محض پھاوڑا چلا دینا تو شاعری نہیں ہے' اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک اور سر بر آوردہ شاعر نے کہا:

کر بھی دو معزول ان اربابِ عزّ و جاہ کو
آسمانوں سے خدا کو اور زمیں سے شاہ کو

"خدا نہ ہوا معاذ اللہ ان کے دفتر کا کوئی ملازم ہوا،جس کی معزولی کے احکام صادر فرمارہے ہیں۔"

ہر وہ شخص جو تک بندی اور قافیہ پیمائی کے قابل ہوتا ہے، وہ خدا کے گریبان پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ ہمارے شہر کا ایک شاعر کہتا ہے:

ہماری کشتیِ دل ڈوبنے پہ جب آئی
خدا سے کچھ نہ ہوا، ناخدا نے کچھ نہ کیا

یہ سب ناشائستگی کی باتیں ہیں اور اس کا باعث اللہ کی عظمت اور جلال سے یکسر جاہل ہونا ہے۔ وہ جن کے جی میں اللہ کی عظمت او. ہیبت سائی ہوئی ہوتی ہے، وہ شعر وادب میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی احترامِ بارگاہِ الٰہی ملحوظ رکھتے ہیں، بلکہ خدا کی عظمت کے اظہار کا ایک ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت بُو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یک واقفِ اسرار نبودے کہ بگوید
از ہیبتِ رازِ تو فروبستہ زبانہا

''کوئی واقفِ اسرار نہ تھا، جو تیری بات زبان پر لاتا۔ تیرے راز کی ہیبت سے سب کی زبانیں گنگ ہو گئی ہیں۔''

یہ سمجھنا کہ فنِ شاعری کا تقاضا ہے کہ دامنِ یزداں چاک کیا جائے غلط ہے اور شاعروں میں غیر صحتمندانہ رجحان ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عظیم شاعر ہونے میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے، ادبِ بارگاہِ الٰہی میں فرماتے ہیں:

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

''ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے لُطف وکرم سے محروم رہتا ہے۔''

بے ادب تنہا نہ خودرا داشت بد
بلکہ آتش درھمہ آفاق زد

''بے ادب خود تنہا ہی بدحال نہیں ہوتا ہے، بلکہ ایک دُنیا کو اس کی بے ادبی کی نحوست جلا دیتی ہے۔''

مائدہ از آسمان درمی رسید
بے شرا و بیع و بے گُفت و شنید

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو رزق اللہ تعالیٰ بہم پہنچا دیتے تھے۔ نہ خرید وفروخت کی زحمت انہیں کرنا پڑتی تھی، نہ کسی سے کچھ کہنا سننا پڑتا تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى [البقرۃ 2:57]

''ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل کیا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیانِ قوم موسیٰ چند کس
بے ادب گفتند کو سیر و عدس

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے چند بے ادب بول اُٹھے کہ ہم سے ایک ہی کھانا نہیں کھایا جاتا اور کہا کہ ہمیں ساگ پات، ککڑیاں، گیہوں، مسور اور پیاز چاہیے۔

منقطع شد خوان و نان از آسماں
ماند رنجِ زرع و بیل و داسماں

''اس بے ادبی کی پاداش میں آسمان سے رزق موقوف ہو گیا اور کھیتی باڑی بیل اور پھاوڑے کا بکھیڑا باقی رہ گیا۔''

باز عیسیٰ چوں شفاعت کرد حق
خواں فرستادو غنیمت بر طبق

''پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سفارش کی، تو پھر اللہ کی جانب سے طبق میں رکھا ہوا کھانا ملنے لگا۔''

مائدہ از آسماں شد عائدہ
چونکہ گفت اَنزِلْ عَلَیْنَا مائدہ

''جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ ہم پر رزق نازل فرما تو آسمان سے رزق آنے لگا۔''

باز گستاخاں ادب بگذاشتند
چوں گدایاں زلہا برداشتند

''گستاخوں نے پھر ادب کا دامن چھوڑ دیا اور گداؤں کی طرح بچا ہوا کھانا دوسرے وقت کے لیے رکھنے لگے، جس کی ممانعت کی گئی تھی۔''

کرد عیسیٰؑ لابہ ایشاں راکہ ایں
دائم است و کم نگرد د از زمیں

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑی تواضع سے سمجھایا کہ ایسا نہ کرو، یہ رزق دائمی ہے یہ کم نہ ہوگا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بد گمانی کردن و حرص آوری
کُفر باشد نزدِ خوانِ مہتری

’’اللہ کے دستر خوان پر بیٹھ کر یوں بدگمانیاں کرنا اور حرص و آزار کی باتیں کرنا کُفرانِ نعمت ہے۔‘‘

زاں گدا رویانِ ندیدہ ز آز
آں درِ رحمت برایشاں شد فراز
نان و خواں از آسماں شد منقطع
بعد زاں خوانے نشد کس منتفع

’’ان ندیدے گداؤں کی حرص سے رحمت کا دروازہ ان پر بند ہو گیا اور آسمانی رزق ایسا منقطع ہوا کہ پھر کوئی اس سے بہرہ یاب نہ ہو سکا۔‘‘

ہر چہ بر تو آید از ظلمات غم
آں زبیباکی و گستاخی ست ھم

’’غم کے اندھیرے جو تیری رُوح پر چھا جاتے ہیں، اُن کا باعث تیری بیباکیاں اور گستاخیاں ہیں۔‘‘

ہر کہ گستاخی کند در راہِ دوست
رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست

’’جو راہِ یار میں گستاخی کرتا ہے وہ مرد نہیں ہے، مردوں کا راہزن ہے، اس کی نحوست مردانِ راہ کے لیے بھی سدِ راہ بن جاتی ہے۔‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدابِ بارگاہ رسالتؐ

قرآن کے تیس پاروں میں کسی ہستی کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی اس قدر شدت اور شرح وبسط سے تلقین نہیں کی گئی، جس قدر حضور اقدس علیہ السلام کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ [الحجرات:2/49]

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اُونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ بلند آواز سے بات مت کیا کرو، جیسا کہ تم آپس میں زور زور سے بولتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اس سُوءِ ادب کی پاداش میں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔''

یعنی تمہاری نمازوں اور روزوں کو لے کے میں کیا کروں اور تمہاری عبادت اور ریاضت سے مجھے کیا حاصل، اگر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بات کرنے کا سلیقہ تمہیں نہیں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ، رَفَعَا أَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''دو نیک آدمی یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہونے کو تھے کہ اُنہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ کے پاس اپنی آوازیں بلند کیں۔“

جب آپ ﷺ کے پاس بنو تمیم کے سوار آئے۔ ایک نے کہا کہ اقرع بن حابس جو قبیلۂ بنی مجاشع سے ہے، امیر مقرر ہو۔ دوسرے نے کسی اور آدمی کے بارے میں اشارہ کیا۔ نافع بن عُمر کہتے ہیں۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

مَا اَرَدْتَ اِلَّا خِلَافِی

”تیرا مقصد محض میری مخالفت کرنا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

مَا اَرَدْتُ خِلَافَكَ

”میرا مقصد تمہاری مخالفت نہیں ہے۔“

ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ [الحجرات: 2/49]

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب میں رسول اللہ ﷺ سے بات اتنی دھیمی آواز میں کروں گا، جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول ﷺ سے اس قدر آہستہ بات کرتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار پوچھتے کہ عمر تم کیا کہہ رہے ہو؟

صحیح بخاری ہی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں غیر حاضری کو محسوس کیا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو اُن کی خبر لا دیتا ہوں۔ وہ گئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ پوچھا: کیا حال ہے؟

ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَمِنْ اَهْلِ النَّارِ۔

”حال بُرا ہے۔ ثابت اپنی آواز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے بلند کرتا تھا، اس کے عمل غارت ہوگئے اور وہ دوزخی ہوگیا۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ وہ یوں کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے جا کر کہو:

اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ [1]

''تم اہلِ دوزخ میں سے نہیں ہو، تم تو جنت میں جانے والوں میں سے ہو۔''

یعنی آیت کا وہ مطلب نہیں ہے جو ثابت نے سمجھا۔ گستاخی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں شور کرنا سوءِ ادب ہے اور جو پیدائشی طور پر پاٹ دار آواز رکھتا ہو، وہ معذور ہے۔ پھر اس آیت کے ساتھ ہی اگلی آیت میں وضاحت کی کہ تقویٰ اور پرہیزگاری تو یہ ہے کہ میرے حبیب کی بارگاہ میں تم شائستگی سے اور دھیمی آواز میں بات کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى [الحجرات:3/49]

''یقیناً وہ لوگ جو بارگاہِ رسالت ﷺ میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی ہیں جنہیں خدا نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔''

قبیلۂ بنوتمیم کے چند لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دوپہر کے وقت مکان پر ملنے کی خاطر آئے۔ آپ اس وقت سو رہے تھے، وہ لوگ آپ ﷺ کا نام لے لے کر پکارنے لگے۔ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ○

''وہ لوگ جو کمروں سے باہر کھڑے ہو کر آپ کو آوازیں دیتے ہیں، ان میں سے اکثر سمجھ بوجھ سے عاری ہیں۔'' [الحجرات:4/49]

پہلی امتیں اپنے انبیاء کو نام لے کر پکارتی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنو اسرائیل نے کہا:

يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ [البقرہ:61/2]

اے موسیٰ علیہ السلام ہم ایک کھانے پر قناعت نہیں کریں گے۔

اور مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے کہا تھا:

[1] بخاری:4846،3613۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ [المائدۃ 5/ 112]

"اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تیرا رب آسمان سے ہمارے لیے رزق اُتار سکتا ہے۔"

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر انہیں خطاب کیا۔

مگر وہ تو سید الاوّلین وسید الآخرین تھے، وہ تو سرورِ دنیا ودیں تھے، وہ تو حبیب رب العالمین تھے۔ پس اللہ نے اُمتِ محمدیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پکارنے سے منع فرمایا۔

سورۂ نور میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

"جیسے تم آپس میں ایک دُوسرے کو پُکارتے ہو، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں نہ پکارا کرو۔" [النّور 63/24]

تفسیر درمنثور میں ہے کہ ابونعیم، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یُوں رقمطراز ہیں کہ اس آیت کے اُترنے سے پہلے لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو 'یا محمدؐ' یا 'ابا القاسم' کہہ کر پکارتے تھے۔ اس آیت کے اُترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو "یا نبی اللہ" اور "یا رسول اللہ" کہہ کر پکارنے لگے۔

غور کیجیے کہ شریعتِ محمدیہؐ میں جیسے توحید کا تصور آخری ارتقائی منازل سے گزرا اور ہر اعتبار سے بے داغ، صاف ستھرا اور جامع ہوگیا اور شرک کی تمام راہوں اور تمام وسائل اور ذرائع کو بند کردینے کے لیے وہ تمام اقوال واعمال جو مجرّ الی الشرک ہوسکتے تھے، بھی ناجائز قرار دیے گئے، اسی طرح انبیاء اور اہل اللہ کا ادب بھی آخری ارتقائی منازل سے گزرا۔ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب بھی نکھرے، تہذیب وشائستگی اور احترام کی کئی لطافتوں اور باریکیوں کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی۔

اگر اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارا جائے، تو اس کی یہ مشیت عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ جب وہ خود خدا ہو کر انہیں نام لے کر خطاب نہیں کرتا ہے، تو بندوں کو کیا حق حاصل ہے کہ انہیں نام لے کر پکاریں۔ اللہ نے قرآن مجید میں تمام انبیاء کو ان کے ذاتی ناموں سے خطاب کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ [البقرة 2/ 35]

''اے آدم تو اور تیری بیوی بہشت میں رہو۔''

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا [هود11:/48]

''اے نوح ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جا۔''

يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا [والصّٰفّٰت:37/104-105]

''اے ابراہیم! تُو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔''

يٰمُوْسٰى ۝ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ [طٰهٰ20/ 11-12]

''اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار، تو اتار ڈال اپنی جُوتیاں۔''

يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ [ال عمران:3/55]

''اے عیسیٰ! میں دنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کروں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھالوں گا۔''

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ [صٓ:38/26]

''اے داوٗد! ہم نے تجھے زمین پر اپنا نائب بنا دیا۔''

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى [19/مریم:7]

''اے زکریا! ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحیٰی ہے۔''

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ [مریم:19/12]

''اے یحیٰی! کتاب کو مضبوطی سے تھامو۔''

قرآن مجید کو بسم اللہ سے لے کر والناس تک پڑھ ڈالیے، اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہیں بھی ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا۔ کہیں یا ایّھا الرّسُوْلُ کے خطابِ عزت سے نوازا کہیں یا ایّھا المزمل کی صدائے محبت سے پکارا اور کہیں یا ایّھا المدّثر کی ندائے شفقت سے سرفراز ا۔

میں ان آیتوں کا ذکر کر رہا ہوں، جن میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کی تلقین کی گئی ہے اور جن میں ان کی تعظیم کے آداب سکھائے گئے ہیں، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [الحجرات:1/49]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔''

اس آیت میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے سامنے اپنی بات پیش نہ کرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی قول یا عمل میں پیش قدمی نہ کرو۔ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی، تو ان سے کہا گیا کہ آپ سے پیش قدمی نہ کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر روزے کے بارے میں شک ہو اور رسول اللہ ﷺ روزہ نہ رکھیں، تو روزہ رکھنے میں پہل نہ کرو۔

لوگ آپ ﷺ سے کوئی بات دریافت کریں، تو کوئی آپ ﷺ کے جواب دینے سے پہلے پُوچھنے والے کو جواب نہ دے بیٹھے کہ یہ گستاخی ہے۔

بارگاہِ رسالت ﷺ کے جو آداب قرآن مجید میں اللہ نے مومنوں کو سکھائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی لفظ جس میں ابہام یا ایہام ہو، کوئی لفظ جو ذومعنیین ہو اور ایک معنی اس لفظ کا توہین آمیز بھی ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بات چیت کرتے وقت نہ بولیے، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [البقرة 104/2]

''اے ایمان والو! تم رَاعِنَا (ہماری رعایت کیجیے) نہ کہا کرو۔ تم اُنْظُرْنَا کہا کرو اور ان کی بات سنو اور جو بارگاہِ رسالت ﷺ کے آداب ملحوظ رکھنے سے انکار کر دیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت ﷺ میں بیٹھے آپ ﷺ کے ارشادات سے جب مستفید ہوتے اور کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی، تو راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجیے۔ یہودی بھی یہی لفظ کہتے اور عین کے کسرہ کے اشباع کے ساتھ راعِینا کہتے (یعنی اے ہمارے چرواہے)۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بات بھانپ لی اور ان شرارت پسند یہودیوں سے کہنے لگے:

اگر اب میں نے یہ لفظ تم سے سُنا تو بخدا تم کو قتل کر ڈالوں گا۔ یہودیوں نے کہا کہ تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود بھی تو یہی کہتے ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس لفظ راعنا ہی کو چھوڑ دو، جس میں اہانت کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے۔ تم انظرنا کہا کرو، تاکہ سوءِ ادب کا کوئی شائبہ نہ رہے۔

منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی، جس کی حکایت بھی ذوق ایمانی پر گراں گزرتی ہے۔ جب منافقوں نے معاشرے میں یہ بات پھیلا دی اور ہر طرف اس تہمتِ بیجا کا چرچا کیا، تو بعض سادہ مسلمان بھی اس بات کا ذکر کرنے لگے۔ غیرت کبریائی جوش میں آگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عتاب کیا:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [النور:24/16-17]

”جب تم نے یہ بات سنی تو یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لیے زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ سبحان اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی بات نہ کرنا، اگر تم مومن ہو۔“

اس سے پہلی آیت میں اس بہتان کے گھناؤنا پن کو یوں اجاگر کیا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ [النور 24/14-15]

”اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا، تو جس بات میں تم پڑ گئے تھے، اس کی پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ جب ایک دوسرے سے سن کر تمہاری زبانوں پر وہ تہمت آرہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے، جس کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔“

یہ زجر و توبیخ، یہ سرزنش صحابہ رضی اللہ عنہم کو محض اس لیے کی گئی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازواج مطہرات، جو اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت خاص رکھتی ہیں، کے بارے میں یہ بدگمانی کیوں کی گئی اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم کے بارے میں سوءِ ظن خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاسِ ادب میں تسامح ہے۔

سورۂ فتح کی اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کی تعظیم بجالائی جائے، فرمایا:

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ۝ [الفتح:48/8-9]

''ہم نے آپ کو بھیجا کہ آپ کائنات کے سامنے حق کی گواہی دینے والے ہیں، راہِ حق پر چلنے والوں کو بشارت دینے والے اور راہِ حق سے انحراف کرنے والوں کو بُرے نتائج سے ڈرانے والے ہیں۔ ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تاکہ تم ان کی تعظیم اور توقیر بجالاؤ۔''

پھر سورۂ اعراف کی اس آیت میں وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ فلاح و کامرانی ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم بجالاتے ہیں:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [الاعراف:7/157]

''پس جو ایمان لائے اور جنہوں نے ان کی تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی، جو ان کے ساتھ اتارا گیا۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں:

اصل بات یہ ہے کہ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جتنی معرفت ہے، وہ اتنا ہی اس بارگاہ میں مؤدب ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت تھی، اسی لیے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے زیادہ مؤدب تھے۔

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبیلۂ بنو عمرو بن عوف میں مصالحت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو مؤذن نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور اُنہوں نے امامت کی۔ نماز کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنے کے لیے نمازیوں نے دستک دی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گوشۂ چشم سے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارے سے فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے یہ بات ممکن نہ پائی کہ وہ امامت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی ہوں۔ آپ پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگے ہونا پڑا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

”اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! جب میں نے تمہیں خود حکم دیا تھا، تو اپنی جگہ پر کھڑا رہنے سے تمہیں کس چیز نے باز رکھا؟“

عرض کیا:

مَا کَانَ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ [1]

”ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ زیبا نہ تھا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے کھڑا ہو۔“

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے سُنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُونچی آواز سے بات کر رہی ہے، آپ نے داخل ہوتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ لیا کہ اُنہیں ماریں اور کہا:

اَلَا اَرَاكِ تَرْفَعِیْنَ صَوْتَكِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

”کیا میں تجھے نہیں دیکھتا کہ تو اپنی آواز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے بلند کرتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر چلے گئے۔“ [2]

اپنی بیٹی سے خفا ہوئے کہ تم بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کو ملحوظ کیوں نہیں رکھتی ہو۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور اُنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ منہ سے نکالا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی، ورنہ ایسی گستاخی پر اُن کی گردن اُڑا دیتا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان

---

[1] بخاری: 684

[2] ابوداؤد: 4999

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

''آپ نہ پائیں گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور روزِ آخرت پر کہ وہ ایسوں سے دوستی کریں، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہوئے، گو وہ ان کے اپنے باپ دادا ہوں، یا ان کے اپنے بیٹے ہوں یا ان کے اپنے بھائی ہوں یا ان کی اپنی برادری کے لوگ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنے فیضان سے ان کی تائید کی اور انہیں ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ خدائی لشکر ہے۔ خبردار! اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔'' [المجادلہ 22/58]

کنز العمال ہی میں ہے کہ ایک بدوی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور کہنے لگا:

اَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

''آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں؟''

آپ نے فرمایا: نہیں۔ اُس نے کہا، تو پھر آپ کیا ہیں؟ فرمایا: اَلْخَالِفَةُ بَعْدَهٗ۔

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ خالفہ گھرانے کے اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کچھ خیر نہ ہو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ یا جانشین کہنا بھی سوءِ ادب خیال کیا:

خسرو نسبت عشق تو بخود نکند زانکہ
شاہی و بفتراک تو مردار نہ بندند

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے، تو جس پائے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کھڑے ہوتے تھے، اس پائے پر کھڑا ہونا سوءِ ادب خیال کیا اور اس سے نچلے پائے پر کھڑے ہُوئے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، تو انہوں نے اس پائے پر کھڑا ہونا بھی سوءِ ادب خیال کیا، جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے تھے۔ وہ اس سے بھی نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ادب:

صلح حدیبیہ کی جو شرائط کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان ٹھہریں، بظاہر اہانت آمیز تھیں مثلاً یہ کہ اس سال مسلمان مکے میں داخل نہیں ہوں گے اور عمرہ نہیں کریں گے اور اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے، تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش سے جا ملے، تو اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر اہانت آمیز تھیں، خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ مضطرب ہو کر تحریر معاہدہ سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: کیا آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''یقیناً ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''پھر ہم ان ذلت آمیز شرائط کو کیوں منظور کریں؟''

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

> ''میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔ میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔''

گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات از راہِ تحیّر کہی تھی اور اس میں سوءِ ادب کا کوئی شائبہ نہ تھا، مگر لب ولہجہ اس ادب و تعظیم سے ہٹ گیا تھا جس کے وہ عادی تھے۔ زندگی بھر ڈرتے رہے کہ کہیں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سوءِ ادب نہ ہو گیا ہو۔ اس کی تلافی کے لیے صدقہ خیرات کرتے رہے اور نوافل پڑھتے رہے۔ خود فرمایا کرتے تھے:

عَمِلْتُ لَهَا اَعْمَالًا۔ [1]

''میں نے اس کی تلافی کے لیے کئی نیکیاں کیں۔''

---

[1] مسلم ج: 2 ص: 106۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ادب:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف صلح حدیبیہ میں سفارت کے لیے بھیجا، تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کرنے کی اجازت دی، لیکن آپ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف نہ کریں، میرے لیے زیبا نہیں کہ میں طواف کروں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادب:

صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صلح نامۂ حدیبیہ لکھا، تو اس میں یہ عبارت بھی تھی:

هٰذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

''مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لکھو۔ اگر رسالت کے ہم قائل ہوتے، تو جھگڑا کس بات کا تھا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس لفظ کو مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

مَا كَانَ لِيْ اَنْ اَمْحُوَ هٰذَا۔

''مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں اس لفظ کو مٹاؤں۔''

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس لفظ کو مٹا دیا۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب:

ایک دفعہ حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اَنَا اَكْبَرُ اَوْ اَنْتَ۔ میں عمر میں بڑا ہوں یا تم بڑے ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اَنْتَ اَكْبَرُ وَ اَكْرَمُ وَاَنَا اَسَنُّ مِنْكَ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں (مرتبے کے اعتبار سے) اور مجھ سے زیادہ معزز ہیں۔ ہاں سن رسیدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہوں (کنز العمال)

---

[1] مشکوٰۃ، ج:2، ص:355

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ''اکبر'' کا لفظ اپنے لیے استعمال کرنا مناسب خیال نہ کیا اس لیے مقام اور رُتبے کے اعتبار سے جو دوسروں سے بڑا ہو، اسے بھی اکبر کہتے ہیں۔ لفظ اکبر میں سوءِ ادب کے کسی پہلو کے نکلنے کا احتمال نہ تھا۔

اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آیا، تو ان کے آس پاس صحابہ یوں بیٹھے ہوئے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی ادباً اور تعظیماً ساکت وصامت اور غیر متحرک بیٹھے تھے اور حدیث شریف میں ہے:

اِذَا تَكَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَاؤُهٗ كَاَنَّمَا عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرُ [1]

''جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام گویا ہوتے تھے، تو صحابہ سر جھکائے ہوئے بیٹھتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے تھے۔''

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب قریش نے صلح حدیبیہ کے سال، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا، تو اس نے دیکھا کہ صحابہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ اس نے یہ منظر دیکھا:

اِنَّهٗ لَا يَتَوَضَّأُ، اِلَّا ابْتَدَرُوْا وَضُوْءَهٗ وَلَا يَبْصُقُ بُصَاقًا اِلَّا تَلَقَّوْهُ بِاَكُفِّهِمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ اِلَّا ابْتَدَرُوْهَا وَاِذَا اَمَرَهُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاَذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّنَّ النَّظَرَ اِلَيْهِ تَعْظِيْمًا لَهٗ

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب بھی وضو فرماتے۔ صحابہ ان کے وضو کے پانی کی طرف لپکتے۔ (اسے بدن پر ملتے تھے۔) ان کا لعابِ دہن صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا تھا اور ان کا ہر موئے مبارک جو گرتا، صحابہ اس کی طرف لپکتے اور جب وہ انہیں حکم دیتے تو فوراً بجا لاتے، جب وہ بات کرتے تو صحابہ اپنی آوازوں کو پست کرلیا کرتے تھے اور ادباً اور احتراماً انہیں تیز نظروں سے نہ دیکھتے تھے۔'' [2]

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قریش سے جا کر کہا:

''اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے بھی دربار دیکھے ہیں خدا کی قسم کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجا نہیں لائی جاتی، جیسی صحابہ محمد کی بجا لاتے ہیں۔'' [3]

[1] حاشیہ مشکوۃ ص: 142، بحوالہ مرقات

[2] بخاری: 2698، مسلم: 4629، 463 [3] بخاری: 2731، 2732

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب:

یہی حال ائمہ کرام کا تھا۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا، تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپ سراپا تعظیم ہو جاتے، یہاں تک کہ ان کے بعض ہم نشینوں کو ان کی یہ غایت درجہ کی تعظیم گراں گزرتی۔ ایک دن آپ سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آنے پر یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُ لَمَا أَنْكَرْتُمْ عَلَيَّ مَا تَرَوْنَ

"اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ شان اور عظمت تم دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں، تو تمہیں میری اس غایت درجے کی تعظیم وتکریم پر اچنبھا نہ ہوتا"

حدیث شریف کا درس دینے سے پہلے آپ غسل فرماتے، نہایت عمدہ لباس پہنتے خوشبو لگاتے اور نہایت خشوع وخضوع سے حدیث بیان فرماتے۔ جب تک آپ درس دیتے رہتے، آپ کی مجلس میں خوشبو برابر سُلگتی رہتی۔

حضرت عبداللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک دن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ آپ کو بچھو نے کئی بار کاٹا۔ آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا، لیکن آپ پورے صبر اور ضبط کے ساتھ حدیث بیان کرتے رہے۔ جب آپ درس ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے، تو میں نے پوچھا کہ آج درس دیتے وقت آپ پر یہ کیسی کیفیت طاری ہوئی؟ آپ نے بتایا مجھے بچھو نے کئی بار کاٹا، لیکن میں حدیث کی عظمت واکرام کے باعث ضبط کیے ہوئے بیٹھا رہا۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "جذب القلوب" میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں، جس سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُبارک قدموں نے لمس کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوتیں تو جوتا اُتار لیتے تھے اور وہ اپنے وقت کے امام، وہ عظیم محدث اور فقیہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم رکھے ہوں، وہاں وہ اپنی جوتیاں نہ رکھ دیں۔

ادب کی یہ کیفیتیں حاصل نہیں ہوسکتیں، جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کی معرفت نہ ہو، جب تک یہ معرفت حاصل نہ ہو کہ وہ تاریخِ انسانیت کے مرکز ومحور ہیں اور ازل سے لے کر آج تک جتنی مخلوق پیدا ہوئی ہے، ارض وسما میں اور مابین السمٰوٰت والارض اور آج سے لے کر ابد تک جتنی مخلوق پیدا ہونیوالی ہے۔ ارض وسماء میں اور مابین السمٰوٰت والارض کوئی نہیں جو ان کی گردِ پا کو چھو سکے۔

سب سے بڑا ادب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کی اطاعت ہے۔ ان کے ہر حکم کے سامنے گردن جھکا دینا۔ اور چون وچرا کیے بغیر اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ ہر وہ شخص جو ان کے نام پر لرزتا اور آنسو بہاتا ہے، مگر ان کے اتباع اور ان کی اطاعت سے گریزاں ہے، حقیقی ادب سے محروم ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یومِ ولادت جب بھی آتا ہے، ہم اگر بتیاں سُلگاتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے ہیں، روشنیوں سے ہر شہر بقعۂ نُور بنا دیتے ہیں، مگر ان کے ہر حکم کو ہم نے ٹھکرا دیا۔ شراب ملک میں درآمد بھی ہوتی ہے، کشید بھی ہوتی ہے اور سرِ عام فروخت بھی ہوتی ہے۔ سُود مُلک کے تمام کاروبار میں سرایت کر گیا ہے۔ چکلے آج بھی ویسے ہی آباد ہیں جیسے آج سے کئی برس پہلے انگریز کے دَورِ حکُومت میں آباد تھے۔ نماز سرکاری طور پر دفتروں میں ہم آج تک قائم نہ کرسکے۔ زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کرنے کے لیے ہم نے آج تک کوئی اقدام نہ کیا۔ ہم طبلے کی تھاپ پر تالیاں پیٹتے ہوئے نہایت بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ، یا محمد، یا محمد کا شور مچا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے عقیدت کا حق ادا کر دیا۔ مگر میں اپنے اس سامعہ کو کیا کہوں جس سے خواجۂ یثرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ آواز پیہم ٹکرا رہی ہے:

مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [المائدۃ 5/47]

''جو لوگ آئینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نافذ نہیں کرتے ہیں، یہی لوگ فاسق۔ یہی لوگ میری اطاعت سے باہر ہو گئے ہیں۔ یہی لوگ مجھ سے سرکش ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سمجھنا فاش غلطی ہے کہ بارگاہِ رسالت ﷺ کے جو آداب قرآنِ مجید میں بتائے گئے ہیں، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے لیے تھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ نہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس رہی، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم رہے، تو کیا ان آیات کی حیثیت محض تاریخی رہ گئی ہے؟

آج بھی رُسول اللہ ﷺ کا نام لیتے ہوئے، حدیث شریف پڑھتے ہوئے، مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے ہوئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ادب کو ویسا ہی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں دیکھا کہ دو آدمی زور زور سے بول رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

اَتَدْرِيَانِ اَيْنَ اَنْتُمَا؟ تمہیں کچھ ہوش ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو؟ پُوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لَوْ كُنْتُمْ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَاَوْجَعْتُكُمَا ضربًا۔ اگر تم مدینہ شریف کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سخت پیٹتا۔ یعنی تم باہر کے رہنے والے ہو اور مسجد نبوی ﷺ کے آداب سے واقف نہیں ہو، تمہیں معذور سمجھ کر معاف کرتا ہوں۔ [1]

اسی طرح عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے مسجد نبوی میں کسی مسئلے پر بحث کر رہا تھا۔ بحث کے دَوران اس کی آواز بلند ہوگئی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے خلیفہ کو ڈانٹا اور فرمایا: لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ۔ اس مسجد میں آواز بلند مت کیجیے۔ اور سورۂ حجرات کی آیتیں پڑھیں اور یہ بھی فرمایا:

اِنَّ حُرْمَتَهٗ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهٖ حَيًّا

”حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحلت کے بعد ان کی حرمت یقیناً ویسی ہی ہے، جیسی زندگی میں تھی۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تعلق کی کئی نوعیتیں تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے روحانی فیض بھی حاصل کرتے تھے اور کتاب وحکمت کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔

يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [البقرة:151/2]

[1] بخاری: 470

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وہ ان کا رُوحانی تزکیہ کرتے تھے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے تھے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے شیخ بھی تھے اور معلّم بھی تھے۔ پس مشائخ کا ادب، اساتذہ کا ادب، بزرگوں کا ادب اور اس ادب کے سلیقے اور قرینے بھی ہمیں بارگاہِ رسالت ﷺ ہی سے سیکھنا ہیں، کسی اور کے دروازے پر تو نہیں جانا ہے۔

پس اپنے مشائخ اور اساتذہ کی مجلس میں مؤدب ہو کر بیٹھیے۔ ان کی آواز سے اپنی آواز پست رکھا کیجیے۔ ان کی مجلس میں چلّا چلّا کر بات مت کیا کیجیے، ان کے گھروں کے باہر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر انہیں آوازیں مت دیا کیجیے۔ اس بات کو اپنی رُوح کی گہرائیوں میں اُتاریئے کہ آپ نے ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ آپ کے محسن ہیں اور شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ جس سے فیض حاصل کیا جائے، اُس کے سامنے نگاہیں جھکی رہیں۔

آخر میں ایک بات کہتا ہوں۔ موحِّد ہو کر مؤدب ہونا بڑی بات ہے۔ موحد ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسان بے مہار ہو جائے، اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے، اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑے اور یہ سمجھے کہ میں غیر اللہ کی نفی کر رہا ہوں۔ اسی طرح بزرگوں کے ادب کے یہ معنی نہیں کہ انہیں اُٹھا کر اللہ بنا دیا جائے۔

کچھ لوگوں کو توحید کا مفہوم تو کچھ سمجھ میں آیا، مگر انہیں اہل اللہ کی معرفت حاصل نہ ہوئی اور ان کا ادب واحترام ملحوظ نہ رکھا۔ کچھ لوگوں کو ادب کی توفیق ہوئی، مگر ان کی توحید میں خلل واقع ہوا۔ یہ دونوں بیماریاں بہت پرانی ہیں۔ مذاہب عالم کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جب بھی کسی مذہب کے پیرو راہِ راست سے منحرف ہوئے، یہی دو بیماریاں ان کی تباہی کا باعث ہوئیں۔ عیسائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ [التوبة: 31/9]

"اُنہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا بنا لیا تھا اور مسیح ابن مریم کی الوہیت کے قائل ہو گئے تھے۔"

یہودیوں کو ایک اور بیماری بھی تھی، اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑتے تھے، جن سے فیض حاصل کرتے تھے، ان ہی کے ساتھ بدتمیزی اور بدلحاظی سے پیش آتے تھے، بلکہ نوبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک پہنچی تھی:

يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ

''انبیاء کو ناحق قتل بھی کر ڈالتے تھے۔''

پس پھر ایک بار کہتا ہوں کہ موحّد ہو کر مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحّد ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس سعادت کی بھیک مانگتے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ [الفاتحة: 1/5-7]

''یا اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے کرم کیا۔ ان یہودیوں کی راہ پر نہ چلانا، جو بے ادب اور گستاخ تھے، جو بدتمیز اور بدلحاظ تھے اور جن پر تیرا غضب نازل کیا گیا اور نہ ان عیسائیوں کی راہ پر چلانا جنھوں نے بندوں کو خدا بنا لیا تھا اور گمراہی میں مبتلا ہوئے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں پہ انوارِ رسالت براہِ راست پڑے، یہ وہ سعادت ہے کہ تمام سعادتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرنیں براہِ راست صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں پر پڑیں، یہ وہ شرف ہے کہ اُمتِ محمدیہ کا کوئی گروہ اس شرف میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا سہیم وشریک نہیں۔

صحیحین اور تمام کتبِ اصول میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ فَلَا أَدْرِيْ ذَكَرَ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً [1]

"سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے عہد کو پایا، پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ متصل لوگوں کا ذکر دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔"

حدیث کے الفاظ پر غور کیجیے، یہ نہیں فرمایا: خَيْرُ النَّاسِ هٰذَا الْقَرْنُ۔ یعنی سب سے بہتر وہ لوگ ہیں، جو اس دور میں ہیں، بلکہ یوں فرمایا: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي۔ یعنی سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے عہد کو پایا۔ یعنی اس دَور کی تمام سعادتیں اور فضیلتیں میرے وجود کی برکت سے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین رحمۃ اللہ علیہم اگر اُمت میں سب سے افضل ٹھہرے، تو محض اس لیے کہ انہیں فیض یافتگانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو اگر فضیلت حاصل ہوئی، تو محض اس لیے کہ انہیں فیض یافتگانِ رسول

[1] بخاری: 2651، 3650، 6695، مسلم: 2535، جمع الفوائد: 290/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام (کتاب اللہ کی روشنی میں):

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک اہم مقام حاصل ہے اور یہ امتیاز ان کو کتاب اللہ اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ کا بخشا ہوا ہے۔ سورۂ الفتح میں ارشاد ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ [الفتح 29/48]

"محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ ہیں، کافروں پر سختی کرتے ہیں، آپس میں رحمدل ہیں، تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ ریز ہیں۔ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے متلاشی ہیں۔ کثرت سجود کے نشان ان کی پیشانیوں میں آپ دیکھیں گے۔"

فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ [التحریم: 8/66]

جس دن اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو اور جو اہلِ ایمان ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہیں کرے گا۔

"وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ" میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

پھر یہ آیت ملاحظہ کیجئے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ [النور: 100/24]

"اور مہاجرین وانصار میں سے جو سبقت لے جانے والے اور پہل کرنے والے ہیں اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔"

ان نفوس قدسیہ کے واجب التعظیم ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، جن کے مجد وشرف کا یہ عالم ہے ہو کہ خدا خود ان کے بارے میں کہے کہ میں ان سے راضی ہوا اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

قرآن مجید نے واقعہ حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں واضح طور پر اعلان فرما دیا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا، جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔"

اسی لیے اس بیعت کا نام "بیعت رضوان" رکھا گیا، اور حدیث میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ [1]

"درخت کے نیچے جن لوگوں نے بیعت کی، ان میں سے کوئی جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔"

"بیعتِ رضوان" میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم شریک تھے اور ان سب کے بارے میں واضح طور پر اعلان کیا کہ خداوندِ قدوس ان سے خوشنود ہوا اور انہیں خدا کی رضا حاصل ہوئی، دوزخ کی آگ ان پر حرام ٹھہرائی گئی۔

سورۂ حشر میں اللہ تعالیٰ نے عہدِ رسالت میں موجود اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کے تین طبقوں کا ذکر کیا ہے:

مہاجرین.........جن کے بارے میں فرمایا:

1 اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

یہی لوگ سچے ہیں۔

انصار......جن کے اوصاف بیان کرنے کے بعد فرمایا:

---

[1] ابوداؤد: 4653، ترمذی: 3850، کنز: 456

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مہاجرین وانصار کے بعد قیامت تک آنے والا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا

''اور ان کے بعد جو لوگ آئے وہ دُعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان مومن بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔'' [الحشر: 59/10]

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو تمام مہاجرین وانصار کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان کے درمیان مقاتلہ ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت (احادیث کی روشنی میں):

صحیحین، ابوداؤد اور ترمذی شریف میں ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ [1]

''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُرا نہ کہو، اگر تم میں سے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ میری اُمت سے کوئی آدمی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے، تو صحابی کے ایک سیر بلکہ آدھا سیر کے برابر نہیں ہوسکتا۔''

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور صحبت ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے، جس کی برکت سے عمل کا ذرّہ پہاڑ کے برابر وزن رکھتا ہے۔

اسی حدیث کی روشنی میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[1] بخاری: 3673، مسلم: 6476،6487، ابوداؤد: 4658، ترمذی: 3861، ابن ماجہ: 161

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهِ لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يُغْبَرُ فِيهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ [1]

''خدا کی قسم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو گیا ہو، تمہاری مدت العمر کی عبادات واعمال سے بہتر ہے، اگرچہ عمر نوح تمہیں عطا کی جائے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، جیسا کہ مسند امام احمد رحمہ اللہ میں ہے:

مَنْ كَانَ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهُمْ اَبَرُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قُلُوْبًا وَ اَعْمَقُهَا عِلْمًا وَاَقَلُّهَا تَكَلُّفًا وَاَقْوَمُهَا هَدْيًا وَاَحْسَنُهَا حَالًا قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْا آثَارَهُمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ

''جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرے، اس لیے کہ ان کے دل ساری اُمت سے زیادہ نیک اور پاک تھے، ان کے علم میں سب سے زیادہ گہرائی تھی، وہ سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ پر تھے، ان کے حالات سب سے بہتر تھے، یہ وہ لوگ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی صحبت کے لیے اور دین کی اقامت کے لیے چُن لیا تھا۔ پس تم ان کی قدر ومنزلت پہچانو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو، اس لیے کہ سیدھی راہ پر گامزن یہی لوگ تھے۔''

پس صحابہ کرام وہ نفوسِ قدسیہ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے سید الاولین وسید الآخرین ﷺ کی صحبت کے لیے چُن لیا تھا اور جن کے بارے میں اللہ کی یہ مشیّت ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ﷺ سے براہِ راست فیض حاصل کریں اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام خود ان کا رُوحانی تزکیہ کریں اور خود کتاب وحکمت کی انہیں تعلیم دیں۔ ان کی شان میں گستاخی سراسر موجبِ حرمان ہے، ان کے بارے میں جی میں بغض رکھنا سراسر باعثِ خسران ہے۔

اسی لیے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ۔ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر سبّ نہ

[1] جمع الفوائد ج:2،ص:492

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ سب کا ترجمہ اردو میں عام طور پر گالی دینا کیا جاتا ہے، یہ اس لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں ہے گالی کا لفظ اُردو زبان میں فحش کلام کے لیے آتا ہے۔ لفظ ''سب'' عربی زبان میں اس سے زیادہ عام مفہوم میں بولا جاتا ہے۔ ہر اس کلام کو عربی میں ''سب'' کہتے ہیں، جس سے کسی کی تنقیص ہوتی ہے۔ عربی زبان میں گالی کے لیے لفظ ''شتم'' آتا ہے۔ پس حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ کسی صحابی کے بارے میں کوئی لفظ نہ کہو جس سے اس کی تنقیص یا تحقیر کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ ترمذی شریف میں ہے، عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي اَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِي وَمَنْ اٰذَانِي فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهُ [1]

''اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں۔ میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی، میری محبت کی بنا پر ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، مجھ سے بغض کی بنا پر ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اُس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء دی، اس نے اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی، قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں گرفتار کرے۔''

علماءِ اُمت کے ارشادات:

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَطْعًا قَالَ تَعَالٰى: لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ [2]

علامہ سفارینی رحمہ اللہ نے لوامع الانوار البيهه شرح الدرّة المضيئة میں امام

---

[1] ترمذی: 3862، جمع الفوائد: 491/2

[2] لوامع الانوار لابن حزم ص: 389

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حزم رحمۃ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی طور پر اہلِ جنت میں سے ہیں۔ (دلیل یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ بعد میں آنے والوں کے برابر تو نہیں ہیں۔ وہ لوگ رُتبے کے اعتبار سے ان لوگوں سے برتر ہیں، جنھوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے سب کے ساتھ حسن انجام کا وعدہ کیا ہے اور اللہ فرماتے ہیں: یقیناً وہ لوگ جن سے ہم نے حسنِ انجام کا وعدہ کیا ہے، دوزخ سے دُور رکھے جائیں گے۔

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ نے مقدمۂ استیعاب میں فرمایا:

فَهُمْ خَيْرُ الْقُرُوْنِ وَخَيْرُ الْأُمَّةِ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ثَبَتَ عَدَالَةُ جَمِيْعِهِمْ ثَنَاءُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمْ وَثَنَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلَا أَعْدَلَ مِمَّنِ ارْتَضَاهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَنُصْرَتِهِ وَلَا تَزْكِيَّةَ أَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ وَلَا تَعْدِيْلَ أَكْمَلَ مِنْهَا۔ [1]

پس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر زمانے کے افراد سے افضل ہیں اور اُمت کے بہترین افراد ہیں، جنہیں اللہ نے لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیدا فرمایا۔ ان سب کا حق وانصاف پر قائم ہونا، اس طرح ثابت ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے ان کی ثنا کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مدح وثنا کی اور ان لوگوں سے بڑھ کر حق وانصاف پر کون قائم ہوسکتا ہے، جنہیں اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور نُصرت کے لیے چُن لیا ہو۔ اس سے بڑھ کر تزکیہ اور عدل و ثقاہت کی کیا بات ہوسکتی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ کا ایک رسالہ اصطخری کی روایت سے منقول ہے، اس میں فرمایا:

لَا يَجُوْزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَذْكُرَ شَيْئًا مِّنْ مَّسَاوِيْهِمْ وَلَا أَنْ يَّطْعَنَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ بِعَيْبٍ وَّلَا نَقْصٍ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ وَجَبَ تَأْدِيْبُهٗ

[1] الاستیعاب۔ ج 1

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ ان کی برائیوں میں سے کوئی بات بیان کرے اور ان پر کسی عیب یا نقص کا الزام لگائے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے خلاف تادیبی کاروائی واجب ہے۔'' [1]

عقائد اسلامیہ پر جتنی مستند کتابیں لکھی گئیں ہیں، ان میں فقہاء اُمت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب واحترام کو عقائد اسلامیہ کا ایک لازمی جزء قرار دیا ہے۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد اسلامیہ پر اپنی جامع کتاب مسایرہ میں لکھا ہے:

وَاعْتِقَادُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَزْكِيَةُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ وَجُوْبًا بِاِثْبَاتِ الْعَدَالَةِ لِكُلٍ مِّنْهُمْ وَالْكَفِّ عَنِ الطَّعْنِ فِيْهِمْ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ كَمَا اَثْنَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلَيْهِمْ [2]

''اہلِ سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجوباً براءت کی جائے، اس طریق پر کہ ان میں سے ہر ایک کا عدل وانصاف پر قائم ہونا ثابت کیا جائے اور ان پر طعن وتشنیع سے زبان کو روکا جائے اور ان کی مدح وثنا کی جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح وثنا کی ہے۔''

عقائد کی مشہور درسی کتاب ''عقائد نفسی'' میں ہے:

وَيُكَفُّ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ اِلَّا بِخَيْرٍ

عقائد اسلامیہ میں سے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر اور بھلائی سے کیا جائے۔

اسی طرح عقائد اسلامیہ کی کتاب شرح مواقف میں سیّد شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقصد سابع میں لکھا ہے:

اَلْمَقْصَدُ السَّابِعُ اَنَّهٗ يَجِبُ تَعْظِيْمُ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ وَالْكَفُّ عَنِ الْقَدْحِ فِيْهِمْ لِاَنَّ اللّٰهَ عَظِيْمٌ وَاَثْنٰى عَلَيْهِمْ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعٍ مِنْ كِتَابِهٖ وَالرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ اَحَبَّهُمْ وَاَثْنٰى عَلَيْهِمْ فِي الْاَحَادِيْثِ الْكَثِيْرَةِ

''تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم اور ان پر اعتراض سے بچنا واجب ہے، اس لیے کہ

[1] الصارم المسلول

[2] مسایرہ، صفحہ 132، طبع دیوبند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ عظیم ہے اور اس نے کئی مقامات پر ان کی مدح وثنا کی ہے اور رسول اللہ ﷺ ان سے محبت فرماتے تھے اور آپ نے بہت سی احادیث میں ان کی تعریف کی ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''العقیدۃ الواسطیۃ'' میں یوں رقمطراز ہیں:

وَمِنْ اُصُوْلِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ سَلَامَةُ قُلُوْبِهِمْ وَاَلْسِنَتِهِمْ لِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ [1]

''اہل سنت کے اصولِ عقائد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ اپنے دلوں اور زبانوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں صاف رکھتے ہیں۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے سورۂ حجرات کی آیت وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا کی تشریح کرتے ہوئے اختلافاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑی کام کی باتیں لکھی ہیں۔ فرماتے ہیں:

''یہ جائز نہیں کہ کسی بھی صحابی کی طرف قطعی طور پر غلطی منسوب کی جائے اس لیے کہ ان سب حضرات نے اپنے طرزِ عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور ان کا مقصود خدائے بزرگ و برتر تھا۔ یہ سب ہمارے پیشوا ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے کفِ لسان کریں اور ان کا ذکر احسن طریق پر کریں۔ صحابیت کے احترام کی بنا پر اور اس لیے بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا ہے اور ان سے راضی ہے۔'' [2]

اپنے اس موقف کی تائید میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے سلف صالحین کے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''بعض علماء سے پوچھا گیا کہ اس خون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، جو صحابہ کرام کے باہمی اختلافات میں بہایا گیا، تو انہوں نے جواب میں یہ آیت پڑھ دی:

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ

---

[1] العقیدۃ الواسطیۃ اصول عقائد پر ایک مختصر جامع اور مستند رسالہ ہے (ص 53)

[2] جلد 16، تفسیر قرطبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [البقرة: 134/2]

"یہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اس کے اعمال اس کے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔"

کسی اور بزرگ سے یہی سوال کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

تِلْكَ دِمَاءٌ قَدْ طَهَّرَ اللّٰهُ مِنْهَا اَيْدِيَّ فَلَا اَخْضَبُ بِهَا لِسَانِيْ

"یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ نے میرے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا، میں اپنی زبان کو ان کے خون سے آلودہ نہ کروں گا۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

قِتَالٌ شَهِدَهٗ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ غِبْنَا وَ عَلِمُوْا وَجَهِلْنَا، وَاجْتَمَعُوْا فَاتَّبَعْنَا، وَاخْتَلَفُوْا فَوَقَفْنَا

"یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ہم غائب، انہیں حالات کا علم تھا اور ہم ناواقف ہیں۔ جن باتوں پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے، ہم ان باتوں میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے، ہم اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔"

حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم بھی وہی بات کہتے ہیں، جو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن اُمور میں دخل دیا، وہ ہم سے زیادہ ان امور سے آگاہ تھے۔ ہمارا کام یہی ہے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں، اس کی پیروی کریں اور جس میں ان کا اختلاف ہو، اس میں خاموشی اختیار کریں اور اپنی طرف سے کوئی رائے پیدا نہ کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی، اس لیے کہ دین کے معاملے میں ان پر تہمت نہیں رکھی جا سکتی۔ [1]

پس مختصر یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا واجب ہے۔

1 اس لیے کہ آفتابِ نبوت کی شعاعیں براہِ راست ان کے سینوں پر پڑی تھیں اور اس

[1] تفسیر قرطبی ج: 16، ص: 322۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعادتِ عظمیٰ میں کوئی طبقۂ امت ان کا سہیم وشریک نہیں۔

2 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنا مال، اپنا گھر بار اپنی جانیں، اپنی اولاد، سب کچھ نچھاور کر دیا۔

3 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُمت کے درمیان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی وہ واسطہ اور رابطہ ہیں، جن کے ذریعے تمام اطرافِ عالم میں کتاب وسنت کی تمام تعلیمات کا ابلاغ ہوا۔ اگر ان کی ثقاہت بے داغ نہ ہوتی، تو دین کی حفاظت کا کوئی امکان نہ تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کا ادب

سورۃ الواقعہ میں ہے:

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۝ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ۝

''پس میں قسم کھاتا ہوں تاروں کی منزلوں کی۔اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے کہ یہ قرآن مجید ہے۔ یہ مجد وشرف والا قرآن ہے، ایک محفوظ کتاب میں ثبت ہے، اسے پاکیزہ نفوس کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔'' [الواقعہ:56/75 تا 79]

بعض مفسرین نے اس آیت میں لا کو نہی کے معنی میں لیا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''کوئی ایسا شخص اسے نہ چھوئے جو پاک نہ ہو، یا کسی ایسے شخص کو اسے نہ چھونا چاہیے جو ناپاک ہو۔اور بعض دوسرے مفسرین اگرچہ لا کو نفی میں لیتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ''اس کتاب کو مطہرین کے سوا کوئی نہیں چھوتا'' مگر ان کے نزدیک یہ نفی، نہی کے مفہوم میں ہے۔ مثلاً حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَلۡمُسۡلِمُ اَخُو الۡمُسۡلِمِ لَا يَظۡلِمُهٗ

مُسلمان مُسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا۔

اس ارشاد میں اگرچہ خبر دی گئی ہے کہ مسلمان مسلمان پر ظلم نہیں کرتا، مگر حقیقت میں اس سے یہ حکم نکلتا ہے کہ مسلمان مسلمان پر ظلم نہ کرے۔اسی طرح اس آیت میں اگرچہ یہ کہا گیا ہے کہ پاک لوگوں کے سوا قرآن کو کوئی نہیں چھوتا، مگر اس سے حکم یہ نکلتا ہے کہ جب تک کوئی شخص پاک نہ ہو، وہ اسے مس نہ کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان آیات میں کفار کو خطاب کیا جا رہا ہے اور انہیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے محفوظ نوشتے میں ثبت ہے، جس میں شیاطین کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراندازی کا کوئی احتمال نہیں اور پاکیزہ فرشتوں کے سوا کوئی اسے چھو بھی نہیں سکتا۔ آیت میں صراحتاً یہ حکم موجود نہ سہی کہ طہارت کے بغیر کوئی اس کو ہاتھ نہ لگائے، مگر یہ آیت مومنوں کو یہ بات سمجھاتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کتاب کو صرف پاکیزہ فرشتے ہی چھو سکتے ہیں، اسی طرح دُنیا میں بھی انسان جن کی ہدایت کے لیے یہ صحیفہ نازل کیا گیا ہے، اسے ناپاکی کی حالت میں چھونے سے اجتناب کریں۔

جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں، جسب ذیل روایات سے اس کی تصدیق وتوثیق ہو جاتی ہے:

1 امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں عبداللہ بن ابی بکر، محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جو احکام عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ یمن کے سرداروں کو لکھ بھیجے تھے، ان میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ:

لَا یَمَسُّ الْقُرْآنَ اِلَّا طَاهِرٌ [1]

قرآن مجید کو پاک صاف آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

یہی بات ابوداؤد نے مراسیل میں امام زہری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پاس حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی جو تحریر دیکھی تھی، اس میں یہ حکم بھی موجود تھا:

2 حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ [2]

کوئی حیض یا جنابت کی حالت میں قرآن کا حصہ نہ پڑھے۔

3 حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمْ یَكُنْ یُحْجِزُهٗ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ ،لَیْسَ الْجَنَابَةَ [3]

”حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کوئی چیز قرآن مجید کی تلاوت سے نہ روکتی تھی، جنابت کے سوا“

صحابہ وتابعین کے جو مسلک اس بارے میں منقول ہیں، وہ یہ ہیں:

[1] مؤطا امام مالک: 233

[2] ترمذی: 131، ابن ماجہ: 595

[3] ابوداؤد: 229، ترمذی: 146، ابن ماجہ: 594، حمیدی: 57، ابن خزیمہ: 208

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانا ناجائز سمجھتے تھے۔ ہاں وہ البتہ وضو کے بغیر قرآن پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی وضو کے بغیر مصحف کو ہاتھ لگانا مکروہ سمجھتے تھے۔ [1]

عطاء رحمۃ اللہ علیہ، طاؤس رحمۃ اللہ علیہ، شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی وضو کے بغیر مصحف کو ہاتھ لگانا مکروہ سمجھتے تھے۔ [2]

جنابت اور حیض ونفاس کی حالت میں قرآن پڑھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ تھا۔

حنفی مذہب کی تشریح امام علاء الدین الکاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بدائع الصنائع'' میں یوں کی ہے، جس طرح بے وضو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح قرآن مجید کو ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ غلاف کے اندر ہو تو ہاتھ لگایا جاسکتا ہے۔ غلاف سے مراد بعض فقہاء کے نزدیک وہ جُزدان ہے جس کے اندر قرآن رکھا جاتا ہے اور اس میں سے نکالا بھی جاسکتا ہے۔ اسی طرح تفسیر کی کتابوں کو بھی بے وضو ہاتھ نہ لگانا چاہیے، نہ کسی ایسی چیز کو جس میں قرآن کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو۔ البتہ فقہ کی کتابوں کو ہاتھ لگایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مستحب یہی ہے کہ ان کو بھی بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ اس لیے کہ ان میں بھی آیاتِ قرآنی بطور استدلال درج ہوتی ہیں۔ بعض فقہائے حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ مصحف کے صرف اس حصے کو بے وضو ہاتھ لگانا درست نہیں ہے جہاں قرآن کی عبارت لکھی ہوئی ہو۔ باقی رہے حواشی تو خواہ وہ سادہ ہوں یا ان میں بطور تشریح کچھ لکھا ہوا ہو، ان کو ہاتھ لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ حواشی بھی مصحف ہی کا ایک حصہ ہیں اور ان کو ہاتھ لگانا مصحف ہی کو ہاتھ لگانا ہے۔ رہا قرآن پڑھنا تو وہ وضو کے بغیر جائز ہے۔

شافعی مذہب کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المنہاج میں یوں بیان کیا ہے:

''نماز اور طواف کی طرح مصحف کو ہاتھ لگانا اور اس کے کسی ورق کو چھونا بھی

---

[1] احکام القرآن: جصاص

[2] المغنی لابن قدامہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضو کے بغیر حرام ہے۔ اسی طرح قرآن کی جلد کو چھونا بھی ممنوع ہے اور اگر قرآن کسی خریطے، غلاف یا صندوق میں ہو یا درسِ قرآن کے لیے اس کا کوئی حصہ تختی پر رکھا ہوا ہو تو اس کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں، ہاں اگر قرآن کسی کے سامان میں رکھا ہو یا تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہوا ہو یا کسی سکہ میں اس کا کوئی حصہ درج ہو، تو اسے ہاتھ لگانا جائز ہے۔ بچہ اگر بے وضو ہو تو وہ بھی قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور بے وضو آدمی اگر قرآن پڑھے تو اسے ہاتھ نہ لگائے، بلکہ لکڑی یا کسی اور چیز سے اس کا ورق پلٹ سکتا ہے۔''

مالکیہ کا مسلک جو اَلْفِقْهُ عَلَى الْمَذٰهِبِ الْاَرْبَعَةِ میں نقل کیا گیا ہے، یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے ساتھ وہ اس بارے میں متفق ہیں کہ مصحف کو ہاتھ لگانے کے لیے وضو شرط ہے۔ لیکن قرآن کی تعلیم کے لیے وہ استاد اور شاگرد دونوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ حائضہ عورت کے لیے بھی تعلیم کی غرض سے مصحف کو ہاتھ لگانا جائز قرار دیتے ہیں۔ ابنِ قدامہ نے المغنی میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں تو قرآن پڑھنا ممنوع ہے مگر حیض کی حالت میں عورت کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے، اس لیے کہ ایک طویل مدت تک ہم اسے قرآن پڑھنے سے روکیں گے تو وہ بھول جائے گی۔

حنبلی مذہب کے احکام جو ابنِ قدامہ رحمہ اللہ نے نقل کیے ہیں یہ ہیں:

جنابت کی حالت میں اور حیض و نفاس کی حالت میں قرآن یا اس کی پوری آیت کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بسم اللہ، الحمد للہ وغیرہ کہنا جائز ہے۔ اگرچہ یہ بھی کسی نہ کسی آیت کے اجزاء ہیں، مگر ان سے تلاوتِ قرآن مقصود نہیں ہوتی۔ رہا قرآن کو ہاتھ لگانا تو وہ کسی حال میں وضو کے بغیر جائز نہیں۔ ہاں اگر قرآن کی کوئی آیت کسی خط یا فقہ کی کسی کتاب یا کسی اور تحریر کے سلسلے میں درج ہو تو اسے ہاتھ لگانا ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن اگر کسی چیز میں رکھا ہوا، ہو تو اسے وضو کے بغیر اٹھایا جا سکتا ہے۔ تفسیر کی کتابوں کو ہاتھ لگانے کے لیے بھی وضو شرط نہیں ہے۔ نیز بے وضو آدمی کو اگر کسی فوری ضرورت کے لیے قرآن کو ہاتھ لگانا پڑے تو تیمم کر سکتا ہے۔

اَلْفِقْهُ عَلَى الْمَذٰهِبِ الْاَرْبَعَةِ میں حنبلی مسلک کا یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ بچوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے تعلیم کی غرض سے بھی وضو کے بغیر قرآن کو ہاتھ لگانا درست نہیں ہے اور یہ ان کے سرپرستوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن ان کے ہاتھ میں دینے سے پہلے انہیں وضو کرائیں۔

فتاوٰی عالمگیری میں لکھا ہے کہ قرآن مجید بچوں کے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے، خواہ وضو سے ہوں یا بے وضو۔

بہرحال یہ بات واضح ہوئی کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک وضو کے بغیر قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔ جنابت کی حالت میں بدرجۂ اولیٰ قرآن کو ہاتھ لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ جو بعض ائمہ نے بے وضو تلاوت کی اجازت دی ہے، تو یہ محض جواز کی بات ہے۔ اس میں تو اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ باوضو ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ سورۂ عبس میں ہے:

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

[عبس 16,13/80]

”قرآن مجید لکھا ہوا ہے عزت والے صحیفوں میں۔ ان صحیفوں کو اونچا رکھا جاتا ہے اور یہ صاف ستھرے ہیں۔ معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔“

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ پر حاشیہ لکھتے ہیں۔

”یعنی کیا ان مغرور سرپھروں کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہو گی؟ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر مخلص ایماندار بھی اس کے اوراق نہایت عزت و احترام اور تقدیس و تطہیر کے ساتھ اونچی جگہ رکھتے ہیں۔“

(ص:762)

اور بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝ پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے یہ حاشیہ دیا ہے:

وہاں فرشتے اس کو لکھتے ہیں، اسی کے موافق وحی اترتی ہے اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین، پاکباز، نیکوکار اور فرشتہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصلت بندے ہیں۔ جنہوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف وتبدیل سے اس کو پاک رکھا ہے۔ (ص:762)

حضرت مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اَلدُّعَاءُ الْمَقْبُوْلُ الْمَاثُوْرُ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَاَحَادِیْثِ الرَّسُوْلِ'' میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی ظاہری تعظیم بھی کرنی چاہیے۔ اس سے بہتر ثواب ملتا ہے۔ زمین پر قرآن مجید کے گرے ہوئے ورقوں کو اٹھانے والا اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے لکھے ہوئے کاغذوں کو زمین سے اٹھانے والا علیّین میں بلند مرتبہ پائے گا۔

طبرانی کی معجم صغیر میں ہے:

عَنْ عَلِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ کِتَابٍ یُلْقٰی بِمَضِیَّۃٍ مِنَ الْاَرْضِ اِلَّا بَعَثَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلَیْہِ مَلَائِکَۃً یَحِفُّوْنَہٗ بِاَجْنِحَتِہِمْ وَیُقَدِّسُوْنَہٗ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰہُ وَلِیًّا مِنْ اَوْلِیَائِہٖ فَیَرْفَعُہٗ مِنَ الْاَرْضِ وَمَنْ رَفَعَ کِتَابًا مِنَ الْاَرْضِ فِیْہِ اسْمٌ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی رَفَعَ اللّٰہُ اِسْمَہٗ وَخَفَّفَ عَنْ وَالِدَیْہِ الْعَذَابَ وَاِنْ کَانَا کَافِرَیْنَ [1]

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ زمین پر جب کوئی کتاب گر پڑتی ہے، تو اسے اٹھانے کے لیے اللہ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے۔ وہ فرشتے اپنے پروں سے اسے ڈھانپ لیتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ اپنے ولیوں میں سے کسی ولی کو بھیج دیتا ہے، تو وہ اسے زمین سے اٹھا لیتا ہے اور جو زمین سے کسی ایسی تحریر کو اٹھائے جس میں اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو تو اللہ اس کے نام کو بلند کرتا ہے اور اس کے ماں باپ کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے، اگرچہ وہ کافر ہوں۔''

مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ ''الدعاء المقبول'' میں لکھتے ہیں:

[1] المعجم الصغیر للطبرانی: 144/1، مجمع الزوائد: 169/4، کنز العمال: 44265

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حدیث مذکور حضرت مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ! نے تحریر فرما کر خاکسار کو مرحمت فرمائی تھی۔" ◪

پس قرآن مجید کے ادب کا تقاضا ہے کہ اسے مَیل کچیل سے پاک رکھا جائے اور اُونچی جگہ پر رکھا جائے۔ قرآن مجید کو زمین پر نہ رکھنا چاہیے، نہ پاؤں برابر رکھنا چاہیے۔ نہ قرآن مجید کی طرف پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ نہ قرآن مجید پر کوئی دوسری کتاب یا چیز رکھنی چاہیے۔ نہ قرآن مجید سے اونچا بیٹھنا چاہیے۔ یہ سب سوءادب کی باتیں ہیں۔ کتنے ہیں جن کو آیات قرآنی اور اسماءِ الٰہی کے ادب و تعظیم کی وجہ سے قرب و ولایت سے نوازا گیا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیے، ان کی توبہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک روز مستی کی حالت میں جا رہے تھے۔ راستے میں کاغذ کا ایک پرزہ پڑا ہوا پایا۔ آپ نے اسے تعظیماً اٹھا لیا۔ اس پُرزے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے عطر لگایا اور پاک جگہ پر رکھ دیا اسی رات آپ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا:

يَا بِشْرُ طَيَّبْتَ اِسْمِي فَبِعِزَّتِي لَأُطَيِّبَنَّ اِسْمَكَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ

"اے بشر! تو نے میرے نام کو تعظیماً معطر کیا۔ میں اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں دُنیا اور آخرت میں تیرے نام کو مہکا دوں گا۔"

پس اسی وقت حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کا راستہ اختیار کیا اور قرب و ولایت سے نوازے گئے۔ [1]

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء گئے، تو آپ نے دیکھا کہ ایک مٹی کا پیالہ نجاست سے آلودہ پڑا ہے اور اس پر لفظ "اللہ" منقوش ہے۔ آپ اس پیالے کو لے کر باہر آگئے اور پانی منگوا کر اسے دھویا اور خوب پاک صاف کیا۔ نیاز مندوں نے ہر چند عرض کیا کہ ہم اسے پاک کرتے ہیں، مگر آپ نے پیالہ ان کو نہ دیا اور خود ہی اسے پاک صاف کرتے رہے۔ پھر اس پیالے کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ دیا اور جب پانی پینا چاہتے تو اسی پیالے سے پیتے۔ اس تعظیم کی برکت کی وجہ سے اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ جس طرح تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی ہے، اسی طرح ہم نے بھی تمہارے نام کو دنیا اور

[1] کشف المحجوب: مرتبہ مولوی محمد شفیق مرحوم۔ ص112

◪ مولوی احمد اللہ صاحب، میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں مکرم ومحترم بنا دیا ہے، آپ فرماتے تھے کہ اس عمل سے جس قدر فیض وبرکات مجھے حاصل ہوئیں، ان کا حصول سو سال کی ریاضت سے بھی ممکن نہ تھا۔ [1]

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ ''زبدۃ المقامات'' میں لکھتے ہیں، ایک روز میں حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت اس وقت معارف تحریر فرما رہے تھے۔ پیشاب کے تقاضے کے غلبے کی وجہ سے آپ نہایت تیزی سے وضوخانے کی طرف گئے مگر فوراً واپس آ گئے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ آپ اتنی جلدی واپس کیوں کر آ گئے۔ باہر آتے ہی پانی کا لوٹا منگوایا اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن دھویا اور پھر وضوخانے میں چلے گئے۔ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں وضوخانے میں گیا ہی تھا کہ میری نظر ناخن کی پشت پر پڑی تو سیاہی کا وہ نقطہ نظر آیا جو قلم کی درستگی جانچنے کے لیے انگوٹھے پر میں نے لگایا تھا۔ وہ سیاہی کا نقطہ بھی حروفِ قرآنی کی کتابت کے اسباب میں سے تھا۔ اس نقطۂ سیاہی کے ساتھ مجھے پیشاب خانے میں بیٹھنا ادب کے منافی معلوم ہوا۔ اگرچہ پیشاب کا تقاضا شدت کا تھا اور اس کی وجہ سے میں تکلیف میں تھا، لیکن ترکِ ادب کی تکلیف اس سے بھی زیادہ سخت تھی۔ [2]

آدابِ تلاوت:

اللہ تعالیٰ سورۃ المزمل میں فرماتے ہیں:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا [مزمل: 4/73]

''قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔''

یعنی الفاظ کی ادائیگی درست ہو۔ تمام حروف کو صحیح مخارج سے ادا کرو۔ ہر ہر لفظ زبان سے صاف ادا کرو۔ ایک ایک آیت پر ٹھہرو، اس کے مفہوم و مدعا کو سمجھو، اس کے مطالب و معانی پر غور کرو۔ اس کے انوار کو محسوس کرو۔ جن آیتوں میں خدا کی صفاتِ جمالیہ کا ذکر ہے، اس کی محبت سے سرشار ہو کر پڑھو، جن آیتوں میں اللہ کی صفات جلالیہ کا ذکر ہے، انہیں پڑھتے ہوئے اس کی ہیبت اور خوف دل پر طاری کرو۔ اس کی نوازشوں اور رحمتوں کا ذکر آئے تو جذبات تشکر میں ڈوب جاؤ۔ جنت کی نعمتوں کا ذکر آئے، تو ان کے حصول کے لیے

[1] حضرات القدس، دفتر دوم۔ ص:78

[2] زبدۃ المقامات۔ ص:170

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا کرو، جہنم کی ہولناکیوں کا ذکر آئے تو خدا کی پناہ مانگو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن مجید کیسے پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا کہ آپ الفاظ کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط پڑھ کر بتایا کہ آپ اللہ، رحمان اور رحیم کو مدّ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ [1]

یعلیٰ بن مالک رضی اللہ عنہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قراءت کا حال پوچھا تو، اُنہوں نے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایک آیت کو الگ الگ پڑھتے تھے اور ہر آیت پر ٹھہرتے جاتے تھے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ کر رک جاتے۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پر ٹھہرتے پھر مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتے۔ [2]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں تہجد کی نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کھڑا ہو گیا، تو میں نے دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے جہاں تسبیح کا موقع آتا وہاں تسبیح فرماتے۔ جہاں دُعا کا موقعہ آتا وہاں دُعا مانگتے، جہاں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا موقع ہوتا، وہاں پناہ مانگتے۔ [3]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات تہجّد کی نماز میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر پہنچے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

"اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تُو غالب ہے۔"

تو اسی کو دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ [4]

یہ جو حکم دیا کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھو، اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ قرآن مجید کو یُوں تیزی سے فراٹے بھرتے ہُوئے پڑھنا کہ پڑھنے والا آیت کے کئی الفاظ کھا جائے، اَدب کے منافی ہے۔

---

[1] بخاری: 5046-5045

[2] ترمذی: 2927، ابوداؤد: 4001، ابن خزیمہ: 493، احمد: 302/6

[3] مسلم: 1814، ابوداؤد: 817، نسائی: 1007، ابن ماجہ: 1351، ترمذی: 262

[4] نسائی: 1010، مستدرک حاکم: 241

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الاعراف میں ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان دھر کر سُنا کرو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رودِ رحمت ہو۔“ [الاعراف 7/ : 208]

حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ موضح القرآن میں لکھتے ہیں:

یعنی جب کوئی قرآن پڑھے اوروں پر واجب ہے کہ باتیں نہ کریں، دھیان سے سنیں، شاید دل میں ہدایت پڑے، لیکن پڑھنے والا باتوں کی مجلس میں پڑھنے لگے پکار کر تو اس کی خطا ہے۔ [1]

اس آیت پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے:

جب قرآن ایسی دولت ہے، علم اور ہدایت کی کان ہے تو اس کی قرأت کا حق سامعین پر ہے کہ پوری فکر و توجہ سے ادھر کان لگائیں۔ اس کی ہدایت کو سمع قبول سے سُنیں اور ہر قسم کی بات چیت، شور و شغب اور ذکر و فکر چھوڑ کر ادب کے ساتھ خاموش رہیں تا کہ خدا کی رحمت اور مہربانی کے مستحق ہوں۔ اگر کافر اس طرح قرآن سنے تو کیا بعید ہے کہ خدا کی رحمت سے مشرف بہ ایمان ہو جائے اور پہلے سے مسلمان ہے تو ولی بن جائے یا کم از کم اس فعل کے اجر و ثواب سے نوازا جائے۔ [2]

---

[1] موضح القرآن، ص:289

[2] تفسیر عثمانی، ص:228

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد کا ادب

حدیث شریف ہے:

إِنَّ بُیُوْتَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنَ الْاَرْضِ مَسَاجِدُهَا [1]

''زمین پر مسجدیں خدا کے گھر ہیں۔''

پس جو مسجد میں جاتا ہے، وہ خدا کے گھر میں جاتا ہے اور اگر آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جائے تو خدا اپنی رحمتوں سے نوازتے ہیں۔

مسجدیں اللہ کے گھر ہیں کا یہ مفہوم نہیں کہ خدا مسجد کی چار دیواری میں یوں بیٹھا ہوا ہے، جیسے ہم اپنے مکان میں بیٹھتے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص تجلّیاں مساجد پر پڑتی ہیں اور ان میں جانے والے اپنی استعداد کے مطابق ان سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا

''جب جنت کے باغات پر تمہارا گزر ہو تو خوب لطف اندوز ہوا کرو۔''

عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا: مساجد جنت کے باغات ہیں۔ پھر عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لطف اندوز ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے۔'' فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

---

[1] مجمع الزوائد: 22/2، المعجم الکبیر للطبرانی: 199/10، کنز الاعمال: 20740

[2] ترمذی: 3509، 3510، مسند احمد: 150/3، کنز الاعمال: 1884، 20739

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا [1]

''اللہ کو سب جگہوں سے زیادہ عزیز مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ بازار ہیں۔''

تخلیق جن وانس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور مسجدیں اس کی عبادت کا محل ہیں، اس لیے اسے عزیز ہیں اور بازار غفلت اور معصیت کا مقام ہے۔ جھوٹ، دھاندلی اور لڑائی جھگڑے کی جگہ ہے، اس لیے خدا کو ناپسند ہیں۔

مسجدوں کو پاک صاف رکھیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''مسجدوں کو صاف رکھا جائے اور انہیں خوشبو لگائی جائے۔'' [2]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسجدوں میں چھڑکاؤ کیا جاتا تھا اور جھاڑو دیا جاتا تھا۔ [3]

حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَتَّبِعُ غُبَارَ الْمَسْجِدِ بِجَرِيْدَةٍ [4]

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد کے غبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف کیا کرتے تھے۔''

حضرت مطلب بن عبداللہ بن خطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک روز گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قبا میں تشریف لے گئے، اس میں نماز پڑھی، پھر فرمایا: اے یرقا! (کسی شخص کا نام ہے) مجھے ایک کھجور کی ٹہنی لا دو۔ آپ نے ایک کپڑے سے اپنی کمر باندھی اور تمام مسجد میں جھاڑو دیا۔ [5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

[1] مسلم: 1528، ابن خزیمہ: 1293، کنز العمال: 20719

[2] ابوداود: 455

[3] مصنف ابن ابی شیبہ قلمی، جلد اول ص 266

[4] مصنف ابن ابی شیبہ

[5] مصنف ابن ابی شیبہ، جلد اول، صفحہ 267

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةِ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ [1]

"میری اُمت کے اعمال کے ثواب میرے سامنے پیش کیے گئے حتیٰ کہ وہ تنکا بھی جسے کسی آدمی نے مسجد سے نکال دیا ہو۔"

ایک عورت عہدِ نبوی ﷺ میں مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال رات کے وقت ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس خیال سے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اندھیرے میں زحمت ہو گی، خود ہی نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا۔ صبح کے وقت جب آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا:

إِذَا مَاتَ لَكُمْ مَيِّتٌ فَآذِنُونِي إِنِّي رَأَيْتُهَا فِي الْجَنَّةِ لِمَا كَانَتْ تَلْقُطُ مِنَ الْقَذَاءِ فِي الْمَسْجِدِ [2]

"جب تمہارے ہاں کوئی فوت ہو جائے تو مجھے خبر دیا کرو۔ میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے، اس لیے کہ وہ مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھایا کرتی تھی۔"

پس مسجد کو پاک صاف رکھنا چاہیے اور ہو سکے تو اس میں خوشبو بھی سلگانی چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مساجد میں خوشبو سلگائی جاتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے تھے، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خوشبو سلگایا کرتے تھے۔ [3]

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے:

مسلم شریف میں ہے:

اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ [4]

"مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔"

[1] ابوداؤد: 461، ترمذی: 2916، اذکار للنووی: 99، ابن خزیمہ: 1297

[2] مجمع الزوائد: 10/2، کنز العمال: 2048، المعجم الکبیر للطبرانی: 422/12

[3] احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ و ابن حبان

[4] ابوداؤد: 474-475

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص نے حضور علیہ السلام کے زمانے میں کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی اور قبلے کی طرف تھوکا۔ حضور علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتدیوں سے کہا آئندہ یہ امام تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا، تو لوگوں نے اسے روک دیا اور اسے بتایا کہ حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس شخص نے حضور علیہ السلام سے بات کی تو انہوں نے فرمایا:

نَعَمْ اِنَّكَ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ [1]

"ہاں تم نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دی ہے۔"

بدبودار چیزیں کھا کر مسجد نہ جائیے:

جس شخص نے کوئی بدبودار چیز کھائی ہو، اس کے لیے مسجد میں داخل ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اپنے منہ سے بدبو زائل نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ اَكَلَ الثُّوْمَ وَالْبَصَلَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْاٰدَمَ [2]

"جو لہسن، پیاز یا گندنا (ایک بدبودار ترکاری) کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے، ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔"

اس حدیث سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ صرف مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں لہسن پیاز یا کوئی دوسری بدبودار چیز کھا کر جانا ممنوع ہے، بلکہ تمام مساجد میں بدبودار چیز کھا کر جانا منع ہے۔ مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ روایت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اس میں صاف طور پر فرمایا: فَلَا يَاْتِيَنَّ الْمَسَاجِدَ! [3] یعنی وہ مسجدوں میں نہ آئے۔ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ کسی مسجد میں بھی لہسن، پیاز کھا کر نہ جانا چاہیے۔

---

[1] ابوداؤد: 481

[2] بخاری: 854، مسلم: 1254، ترمذی: 1806، نسائی: 706

[3] بخاری: 853، مسلم: 1248، ابوداؤد: 3835

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تم لہسن اور پیاز کھاتے ہو۔ یہ دونوں ناپسندیدہ ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب کسی آدمی سے ان کی بد بو آتی تو حکم فرماتے کہ اسے بقیع کی طرف نکال دیا جائے۔ جو ان کو کھانا چاہتا ہو، وہ ان کی بدبو مارے۔'' [1]

طبرانی کی روایت میں مولی کو بھی لہسن پیاز کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت کر دی کہ جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے، فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ پس تمباکو پینے والے کے لیے بھی مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، جب تک تمباکو کی بدبو دور نہ کرے۔ جس شخص کے کپڑے گندے، غلیظ اور بدبودار ہوں، اس کو بھی چاہیے کہ بدبودار کپڑے اتار کر مسجد میں داخل ہو۔

مسجد میں گمشدہ چیزوں کا اعلان نہ کیجیے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''جو شخص سُنے کہ مسجد میں کوئی اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو وہ کہہ دے:

لَا رَدَّھَا اللّٰهُ عَلَيْكَ ''اللہ نہ کرے کہ تجھے یہ چیز واپس ملے۔''

اس لیے کہ مسجدیں اس کام کے لیے تو نہیں بنائی گئی ہیں۔ [2]

مسجد میں خرید و فروخت ناجائز ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّبِيْعَ اَوْ يَبْتَاعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَهٗ لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ [3]

''جب تم کسی کو دیکھو وہ مسجد میں بیچ رہا ہے یا خرید رہا ہے، تو اس سے کہو! خدا تمہاری تجارت کو نفع بخش نہ کرے۔''

---

[1] مسلم: 1227، نسائی: 707، ابن ماجہ: 1014

[2] مسلم: 1260، ترمذی: 1321، ابن ماجہ: 767

[3] ترمذی: 1321، ابن خزیمہ: 1305، شرح السنۃ: 127/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں اشعار پڑھنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں خرید وفروخت نہ کی جائے، اشعار نہ پڑھے جائیں، گمشدہ چیز کا اعلان نہ کیا جائے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنا کر نہ بیٹھا جائے۔ [1]

مسجد میں ان اشعار کا پڑھنا ممنوع ہے، جن میں فحاشی ہو یا کسی مسلمان کی ہجو ہو یا کسی ظالم کی مدح وستائش ہو یا کوئی ایسی بات ہو جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ شعر بھی نثر کی طرح ہے۔ اگر اس میں اچھے مطالب بیان کیے جائیں، تو وہ اچھا ہے اور اگر اس میں بُرے مطالب بیان کیے جائیں تو وہ بُرا ہے۔ [2]

اگر اشعار میں حمدِ الٰہی ہے یا نعتِ پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یا موعظت ہے، تو ان کو مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز پڑھنے والوں، ذکر کرنے والوں اور تلاوت کرنے والوں کو اس سے تشویش نہ ہو۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ [3]

"کفار کو میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ روح القدس (جبریل) سے اس کی مدد فرما۔"

ترمذی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے منبر رکھوایا کرتے تھے اور وہ منبر پر کھڑے ہو کر کفار کی ہجو کہا کرتے تھے۔ [4]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

"بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔" [5]

باقی رہی جابر بن سمرہ والی حدیث۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سو سے بھی زیادہ مرتبہ

---

[1] ابوداؤد: 1079، ترمذی: 322، ابن ماجہ: 1133، احمد: 6676 [2] طبرانی وبیہقی

[3] بخاری: 453، 3212، مسلم: 6384، ابوداؤد: 5013، نسائی: 715

[4] ابوداؤد: 5015، ترمذی: 2846، احمد: 72/6، نیل الاوطار: 135/2

[5] ترمذی: 2844، کنز العمال: 4852

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو شعر سناتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش رہتے تھے۔ بعض اوقات مسکرا دیتے تھے۔ [1]

اس حدیث سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ فحش اور گندے اشعار پڑھنا مسجد میں جائز ہیں۔ فحش اشعار تو مسجد سے باہر پڑھنے بھی ناجائز ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فحش اشعار کے بارے میں فرمایا:

لَاَنْ یَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِکُمْ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمْتَلِئَ شِعْرًا [2]

"فحش اشعار کے ساتھ پیٹ بھرنے سے بہتر ہے کہ کوئی شخص اپنے پیٹ کو خون اور پیپ سے بھرے۔"

پھر مسجدیں کہ اللہ کے گھر ہیں اور ذکر کے لیے بنائی گئی ہیں، ان میں فحش اشعار پڑھنا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔ پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو بارگاہِ رسالت ﷺ میں اس قدر مؤدب تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں فحش اشعار کیوں کر پڑھ سکتے تھے؟ وہ اشعار جو صحابہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ایک دوسرے کو سناتے تھے، یقیناً اسی قبیل کے ہوں گے جن کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے بھی سینکڑوں اشعار ایسے ہیں کہ ان میں حکمت، دانش اور بھلائی کی باتیں ہوتی ہیں، مثلاً امیہ بن ابی الصلت اور زہیر کے دیوان حکیمانہ اشعار سے بھرے پڑے ہیں۔ جب مسجد میں خرید وفروخت کی بات ناجائز ہے اور گمشدہ چیز کا اعلان ممنوع ہے تو فحش اشعار کا پڑھنا کیوں کر روا ہوسکتا ہے۔

مسجد کے آداب بھی یقیناً ارتقائی منازل سے گزرے ہوں گے۔ ان کی آخری ارتقائی شکل، تمام متعلقہ احادیث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتی ہے کہ مسجد میں بذلہ سنجی نہ کی جائے، نہ اُونچی آواز سے گفتگو کی جائے۔

موطأ امام مالک رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے پاس ایک فراخ جگہ بنا

---

[1] ترمذی: 2850، ابوداود: 1294، نسائی: 1357، احمد: 5/86، 88

[2] بخاری: 6155، مسلم: 5893، ابن ماجہ: 3759

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی تھی، جسے بطیحاء کہا جاتا تھا اور یہ کہہ دیا تھا، جو شور وشغب کرنا چاہتا ہے یا شعر پڑھنا چاہتا ہے یا اونچی آواز سے بات کرنا چاہتا ہے، وہ مسجد سے نکل کر اس کشادہ جگہ میں آجائے۔

اگر مسجد میں شعر گوئی اور بذلہ سنجی میں کوئی مضائقہ نہ ہوتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شعر گوئی کے لیے مسجد سے باہر الگ جگہ مخصوص کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

مسجد میں دُنیا داری کی باتیں نہ کیجیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ایک وقت آئے گا لوگ مسجد میں دُنیا کی باتیں کریں گے، ان کے پاس مت بیٹھو، اللہ کو ان کی کوئی حاجت نہیں۔ [1]

غور کیجیے کہ مسجد کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیر البقاع (بہترین جگہ) فرمایا اور بازار کو شرُّ البقاع (بدترین جگہ) فرمایا، تو مسجد اور بازار میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ مابہ الامتیاز فقط یہ ہے کہ مسجد میں اللہ کا ذکر ہے اور بازار میں دُنیا کا ذکر ہے۔ پس جو مسجد میں دُنیا داری کی باتیں کرتا ہے، وہ مسجد کو شرُّ البقاع بناتا ہے۔

ہاں البتہ عیادت، خبر گیری اور مزاج پرسی میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ سب حقوق شریعت کے بتائے ہوئے ہیں۔

مسجد میں آواز بلند نہ کیجیے:

مسجد میں آواز بلند کرنا، جس سے نمازیوں کو تشویش ہو، ناجائز ہے۔ اگر لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، تو اُونچی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت بھی ناجائز ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''نمازی اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے۔ اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ کس طرح سرگوشی کرتا ہے۔ قرآن پڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے آواز بلند مت کیا کرو۔'' [2]

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ لوگ بُلند آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ ہٹایا اور فرمایا:

---

[1] بیہقی، منذری وابن حبان

[2] تاریخ بغداد للخطیب: 175/13

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اَلَا اِنَّ کُلَّکُمْ مُنَاجٍ رَبَّهٗ فَلَا یُؤْذِیَنَّ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَلَا یَرْفَعُ بَعْضٌ فِی الْقِرَاءَةِ [1]

"دیکھو تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے۔ پس تم ایک دوسرے کو ایذاء نہ دو اور قرآن پڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے آواز بلند نہ کیا کرو۔"

مسجد میں نیند اور خورد ونوش مباح ہے:

عباد بن تمیم روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ جوان غیر شادی شدہ تھے اور ان کا کوئی گھر بار نہ تھا تو وہ مسجدِ نبوی ﷺ میں سو جایا کرتے تھے۔ [3]

مسند امام احمد رحمہ اللہ کے الفاظ یوں ہیں:

نَنَامُ فِی الْمَسْجِدِ وَنَقِیْلُ فِیْهِ

"ہم مسجد میں سو بھی جاتے تھے اور قیلولہ بھی کیا کرتے تھے۔"

جمہور علماء مسجد میں سونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ یہ ہے کہ مسجد میں سونا مکروہ ہے۔ ہاں جو نماز کے انتظار میں سو جائے اس کے لیے جائز قرار دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ مسجد میں سونا مطلقاً مکروہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس شخص کے لیے مسجد میں سونا مکروہ ہے، جس کے پاس رہائش کی جگہ ہو اور اس شخص کے لیے سونا مباح ہے، جس کے پاس رہائش کی جگہ نہ ہو۔ [4]

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں مسجد میں روٹی گوشت کھایا کرتے تھے۔ [5]

---

[1] ابوداؤد ونسائی وبیہقی وحاکم

[2] بخاری: 475، 2969، مسلم: 2100، مالک: 87، شرح السنۃ: 487

[3] بخاری: 440، 1121، شرح السنۃ: 488

[4] نیل الاوطار: ج 2، ص: 136

[5] ابن ماجہ: 3300

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ مسافر اور معتکف کے لیے مسجد میں کھانا اور سونا جائز ہے اور بلا ضرورت کھانے اور سونے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

مسجد جاتے ہوئے دل پر ہیبت اور ادب طاری کرے:

سورۃ البقرہ میں ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ [البقرہ 114/2]

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس بات سے روکے کہ اس میں اس کا نام لیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے اور ان کو ویران کرنے کے درپے ہو۔ ان کو تو بے ہیبت ہو کر مسجد میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے تھا اور ان کے لیے زیبا یہ تھا کہ خدا سے ڈرتے ہوئے مساجد میں داخل ہوتے۔ ان کے لیے دُنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں تو بڑا عذاب ہوگا۔"

اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا تو روم کے نصاریٰ نے اُن سے انتقام لینے کی خاطر عراق کے ایک مجوسی بادشاہ کے ساتھ مل کر اپنے بادشاہ طیطوس کی سرکردگی میں شام کے یہودیوں پر حملہ کیا اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ تورات کے نسخے جلا ڈالے۔ بیت المقدس کی بے حُرمتی کی۔ اس میں نجاستیں ڈالیں۔ اور خنزیر لا کر اس میں باندھے۔ اس کی عمارت کو ویران کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک بیت المقدس اسی طرح ویران اور برباد پڑا تھا۔ رومی عیسائیوں کی ان گستاخیوں اور بداعمالیوں پر اس آیت میں ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔

حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ اور بعض دُوسرے مفسرین کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعۂ حدیبیہ میں مسجدِ حرام میں داخل ہونے اور طواف کرنے سے روک دیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی روایت کو اور ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول چاہے کچھ ہو، اس آیت کے الفاظ میں عمومیت ہے اور ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بیان فرما دیا۔ اس آیت میں بیت المقدس یا بیت اللہ کا نام نہیں لیا، بلکہ ''مساجد اللہ'' کہا تا کہ تمام مسجدوں پر اس حکم کا اطلاق ہو جائے۔ پس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جو شخص کسی مسجد میں لوگوں کو اللہ کا ذکر کرنے سے روکے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے مسجد ویران ہو جائے، تو وہ بہت بڑا ظالم ہے۔

اللہ کی مسجدوں کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص ان میں داخل ہو، اُس پر اللہ کی عظمت اور ہیبت طاری ہو اور خشوع و خضوع کے ساتھ داخل ہو۔ یہ اس بادشاہوں کے بادشاہ، اس رب السمٰوات والارض کے دربار کی حاضری ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوئی کہ آداب ملحوظ رکھنے کے اعتبار سے دُنیا کی ساری مسجدیں برابر ہیں۔ جیسے بیت المقدس، مسجد حرام یا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی ظلمِ عظیم ہے، اسی طرح مساجد میں سے ہر مسجد کی بے حرمتی ظلمِ عظیم ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوئی کہ مسجد میں ذکر اور نماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں، سب ناجائز اور حرام ہیں۔ ہر اس شخص پر اس آیت کا اطلاق ہوتا ہے جو کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز، ذکر اور تلاوت سے صراحتاً روکتا ہے یا مسجد میں شور و شغب کر کے لوگوں کی عبادت میں خلل ڈالتا ہے۔ اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ مسجد کو ویران اور برباد کرنا بڑے ظلم کی بات ہے اور اس کی سب صورتیں حرام ہیں۔ تخریب ظاہری ہو یا معنوی ہو۔ مساجد کی بے حرمتی کرنا اور ان کو منہدم کرنا ظاہری تخریب ہے اور مساجد میں اللہ کے ذکر کی بجائے دنیا کی باتیں کرنا یا شور و شغب کرنا یا ایسے اسباب پیدا کرنا کہ نمازی مسجد سے بھاگنے لگیں، تخریب معنوی ہے۔ وہ شخص بھی وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا میں داخل ہے، جس کی بد مزاجی سے تنگ آ کر لوگ مسجد میں آنا چھوڑ دیں۔ مسجد کی آبادی درو دیوار کے نقش و نگار سے نہیں، بلکہ اللہ کا ذکر کرنے والوں سے ہے اور ان کے اخلاص سے ہے اور ان انوار سے ہے، جو ان ذکر کرنے والوں پر برستے ہیں۔ اسی لیے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ [التوبة:9/ 18]

''مسجدوں کی آبادی تو بس ان لوگوں سے ہے جو اللہ پر ایمان لائیں اور آخرت کے دن پر اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔''

حدیث شریف میں قربِ قیامت کی یہ علامت بھی بیان کی گئی ہے:

مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ

''مسجدیں ان کی یوں تو آباد ہوں گی مگر حقیقتاً ویران ہوں گی۔''

یعنی مسجدوں کی عمارتیں تو عالیشان ہوں گی، درودیوار منقش ہوں گے، ظاہری رونق بھی ہوگی، مگر ریا کاری اور نام و نمود کی وجہ سے اور للّٰہیت اور خلوص کی کمی کی وجہ سے ویران ہوں گی۔ پس مسجد میں جاتے ہوئے اللہ کی ہیبت اور ادب دل پر طاری ہونا چاہیے کہ یہ اللہ کے دربار کی حاضری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں شامل ہونے کے لیے بھاگتے ہُوئے مسجد کی طرف جانا ممنوع قرار دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا [1]

''اگر نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑتے ہوئے مت آؤ، سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ۔ جتنی رکعتیں مل جائیں باجماعت پڑھ لو اور جو رکعتیں رہ جائیں وہ خود پوری کر لو۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے جب روکا کہ مسجد ضرار میں مت جایئے، مسجد قبا یا مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں نماز پڑھیے تو اس کی تلقین یوں کی:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا [التوبہ:109]

اس مسجد میں ایسے آدمی ہیں، جنہیں اپنا ظاہر و باطن پاک صاف رکھنا عزیز ہے۔ پس مسجد میں جب تک رہے رُوح کی تطہیر و تزکیہ میں لگا رہے۔

[1] ابوداؤد: 572، ترمذی: 327، ابن ماجہ: 775، ابن خزیمہ: 1505، 1772

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماں باپ کا ادب

ماں باپ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے مظہر ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

''تیرا رب قطعی حکم دے چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پُوجا نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔'' [بنی اسرائیل:17/23]

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس آیت پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

''خدا تو حقیقتاً بچے کو وجود عطا فرماتا ہے۔والدین اس کی ایجاد کا ظاہری ذریعہ ہیں، اس لیے کئی آیتوں میں خدا تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کیے گئے۔ حدیث میں ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا، جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔ایک حدیث میں فرمایا:

''جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔'' [1] والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے۔مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے۔ان کے لیے دُعاء و استغفار کرے۔ان کے عہد تا مقدور پُورے کرے،ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم وحُسنِ سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلۂ رحمی سے پیش آئے۔''

آگے فرمایا:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ

[1] نسائی: 3106، کنز العمال: 45435

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا○

''اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکیاں دینا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرو اور ازراہِ نیاز مندی عاجزی کے کندھے ان کے لیے جھکائے رکھو اور دُعاء کیا کرو۔ اے میرے پروردگار! ان پر رحم فرما، جیسے انہوں نے رحم وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔'' [بنی اسرائیل :17/ 24]

ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِىْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا○ [بنی اسرائیل :25/17]

''تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم نیک بن کر رہو تو وہ اپنی طرف لوٹنے والوں کی خطاؤں کو بخش دیتا ہے۔''

یعنی والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع خلوصِ دل سے ہونی چاہیے۔ خدا جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی تعظیم بجالاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتوں کا ادب

ابنِ ماجہ اور ترمذی میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ایک جنازے کے ساتھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ سوار ہو کر جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اَنَّ مَلَائِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِ [1]

''تمھیں شرم نہیں آتی، فرشتے تو پیدل چل رہے ہیں اور تم سوار ہو۔''

یہ بھی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازے کے ساتھ جا رہے تھے۔ ایک شخص نے سواری پیش کی، تو آپ نے سوار ہونے سے انکار فرما دیا اور واپس آتے وقت سواری پیش کی گئی، تو آپ سوار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِيْ فَلَمْ اَكُنْ۔ لِاَرْكَبَ وَهُمْ يَمْشُوْنَ فَلَمَّا ذَهَبُوْا رَكِبْتُ [2]

''فرشتے ساتھ چل رہے تھے، میرے لیے زیبا نہ تھا کہ میں سوار ہو جاتا۔ جب کہ وہ پیدل جا رہے تھے، جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔''

پس جن مقامات اور جگہوں پر جن اوقات میں کتاب وسنت سے ملائکہ کا موجود ہونا ثابت ہے، ان اوقات میں وہاں باادب رہنا چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس کا احترام ملحوظ رکھنا ہو، وہ اگر پیدل چل رہا ہو تو اس کے ساتھ سوار ہو کر جانا خلافِ ادب ہے۔

---

[1] ترمذی: 1012، ابن ماجہ: 1480

[2] ابوداؤد: 3177، بیہقی: 23/1، مستدرک حاکم: 255/1، جوامع الکلم: 5936

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنازے کے لیے کھڑا ہونا

عامر بن ربیعہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ اَوْ تُوْضَعَ [1]

"جب جنازہ آتے ہوئے دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ، حتیٰ کہ وہ آگے گزر جائے یا اپنی جگہ پر رکھ دیا جائے۔"

جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا، حضور علیہ السلام اس کے لیے کھڑے ہو گئے، ہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جنازہ تو یہودی کا ہے۔" اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُوْمُوْا [2]

"موت سراسر گھبراہٹ ہے۔ جب کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عمل تھا۔ وہ جنازہ کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ مسند امام احمد رحمہ اللہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

اِذَا رَأَى جَنَازَةً قَامَ حَتّٰى تَجَاوَزَهُ [3]

"جب وہ جنازہ دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ وہ گزر جاتا۔"

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بھی ایک جنازے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ان پر اعتراض ہوا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، تو انہوں نے کہا کہ حضور علیہ السلام بھی ایک یہودی کے جنازے کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَلَيْسَتْ نَفْسًا [4] "کیا وہ انسان نہ تھا؟"

---

[1] بخاری: 1307، 1308، مسلم: 2217، 2218، ترمذی: 1042، نسائی: 1914

[2] بخاری: 1311، مسلم: 2222، ابوداود: 3174

[3] مسند احمد بن حنبل [4] بخاری: 1312-1313، مسلم: 2225

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبر کی حرمت

صحیح مسلم میں ابومرثد الغنوی سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا [1]

"قبروں پر نہ بیٹھا کرو اور نہ ان کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو"

یعنی قبروں پر بیٹھنے سے ان کی بے حرمتی ہوتی ہے اور ان کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے سے توحید میں خلل پڑتا ہے۔

عمرو بن حزم کہتے ہیں:

رَاٰنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا مُتَّكِئٌ عَلَى قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ الْقَبْرِ [2]

"مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ میں ایک قبر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: صاحب قبر کو ایذاء نہ دو۔"

[1] مسلم: 2250، ابوداؤد: 3229، ترمذی: 1050، نسائی: 759

[2] مسند احمد، کنز العمال: 42990، مستدرک حاکم: 290/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رزق کا ادب

اللہ کے دیئے ہوئے رزق کی قدر کرنی چاہیے اور ایک شکر گزار بندے کی طرح اللہ کے شکر میں ڈوب کر اسے کھانا چاہیے۔ کھانے میں عیب نہ نکالے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی کھانے میں نقص نہ نکالتے تھے۔ اگر کھانا پسند آتا تو کھا لیتے اور اگر پسند نہ آتا تو چھوڑ دیتے۔ [1]

رزق کے دانے دانے کی قدر کرے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَإِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيُلْعِقْ اَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي اَيِّ طَعَامِهِ يَكُوْنُ الْبَرَكَةُ [2]

''جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کرے اور کھا لے اور شیطان کے لیے اسے نہ چھوڑے اور جب فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ اسے کیا خبر کہ کونسا لقمہ اس کے لیے باعث برکت ہے۔''

پس زمین سے روٹی اٹھا کر پھینک دینا بھی سوءِ ادب ہے۔ اگر روٹی کا ٹکڑا زمین پر گرا ہوا ہو تو اسے اٹھا لینا چاہیے۔

کھانے کے برتن کو صاف کرنا بھی سنت ہے اور کھانے سے فارغ ہو کر انگلیوں کا چاٹنا بھی سنت ہے۔ برتن کا صاف کرنا اور انگلیوں کا چاٹنا بھی رزق کی قدردانی اور ادب ہے۔ جب اللہ کا بندہ برتن صاف کرتا یا اُنگلیاں چاٹتا ہے تو وہ بزبانِ حال کہہ رہا ہوتا ہے کہ اے اللہ! ہم تیرے رزق کے ہر ہر ریزے کے قدردان ہیں۔

---

[1] بخاری: 5409، مسلم: 2064 [2] مسلم: 5301، ابن ماجہ: 3270

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصرِ حاضر میں اُستاد اور شاگرد کا رِشتہ

www.KitaboSunnat.com

آیئے ہم غور کریں کہ عصرِ حاضر میں اُستاد اور شاگرد کے رشتے میں کیا گرہیں پڑ گئی ہیں، ان گرہوں کی واضح طور پر نشاندہی کریں۔ یہ دیکھیں کہ الجھاؤ کہاں کہاں ہے اور عقدہ کشائی کی صُورت کیا ہے؟ رشتے میں بگاڑ کیوں پیدا ہوا اور اسے ازسرِنو استوار کرنے کی کیا تدبیر کی جاسکتی ہے؟

مادیت سے جہاں ہماری اور بہت سی اخلاقی اور روحانی قدریں برباد ہوئی ہیں، اُستاد اور شاگرد کا رشتہ بھی اس سے متاثر ہوا ہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ یہ رشتہ جو محبت و تعظیم کا رشتہ تھا، یہ رشتہ جو تعلق خاطر کا رشتہ تھا، کاروباری سطح پر آ گیا ہے۔ جب ماحول مادیت سے متاثر ہو تو شاگرد کی منطق یہ ہوتی ہے کہ میں فیس ادا کرتا ہوں، اس لیے مجھے حق ہے کہ میں کلاس روم میں بیٹھوں اور لیکچر سُنوں، میں اُستاد کا رہینِ منت نہیں ہوں۔

اساتذہ بھی اسی ماحول کی پیداوار ہیں۔ اکثر اساتذہ اور یہ میں معذرت چاہتے ہوئے کہتا ہوں، اس دَور میں علم محض اس لیے حاصل کرتے ہیں کہ وہ کسبِ معاش کر سکیں۔ حصولِ علم کے لیے ایک لگن، ایک طلب، ایک پیاس جو ایک طالب علم کے اندر ہونی چاہیے، طالب علموں میں باقی نہیں ہے۔ جب علم محض کسبِ معاش کی خاطر حاصل کیا جائے تو ہڈیوں میں رچتا نہیں ہے۔

علم بڑا ہی غیور واقع ہوا ہے، وہ ان لوگوں کے سینے کو کبھی اپنا نشیمن نہیں بناتا جو غیر کی خاطر اس سے رسم و راہ رکھتے ہیں۔ جب استاد محض کسبِ معاش کے لیے پڑھاتا ہے تو اُسے اپنے مضمون پر دسترس نہیں ہوتی اور جب مضمون پر دسترس نہ ہو تو وہ مجبور ہوتا ہے کہ لبادے اوڑھے، علم و فضیلت کے لبادے کہ کہیں اس کے علمی بدن کے برص کے داغوں پر شاگردوں کی نظر نہ پڑے۔ وہ انہیں فاصلے پر رکھتا ہے۔ طالب علم سوال پوچھتے ہیں اُستاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں دباتا ہے، (SNUB) کرتا ہے اور رعب جماتا ہے۔

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

جب اُستاد شاگردوں کو دباتا ہے، تو گو اُن کی زبانیں چُپ ہوتی ہیں، مگر ان کے چہرے صاف بول رہے ہوتے ہیں کہ یہ آپ کے لیے زیبا نہ تھا اور اُن کے جی میں استاد کے لیے محبت و تعظیم باقی نہیں رہتی، تو شاگرد یہ سمجھتا ہے کہ میں نے فیس ادا کی ہے اور یہ (BUSINESS TRANSACTION) ہے اور میں اُستاد کا رہینِ منت نہیں ہوں اور اُستاد یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اتنی تنخواہ کے عوض اتنے گھنٹے کام کرنا ہے اور اس معیّن مدّت کے ختم ہو جانے کے بعد طالب علموں کا مجھ پر کوئی حق باقی نہیں رہتا۔

کچھ وہ کھچے کھچے رہے کچھ ہم تنے تنے
اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

یوں یہ رشتہ کاروباری سطح پر آنے کی وجہ سے اپنی تمام جاذبیتیں کھو بیٹھا ہے۔

آیئے ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا علاج ڈھونڈیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا [1]

”جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا ہے اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

طالب علموں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ اساتذہ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور لفظ فیض میں دانستہ طور پر بول رہا ہوں۔ اساتذہ ان کی ذہنی پرورش کرتے ہیں۔ وہ اُن کے محسن ہیں اور نجابت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے محسن کے سامنے انسان کی نگاہیں جھکی رہیں۔ انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ جس شخص سے انسان فیض حاصل کرتا ہو، اُس کے گریبان میں ہاتھ نہ ڈالے اور اُستاد کا یہ سمجھنا کہ ان معیّن گھنٹوں کے بعد شاگرد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ میرے دروازے پر دستک دے، صریحاً غیر اسلامی ہے۔ شاگرد اُن کی معنوی اولاد ہیں۔

[1] الكامل في الضعفاء: 2098/6، سنن الربيع بن حبيب: 45/2، مسند احمد: 222۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شاگرد اپنی طالب علمانہ زندگی ہی میں نہیں، بلکہ عمر بھر یہ حق رکھتا ہے کہ جب کبھی اُسے کوئی اُلجھن پیش آئے، وہ استاد کے دروازے پر دستک دے اور اُس سے مشورہ چاہے اور اُستاد کا یہ فرض ہے کہ یوں تپاک اور گرمجوشی سے اُس کا خیر مقدم کرے، جیسے اپنی اولاد آ گئی ہو اور اس کے مسائل سلجھانے کی کوشش کرے۔

آداب مجلس:

اُستاد کی مجلس میں جو آداب شاگرد کو ملحوظ رکھنے چاہئیں، وہ آداب بھی اُسے مجلسِ نبوی ہی سے سیکھنے چاہئیں۔ حضور علیہ السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعلق کے جہاں اور کئی پہلو تھے، اُن میں اُستاد اور شاگرد کا رشتہ بھی تھا۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [البقرہ:129/2]

یعنی حضور علیہ السلام کتاب اور حکمت کی انہیں تعلیم دیتے ہیں۔ وہ ان کے معلم ہیں۔ یہ سمجھنا کہ مجلس نبوی ﷺ کے جو آداب قرآن مجید میں مذکور ہیں، ان آداب کا تعلق محض مجلس نبوی ﷺ ہی سے تھا اور اب جب کہ وہ مجلس باقی نہیں رہی، وہ تمام آیات جو ان آداب سے متعلق ہیں، معطل ہو گئی ہیں اور ان کی افادیت ختم ہو گئی ہے، یہ سوچنا بڑی ہی خام کاری اور ناپختگی کی بات ہے۔

بس ایک مسلمان طالب علم کو اپنے اُستاد کے ساتھ برتاؤ کا ڈھنگ بھی مجلسِ نبوی ﷺ ہی سے سیکھنا چاہیے، اُس اُستادِ اکبر ﷺ سے بات کرنے کا سلیقہ قرآن مجید میں یوں سکھلایا گیا ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ [الحجرات:2/49]

”تم اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے اُونچا مت ہونے دو اور ان سے یوں زور زور سے باتیں مت کیا کرو، جیسے تم آپس میں کر لیا کرتے ہو۔“

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تفہیمات میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ اپنے اُستاد کی آواز سے اپنی آواز اُونچا کرنا صریحاً ناشائستگی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اَنَا عَبْدٌ مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا وَاحِدًا

''جس سے میں نے ایک حرف بھی سیکھا ہے وہ میرا محسن ہے۔''

میں نے اُس سے فیض حاصل کیا ہے۔

آپ کہیں گے کہ تم اس نئے دور میں بہت پرانی باتیں کر رہے ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آج سے ہزار برس پہلے اگر آگ جلاتی تھی، تو آج بھی اس سے جسم جلتا ہے اور اگر زہر آج سے کئی ہزار برس پہلے قاتل تھا، تو وہ آج بھی ویسا ہی ہلاکت آفریں ہے۔ بالکل اسی طرح بعض اخلاقی اور روحانی قدریں ایسی ہیں، جو زمان و مکان کے اختلاف سے بدلی نہیں جا سکتیں اور زمانے کی لمبائی گو کتنی آگے کو بڑھ جائے، اُستادوں کے ساتھ ناشائستگی کو تو کبھی قابلِ تحسین قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بے مروّتی اور بدلحاظی کا نام تو تجدید پسندی نہیں ہے۔ اقبال رحمہ اللہ نے بجا کہا تھا:

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصہ جدید و قدیم

شفقت و تعظیم باہم ملزوم (RECIPROCAL) ہیں۔ کبھی تعظیم سے شفقت پیدا ہوتی ہے اور کبھی شفقت تعظیم کو جنم دیتی ہے، شفقت وہ چیز ہے کہ اس سے برف کی سِلوں کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے پگھلتے ہوئے دیکھا ہے۔ کچھ شفقت میں بھی کمی آگئی ہے۔ اساتذہ کو دیکھا ہے کہ طالب علم کے سلام کا جواب بڑی نیم دلی سے دیتے ہیں اور بعض تو محض سر جھٹکتے ہیں اور زبان سے دو حرف کہنا بھی اُنہیں گراں گزرتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے:

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا [النسآء:86/4]

''اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے زیادہ تپاک اور گرم جوشی سے سلام کا جواب دو یا (کم از کم) ویسا ہی سلام لوٹا دو۔''

اسلامی تہذیب میں تو طالب علموں کی تربیت کے لیے سلام میں خود پہل کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ عین سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہم نے حدیث میں

[1] ابو داؤد: 5202، 5203۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا ہے "كَانَ يُسَلِّمُ عَلَى الصِّبْيَانِ" [1]

وہ بچوں کو خود سلام کرتے تھے۔ ہماری درسگاہوں میں طالب علم اُستاد کے کمرے میں جائیں تو وہ کھڑے رہتے ہیں اور بالعموم اُنہیں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ یہ سب فرنگیوں کا اُڑایا ہوا غبار ہے۔

دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی

یہ سب مغربی تہذیب کے برگ وبار ہیں۔

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شاگردوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اساتذہ کے پاس بیٹھیں، بات یہ ہے کہ جب تک اُستاد اور شاگرد میں اُنس وموانست نہ ہو صحیح طور پر استفادہ نہیں ہوسکتا۔ اپنے شاگردوں اور عزیزوں کے لیے ازراہِ شفقت کھڑا ہونے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ عین سُنت کا تقاضا ہے۔ کھڑا ہونا ایک تو تعظیماً ہوتا ہے، جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

قُومُوا لِسَيِّدِكُمْ [1]

"اپنے بزرگ کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔"

اور ایک کھڑا ہونا ازراہِ شفقت بھی ہے جیسا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہم حدیث میں پڑھتے ہیں:

كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا [2]

کہ جب بھی وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

فقہاء نے اس سے یہ نتیجہ مرتب کیا کہ کھڑا ہونا صرف تعظیماً ہی نہیں، بلکہ شاگرد یا عزیز کے لیے ازراہ شفقت کھڑا ہونا بھی مستحسن ہے۔

---

[1] ابوداؤد: 5215

[2] ابوداؤد: 5217

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بات سمیٹتا ہوں، اگر شاگرد یہ بات پلّے باندھیں کہ اُستاد ان کے محسن ہیں، اور استاد اپنے مضمون سے وفا کریں اور اس پر دسترس حاصل کرنے کے لیے کاوش کریں اور اپنے شاگردوں کے سامنے بغیر لبادہ اوڑھے ہوئے آئیں اور امام مالک رحمہ اللہ کی طرح لَا اَدْرِیْ! کہنے میں ان کو کوئی تامّل نہ ہو تو اُستاد اور شاگرد کے رشتے سے زیادہ جاذبیت رکھنے والا کوئی رشتہ نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست کے چند ناگزیر تقاضے

یہ بات ہمارے لیے باعثِ مسرت ہے کہ پاکستان میں ہر طرف اسلامی نظام اور مساواتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام پر زور دیا جا رہا ہے۔ ہمارا ذہن اس بارے میں بالکل صاف ہونا چاہیے کہ اس مُلک میں اسلامی ریاست کو کن بنیادوں پر استوار کیا جائے گا اور مساواتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خط وخال کیا ہوں گے۔ یُوں تو اسلامی نظامِ حکومت سے متعلق بہت سے مسائل ہیں، لیکن اس مختصر نشست میں چند ناگزیر تقاضوں کا ذِکر کروں گا۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح کے لیے جدوجہد کی اور وقت کی اجتماعی قوّت کو خیر اور عدل کے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے۔ قرآن شاہد ہے کہ حضرت یُوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے باقاعدہ اسلامی ریاست قائم کی اور اسلامی اُصول وضوابط کے ساتھ اسے چلاتے رہے۔ بائبل اور تلمود کے مطالعہ سے دُوسرے انبیائے بنی اسرائیل کے بارے میں بھی شہادت ملتی ہے کہ وہ ریاست کے ادارے کی اصلاح کے لیے کوشاں رہے اور غلط قیادت پر تنقید کرتے رہے۔

اسلامی ریاست کے قیام کے بغیر احکامِ قرآنی کا اکثر وبیشتر حصہ ناقابلِ عمل ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں نماز روزے کے احکام ہیں، آدابِ معاشرت اور اُصولِ تمدّن بھی بیان ہوئے ہیں۔ معیشت اور سیاست کے بارے میں بھی واضح ہدایات پائی جاتی ہیں۔

وہ تمام آیات اور احادیث جو اُصولِ تمدن، معیشت اور سیاست سے متعلق ہیں، یکسر معطل ہو کر رہ جاتی ہیں، اگر اسلامی ریاست کا قیام عمل میں نہ آئے۔ پس ہر مسلمان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے مسلسل کوشاں رہے اور غیر اسلامی نظام کو زیروزبر کرنے کے لیے پوری قوّت کے ساتھ تگ ودو کرے۔

اسلامی ریاست میں حاکمیّت کا حق:

قرآنِ مجید کا طرزِ استدلال یہ ہے، چونکہ اس کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا وہ اللہ ہے، جو کائنات کا خالق بھی ہے اور مالک بھی، لہٰذا امر کا حق (RIGHT TO RULE) بھی اسی کو پہنچتا ہے۔ اس کے ملک (DOMINION) میں اس کی مخلوق پر اس کے سوا کسی دُوسرے کا حکم نافذ ہونا صریحاً غلط ہے۔ جیسا کہ سُورہ اعراف میں ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ [اعراف: 54/7]

"دیکھو مخلوق کو اسی نے پیدا کیا ہے اور حُکم بھی اُسی کا ہے۔"

اور سُورۃ الکہف میں ہے:

وَّلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهٖٓ اَحَدًا [کھف: 26/18]

"وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔"

اور سورۃ آلِ عمران میں ہے:

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ

"لوگ پُوچھتے ہیں کیا حاکمیّت میں ہمارا بھی کچھ حِصّہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ حاکیمت تو بس خدا ہی کی ہے۔" [آل عمران :154/3]

انسان کو صرف اس قانون کی پیروی کرنا ہے، جو مالک الملک نے بنایا ہے اور اس کے قانون کو پس پُشت پھینک کر جو شخص یا ریاست خود قانون بناتی ہے یا اللہ سے ہٹ کر کسی اور کے بنائے ہوئے قانون کو تسلیم کرتی ہے اور اس کے مطابق فیصلے کرتی ہے، قرآن مجید اسے طاغوت اور باغی قرار دیتا ہے اور اس کے فیصلے پر عمل کرنے والا بھی بغاوت کے جُرم کا ارتکاب کرتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

"اور جو اللہ کے اُتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں دیتے یہی لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو کفر صریح کا ارتکاب کر رہے ہیں۔" [5المائدہ:5/44]

سورۃ النساء میں ہے:

اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب ہو رہا ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں، اس وحی و تنزیل پر جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی اور پھر چاہتے ہیں کہ اللہ سے باغی اور سرکش انسانوں کو اپنا حاکم ٹھہرا دیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ طاغوتی قانون کو تسلیم نہ کریں۔" [النساء:4/ 60]

یہ بات میں عرض کر چکا ہوں کہ اسلام میں حاکمیت کا حق اللہ ہی کو ہے۔ اس اصول کو پیشِ نظر رکھ کر اگر آپ اس سوال پر غور کریں کہ جو لوگ خدا کے قانون کو روئے زمین پر نافذ کرنے کے لیے اُٹھے ہیں، ان کی حیثیت کیا ہونی چاہیے، تو آپ کا ذہن بدیہی طور پر یہ جواب دے گا کہ وہ اس حاکم حقیقی کی نیابت کر رہے ہیں۔

سورۃ نور میں ہے۔

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [النور 55/24]

"تم میں سے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، اللہ تعالیٰ کا ان سے وعدہ ہے کہ انہیں یقیناً خلافت ارضی عطا کرے گا، جیسے ان سے پہلے لوگوں کو اُس نے خلافت عطا کی۔"

اس آیت میں دو باتیں غور طلب ہیں، ایک یہ کہ اسلام حاکمیت کی جگہ خلافت کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے حاکمیت چونکہ خدا ہی کی ہے، اس لیے اسلامی ریاست کا حکمران حقیقت میں اس حاکم اعلیٰ کا خلیفہ ہے، جو محض تفویض کردہ اختیارات(DELEGATED POWER) ہی کو استعمال کرتا ہے۔

دوسری بات اس آیت میں یہ ہے کہ خلیفہ بنانے کا وعدہ تمام مومنوں سے کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نہیں کہا کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنا دوں گا۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ سب مومن خلافت کے حامل ہیں۔ خلافت کسی شخص، خاندان، نسل یا طبقے کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ ہر مومن اپنی جگہ خدا کا خلیفہ ہے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے فرداً فرداً ہر ایک خدا کے سامنے جواب دہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ [1]

''تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک کی اس کی رعیّت کے بارے میں باز پُرس ہونے والی ہے۔''

اسلامی ریاست میں جو شخص حکمران بنایا جاتا ہے، اس کی حیثیت یہ ہے کہ تمام مُسلمان اپنی خلافت کو انتظامی اغراض کے لیے اس کی ذات میں مرکوز (CONCENTRATE) کر دیتے ہیں۔ وہ ایک طرف تو خدا کے سامنے جواب دہ ہے اور دوسری طرف تمام خلفاء کے سامنے جنھوں نے اپنی خلافت اسے تفویض کی ہے۔

معیارِ فضیلت صرف تقویٰ ہے:

ایسی ریاست جس میں ہر شخص خلیفہ ہو اور خلافت میں برابر کا شریک، پیدائشی، نسلی اور معاشرتی امتیازات تو گوارا نہیں کر سکتی۔ اس میں تمام افراد حیثیت اور مرتبے کے اعتبار سے برابر ہوں گے اور فضیلت کا معیار ذاتی قابلیت اور کردار کی مضبوطی کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ یہی وہ بات ہے، جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار صراحت سے بیان فرمایا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ ،لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ [2]

''اے لوگو! آگاہ رہو کہ تم سب کا پالنہار ایک ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں اور نہ کالے کو گورے اور نہ گورے کو کالے پر کوئی

[1] بخاری: 2409۔7138

[2] مجمع الزوائد: 266/3، کنز العمال: 5652، تفسیر روح المعانی بحوالہ بیہقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلت ہے۔ فضیلت اگر ہے تو تقویٰ ہی کی بنا پر ہے، اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ نیک اور متقی ہو۔"

فتح مکہ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے خاندان سے (جو عربوں میں معزز ترین خاندان خیال کیا جاتا ہے) خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عَیْبَةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَتَكَبُّرَهَا النَّاسُ رَجُلَانِ بَرٌّ تَقِیٌّ كَرِیْمٌ عَلَى اللّٰهِ وَفَاجِرٌ شَقِیٌّ هَیِّنٌ عَلَى اللّٰهِ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى [1]

"اس اللہ کا شکر ہے، جس نے تمہارے دامن سے جہالت اور تکبر کا داغ دھو ڈالا۔ اے لوگو! انسان تو بس دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو نیک اور پرہیز گار ہو، وہ اللہ کے نزدیک معزز ہے۔ دُوسرا وہ جو بداعمال اور شقی ہو، وہ اللہ کے نزدیک فرومایہ ہے۔ تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ لوگو ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔"

ایسے معاشرے میں کسی فرد یا گروہ کے لیے اس کی پیدائش یا اس کا معاشی مرتبہ (SOCIAL STATUS) یا اس کا پیشہ اس کی ذاتی صلاحیتوں کی نشو نما اور اس کی شخصیت کے ارتقاء میں حائل نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاشرے میں غریب اور امیر کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو آزاد شدہ غلام تھے۔ سردارانِ قریش کے پہلو بہ پہلو ان کا نام آتا ہے۔ خلافتِ راشدہ کا دور گواہی دیتا ہے کہ غلام اور غلام زادے، فوجوں کے سپہ سالار اور صوبوں کے گورنر بنائے گئے اور بڑے بڑے اُونچے گھرانوں کے شیوخ نے ان کے ماتحت کام کیا۔ جولاہے اور بزاز، مُفتی، قاضی اور فقیہ بنے۔ آج ان کے نام اکابرِ اسلام کی فہرست میں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ تھا کہ:

[1] الدرالمنثور للسیوطی: 98/6، اتحاف السادۃ المتقین: 419/8، شرح السنۃ للبغوی: 123/13

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَلَوِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبْشِیٌّ [1]

''سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تمہارا سردار ایک حبشی غلام کیوں نہ بنا دیا جائے۔''

سربراہِ ریاست عوام کی طرح جواب دہ ہیں:

قانونِ اسلام کی نگاہ میں حاکم ومحکومین، امام اور عامتہ الناس یکساں ہیں۔ ریاست کے سربراہ کو بھی ایک عام آدمی کی طرح عدالت کے کٹہرے میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں ایک معاملہ کی نسبت نزاع ہوا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس گئے، تو اُنہوں نے تعظیم کے لیے جگہ خالی کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابنِ ثابت! یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے مقدمے میں کی۔'' یہ کہا اور اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان کی زرہ چوری کی۔ آپ نے وہ زرہ یہودی کو پہنے ہوئے دیکھا اور پہچان لیا۔ اس یہودی نے کہا: یہ زرہ تو میری ہے آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گواہ مانگے، آپ نے اپنے غلام قنبر اور اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بحیثیتِ گواہ پیش کیا۔ قاضیِ عدالت کے نزدیک بیٹے کی گواہی معتبر نہ تھی، مقدمہ خارج کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گو وقت کے امیر تھے، مگر اسلامی عدالت کے فیصلے کو تسلیم کر لیا اور گھر کو روانہ ہوئے۔

خلافتِ راشدہ کے عہد میں جب مسلمان جمہوریت کی ان قدروں کو استوار کر رہے تھے، مغرب اس وقت جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا۔ شہنشاہیت اور پاپائیت کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، اس دَور کی قوموں کا کیا ذکر، چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی موجودہ دور کی انتہائی مُہذب اور متمدن قوموں کی تاریخ انسانی مساوات کی ایسی مثال پیش کرنے سے یکسر قاصر ہے۔ مغرب کی متمدّن قوموں کی ان عدالتوں کا ابھی تک سراغ نہیں لگایا جا سکا، جن میں ریاست کا سربراہ عام شہری کے دوش بدوش ایک فریق کی حیثیت سے کھڑا ہو۔

[1] ابن ماجہ: 2860، کنز العمال: 14799، مسند احمد: 114/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ عباسیہ میں حکومتِ اسلامیہ کی خصوصیات بہت کم تھیں، لیکن پھر بھی جب مدینہ کے قلیوں نے خلیفہ منصور پر دارالقضاء میں دعویٰ کیا، تو خلیفہ کو تنہا ان قلیوں کے دوش بدوش قاضی کے سامنے آنا پڑا۔ مامون کے دربار میں اس کے بیٹے عباس پر ایک بڑھیا نے نالش کی اور شہزادہ عباس کو برسرِ دربار بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے مقدمے کی سماعت کرنی پڑی۔

ایک عیسائی شہزادے نے عہدِ فاروقی میں اسلام قبول کیا، جس کا نام جبلہ بن ایہم غسانی تھا۔ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اس کی چادر کا ایک گوشہ کسی شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ اُس شخص نے بھی جواباً ابن ایہم کے منہ پر طمانچہ تان کر رسید کیا۔ جبلہ سخت غضبناک ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پہلے تم نے اُسے مارا، پھر اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔ شکایت کس بات کی کرتے ہو؟ اُس نے کہا:

"ہمارے ساتھ کوئی گستاخی کرے، تو اس کی سزا موت ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ہاں جاہلیت میں ایسا ہی تھا، لیکن اسلام نے شریف و وضیع اور پست و بلند کو ایک کر دیا۔" جبلہ اس ضد میں عیسائی ہو گیا۔ لیکن خلیفہ اسلام نے مساواتِ اسلام کی قانون شکنی گوارا نہ کی۔ [1]

فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہ تھیں:

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری میں پکڑی گئی۔ وہ ایک معزز گھرانے کی خاتون تھی۔ سردارانِ قریش نے سفارش کے لیے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیجا، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُم إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الْوَضِيعُ، أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحُدُودَ، أَيْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا [2]

[1] فتوح البلدان: 1 4، البدایۃ والنہایۃ: 63/3

[2] بخاری: 6787،2648

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک کی گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا، تو اسے چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی، تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مصر میں شراب پی۔ اس بات کی اطلاع عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے امیرِ مصر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو لکھا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اُونٹ کے کجاوے میں بٹھا کر میرے پاس بھیج دو، حکم کی تعمیل ہوئی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے لگائے اور بادہ نوشی کی سزا جو ایک عام آدمی کو دی جا سکتی ہے، وہ خلیفہ کے بیٹے کو بھی دی گئی۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مصر کے باشندے نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے ساتھ دوڑنے میں بازی لگائی اور وہ آدمی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے آگے نکل گیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا برہم ہو گیا اور اس آدمی پر تازیانے برسانے لگا۔ وہ اُسے پیٹتا تھا اور ساتھ یہ کہتا تھا "میں اکابر کی اولاد ہوں۔" وہ مظلوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا سنایا اور کہا میں ظلم سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف حکم نامہ بھیجا کہ وہ اپنے بیٹے کے ہمراہ فوری طور پر حاضر ہوں۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مصری سے کہا کہ ان کے بیٹے کو تازیانے سے پیٹ۔ اس مصری نے امیرِ مصر کے بیٹے کو کوڑے لگائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مَالَكُم تَعَبَّدتُّمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ اُمَّهَاتُهُمْ اَحْرَارًا

"تم نے انسانوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔"

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ دربار میں سفیر بن کر گئے تھے۔ رومی سردار نے قیصر کے جاہ و جلال اور تزک و احتشام سے ان کو مرعوب کرنا چاہا۔ معاذ بن

[1] البیهقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبل رضی اللہ عنہ جن کا سینہ خدا کے جلال کا نشیمن تھا، اس ظاہری طمطراق سے کہاں مرعوب ہونے والے تھے۔ روم کے دربار میں اسلامی خلافت کی تصویر جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کھینچی ہے، وہ خلافت کے خدوخال کو نمایاں کرنے کے لیے بس کرتی ہے:

وَ آمِیْرُنَا رَجُلٌ مِنَّا اِنْ عَمِلَ فِیْنَا بِکِتَابِ وَ بَیْنَنَا وَ سُنَّةَ فِیْنَا قَرَّرْنَاهُ عَلَیْنَا وَ اِنْ عَمِلَ بِغَیْرِ ذَالِكَ عَزَلْنَاهُ عَنَّا وَاِنْ هُوَ سَرَقَ قَطَعْنَا یَدَهٗ وَ اِنْ زَنَا جَلَدْنَاهُ وَاِنْ شَتَمَ رَجُلًا مِنَّا شَتَمْنَاهُ بِمَا شَتَمَهٗ ، وَاِنْ جَرَحَ اَقَادَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ وَلَا یَحْتَجِبُ مِنَّا وَلَا یَتَکَبَّرُ عَلَیْنَا وَلَا یَسْتَاْثِرُ عَلَیْنَا وَهُوَ کَرَجُلٍ مِنَّا [1]

”ہمارا امیر ہم ہی میں سے ایک فرد ہوتا ہے، اگر وہ ہمارے صحیفہ دینی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق کام کرے، تو ہم اس کی خلافت کو برقرار رکھتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو ہم اسے معزول کر دیتے ہیں۔ اگر وہ سرقہ کرے تو ہم اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں، اگر وہ زنا کرے، تو ہم اسے تازیانے لگائیں، اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالی دے، تو وہ بھی گالی دینے کا حق رکھتا ہے۔ اگر وہ کسی کو زخمی کرے، تو اس کا بدلہ اسے دینا پڑے گا۔ وہ ہم سے چھپ کر نہیں بیٹھتا اور نہ ہمارے ساتھ تکبر سے پیش آتا ہے اور نہ وہ اپنے آپ کو ہم پر ترجیح دیتا ہے۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد پہلی بار جب مسلمانوں کو خطاب کیا تو فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ وُلِّیْتُ اَمْرَکُمْ وَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ مُتَّبِعٌ وَلَسْتُ بِمُبْتَدِعٍ فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ ...... فَاِنْ اَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَطِیْعُوْنِیْ وَاِنْ عَصَیْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِیْ عَلَیْکُمْ [2]

---

[1] فتوح الشام، ص: 105

[2] ابن سعد ج: 3 ص: 129

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں، حالانکہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اے لوگو! میں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنے والا ہوں۔ نظامِ حکومت کے کوئی نئے اصول اور ضوابط بنانے والا نہیں ہوں۔ اگر میں بھلائی کروں تو میری مدد کرو، اگر ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کرو، اگر میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہا مانوں، تو تم بھی میرا کہا مانو۔ اگر میں ان کے حکم سے سرتابی کروں، تو میری اطاعت نہ کیجیے۔''

دَورِ حاضر کی متمدن قوموں کی عدالت گاہیں، اعلیٰ اور ادنیٰ میں اب بھی تفریق کرتی ہیں۔ حضرات! امریکہ، روس، چین اور دوسری متمدن ریاستوں میں کون سی ایسی ریاست ہے، جس کی عدالت گاہوں میں ایک عام شہری کے دعویٰ کی جوابدہی کے لیے بادشاہِ وقت آ کر کھڑا ہوتا ہے۔ یہ کیسی تابناک روایات ہیں جو ہمارے حصے میں آئی ہیں۔ ہم نہ صرف مدینے کی اس سادہ عدالت کدۂ مسجد ہی میں نہیں، بلکہ دمشق و بغداد کے پُرشوکت عدالت خانوں میں بھی ایسا ہی دیکھ رہے ہیں۔

اس متمدن دَور کی اُن عدالت گاہوں کی خبر دیجیے، جنھوں نے چوری کی سزا سپاہی کے لڑکے کی طرح بادشاہ کی لڑکی کو بھی دینی چاہی ہو۔ وہ ریاستیں جن میں بظاہر بادشاہ کو قانون کا تابع کہا جاتا ہے یا عارضی مشورہ فرمائے حکومت کی حیثیت دی جاتی ہے۔ اگر ان ریاستوں کے واقعات اور نظائر کو اکٹھا کیا جائے، تو سینکڑوں ایسے واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ اس آزادی اور مدنیت کے دَور میں بھی اعلیٰ و ادنیٰ اور بادشاہ و رعایا کا ویسا ہی فرق قائم ہے جیسے دَورِ مظلمہ کی ان انسانی پرمنت گاہوں میں جن کو آج تاریخ لعنت اور نفرت کے ساتھ یاد کرتی ہے۔

زمانے کی رفتار جوں جوں آگے بڑھتی چلی گئی اسلام کی خصوصیتیں مٹتی چلی گئیں اور نقوش دُھندلاتے چلے گئے، لیکن اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آج بھی مہذب ترین ممالک میں سیاہ و سپید قوموں کے افراد اپنی عبادت گاہوں میں مِل جُل کر ایک ہی صف میں نہیں بیٹھ سکتے، لیکن مسجدوں میں آج بھی ایک ادنیٰ مُسلمان سربراہِ ریاست کے دوش بدوش کھڑا ہو سکتا ہے اور کوئی اسے ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اسلامی مساوات کے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات میں نے بیان کیے ہیں۔ انہیں سُننے کے بعد بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں عدلِ اجتماعی نہیں ہے اور وہ مغرب سے درسِ حریت لینے کا محتاج ہے۔

عمالِ حکومت کا تقرر اور ان کا احتساب:

اسلامی ریاست میں عمالِ حکومت کا تقرر اہلیت اور استحقاق ہی کی بنا پر ہوتا ہے جیسا خلفاء راشدین کا طرزِ عمل رہا ہے۔ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہو اور وہ کسی کو اہلیت واستحقاق کے بغیر کسی عہدے پر فائز کرے، اس پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہیں کرے گا۔

خلفاء راشدین حکام کی کڑی نگرانی کرتے تھے۔ اُن کا سخت احتساب ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ وہ عیش وعشرت کی زندگی سے اجتناب کرے گا، ریشمی لباس نہیں پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا اور اپنے دروازے پر دربان نہیں بٹھائے گا اور حاجتمندوں کے لیے دروازہ ہمیشہ کُھلا رکھے گا۔ امام بلاذری رحمہ اللہ نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر حاکم کے مال واسباب کی فہرست تیار کرواتے تھے اور جب کبھی کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافے کی خبر ان کو ملتی، تو جائزہ لے کر آدھا مال بیت المال میں داخل کرادیتے تھے۔

ایک دفعہ بہت سے عمال اس بلا میں مبتلا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی املاک کا جائزہ لے کر سب کے مال کا آدھا آدھا حصہ بیت المال میں جمع کرادیا۔ حج کے زمانے میں اعلانِ عام ہوتا تھا کہ جس عامل سے کسی کو شکایت ہو وہ فوراً خلیفہ کے پاس چلا آئے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی شکایتیں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لاتے تھے اور وہ پُوری مستعدی کے ساتھ تدارک فرماتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مزاج اگرچہ دھیما تھا اور حلم اُن کے ضمیر میں گندھا ہوا تھا، لیکن ان کے مزاج کا دھیما پن قومی اور ملّی معاملات میں انہیں احتساب سے باز نہیں رکھتا تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ایک خطیر رقم لی جسے وہ ادا نہ کرسکے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی سے باز پُرس کی اور معزول کردیا۔ ولید بن عتبہ نے بادہ نوشی کی، تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معزول کر کے اعلانیہ حد جاری کی۔ خلفائے راشدین عمال کی کڑی نگرانی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ کسی عامل کو رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی اور بددیانتی کی جرأت نہ ہوتی تھی اور سب سے سخت محاسبہ وہ اپنی ذات کا کرتے تھے۔

سربراہِ ریاست کے مصارف:

کسی ریاست کے لیے اس سے گھناؤنی اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ اس میں چند افراد کے لیے تمام اسبابِ تعیش مہیا ہوں اور آرام و آسائش کے تمام وسائل اور ذرائع میسر ہوں جب کہ اس ریاست کے ہزاروں باشندوں کو پیٹ بھرنے کے لیے خشک روٹی اور تن ڈھانپنے کے لیے موٹا جھوٹا لباس بھی میسر نہ ہو۔ اس سے زیادہ مکروہ بات اور کیا ہوسکتی ہے؟ کہ عمالِ حکومت عالیشان بنگلوں میں رہیں، جب کہ ہزاروں بندگانِ الٰہی کو سر چھپانے کے لیے جھونپڑی بھی میسر نہ ہو۔ یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُس نے مصارف کے لحاظ سے عام رعایا اور والئی ملک کو ہم پلّہ قرار دیا۔

مدینہ کا وہ قدوس فرمانروا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چٹائی پر سوتا تھا اور اس کے جسم مبارک پر داغ پڑ جاتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پھٹے ہوئے کمبلوں سے اپنا جسم ڈھانپے ہوتے تھے اور پتوں کی جھونپڑی کے نیچے سوتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مصارف:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر خود ہی اپنے مصارف بتلائے تھے:

اُخْبِرُكُمْ بِمَا يَسْتَحِلُّ لِي مِنْهُ حُلَّتَانِ حُلَّةٌ فِي الشِّتَاءِ وَحُلَّةٌ فِي الصَّيْفِ ، وَمَا اَحُجَّ عَلَيْهِ وَاَعْتَمِرَ مِنَ الظُّهْرِ وَقُوْتِ اَهْلِيْ كَقُوْتِ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ لَيْسَ بِاَغْنَاهُمْ وَلَا بِاَفْقَرِهِمْ ثُمَّ اَنَابَعْدُ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُصِيْبُنِيْ مَا اَصَابَهُمْ [1]

''میں خود تمہیں بتاتا ہوں کہ بیت المال سے مجھے کس قدر لینا جائز ہے۔ دو جوڑے کپڑے ایک موسمِ سرما میں اور ایک موسمِ گرما میں، ایک سواری جس پر حج اور عمرہ ادا کروں اور قریش کے ایک متوسط الحال آدمی کے اخراجات اپنے

[1] ابن سعد جز 3 ص: 198

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے لے سکتا ہوں۔ اس کے بعد میں عامة المسلمین میں سے ایک فرد ہوں۔ جن حالات سے انہیں سابقہ پڑے گا انہیں حالات سے میں بھی دوچار ہوں گا۔"

جیسا کہ "منتخب الکنز" میں ہے حضرت عتبہ بن فرقد کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مٹھائی کا ٹوکرا لایا اور میں نے عرض کیا یہ ٹوکرا آپ کے پاس اس لیے لایا ہوں کہ آپ دن بھر لوگوں کے کام میں لگے رہتے ہیں اور تھک کر نڈھال ہو جاتے ہیں، جب آپ کام سے واپس آئیں، تو اس میں سے کچھ مٹھائی کھالیا کیجیے۔ ٹوکرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس کر دیا اور کہا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

اقتدار کی طلب وحرص ممنوع ہے:

اسلامی ریاست کی اُبھری ہوئی خصوصیت یہ بھی ہے کہ خلافت کے لیے یا حکومت کے کسی اور منصب کے لیے وہ لوگ سب سے زیادہ غیر موزوں خیال کیے جاتے ہیں جو خود عہدے حاصل کرنے کے طالب ہوں اور اس کے لیے تگ ودو کریں۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا [القصص 83/29]

"وہ آخرت کا گھر ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین پر اپنی بڑائی کے آرزومند نہیں ہیں اور نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔"

اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّيْ عَلٰى عَمَلِنَا هٰذَا اَحَدًا سَاَلَهُ اَوْ حَرَصَ عَلَيْهِ [1]

"خدا کی قسم ہم حکومت کا کوئی منصب کسی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کا طلبگار یا حریص ہو۔"

اسی طرح سنن ابی داؤد میں ہے:

اِنَّ اَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهٗ [2]

"تم میں سب سے بڑا خائن ہمارے نزدیک وہ ہے، جو منصب کو خود طلب

---

[1] بخاری: 4923، مسلم: 4717، ابوداؤد: 3579، نسائی: 7

[2] ابوداؤد: 2930

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔“

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی:

لَاتَسْئَلِ الْإِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِذَا اُوْتِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِّلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا [1]

”امارت، عہدے اور منصب کا سوال نہ کرو کیونکہ اگر تجھے سوال کرنے سے عہدہ مل گیا، تو تو اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر بغیر سوال کے دیا گیا تو تیری مدد بھی کی جائے گی۔“

صدرِ ریاست کو کاسٹنگ ووٹ کا حق نہیں ہے:

فتح شام کے بعد ایک مجلس شوریٰ میں کسی مسئلے پر اختلاف ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طویل خطبہ دیا، جس کے چند الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فَاِنِّيْ وَاحِدٌ كَاَحَدِكُمْ...... وَلَسْتُ اُرِيْدُاَنْ تَتَّبِعُوا الَّذِيْ اَهْوٰى [2]

”میرا بھی ایک ووٹ ہے اور اس کی حیثیت وہی ہے جو تم میں سے کسی ایک فرد کے ووٹ کی ہو سکتی ہے۔ میں یہ تو نہیں چاہتا کہ میری جو کچھ خواہش ہو تم (اندھا دھند) اس کی پیروی کرنے لگو۔“

كَاَحَدِكُمْ۔ کے لفظ پر غور کیجئے۔ آج کل کے صدارتی نظام میں بھی پریذیڈنٹ کی رائے بعض حالتوں میں دو ووٹوں کے برابر ہوتی ہے، اسے ویٹو کا حق ہوتا ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا، گو میں خلیفۂ وقت ہوں، تاہم میری رائے عام ارکانِ شوریٰ کی طرح صرف ایک ووٹ ہی کا وزن رکھتی ہے۔

ویٹو کا حق:

یہ کہنا صریحاً غلط ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ویٹو سے کام لیا اور منکرینِ زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت کی سرکوبی کے لیے جہاد کا حکم دے کر صحابہ کی رائے کو رد کر دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صرف دو فیصلے ہیں، جن سے اس معاملہ میں غلط

[1] مسلم: 4715، کنز العمال: 29/4، ابوداؤد: 2929

[2] کتاب الخراج ص: 10

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہمی پیدا ہوئی ہے۔

ایک جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ، دوسرے مرتدین کے خلاف جہاد کا مسئلہ۔ ان دونوں معاملات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محض اپنی ذاتی رائے پر فیصلہ نہیں کر دیا، بلکہ اپنی رائے کے حق میں کتاب وسُنت سے استدلال کیا تھا۔

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں اُن کا استدلال یہ تھا کہ جس کام کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد میں کر چکے تھے، اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے انجام دینا میرا فرض ہے۔ میں اسے بدل دینے کے اختیارات نہیں رکھتا۔ مرتدین کے معاملہ میں ان کا استدلال یہ تھا کہ جو شخص یا گروہ بھی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے اور یہ کہے کہ میں نماز تو پڑھوں گا، لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کروں گا، وہ مرتد ہے، اسے مسلمان سمجھنا ہی غلط ہے۔ یہی دلائل تھے جن کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا۔

یہ اگر ویٹو ہے تو کتاب اللہ اور سنت رسُول اللہ کا ویٹو ہے نہ کہ سربراہِ ریاست کا۔ حقیقت میں اسے ویٹو کہنا ہی غلط ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استدلال کو تسلیم کرنے کے بعد اختلاف کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی صحت کے قائل ہو گئے تھے اور اپنی سابقہ رائے سے انہوں نے رجوع کر لیا تھا۔

حزبِ مخالف کی کوئی گنجائش نہیں:

اسلامی ریاست کی پارلیمنٹ یا مجلسِ شوریٰ میں اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں کہ کچھ لوگ حزبِ مخالف بن کر بیٹھ جائیں اور ان کا کام صرف وزراء پر تابڑ توڑ حملے کرنا ہو۔ اگر وزارت کے بنچوں سے یہ آواز اُٹھے کہ دن کا وقت ہے، تو حزبِ مخالف کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اس کی تردید کریں اور کہیں کہ رات ہو چکی ہے، گو آفتاب کی کرنیں چھن چھن کر پارلیمنٹ کے ایوان میں پڑ رہی ہوں اور نہ اس بات کی گنجائش ہے کہ کوئی وزیر دن کو رات کہے، تو گورنمنٹ پارٹی کے تمام افراد بزِ اخفش ❑ کی طرح سر ہلانے لگیں اور کہیں ہاں حضور

❑ اخفش کی بکری: اخفش ایک نحوی تھا وہ عربی الفاظ کی گردانیں اپنی بکری کے سامنے دہرایا کرتا تھا وہ سر ہلا دیتی تو وہ سمجھ لیتا کہ مجھے سبق یاد ہو گیا ورنہ پھر دہرانا شروع کر دیتا بعد میں بے سوچے سمجھے کسی بات پر گردن ہلا دینے والے آدمی کو بزِ اخفش کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستارے نکل آئے ہیں۔

اسلامی نظامِ حکومت کا یہ تقاضا ہے کہ اگر امیر بھلائی کی بات کہے تو مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان پر واجب ہے کہ اس کی تائید وحمایت کریں اور اگر امیر غلط بات کہے اور باطل کی طرف جھک رہا ہو تو مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان کا فرض ہے کہ اُسے ٹوکیں اور سیدھی راہ پر لائیں، خود وزراء پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ امیر کی غلط باتوں پر اس سے اختلاف کا اظہار برملا کریں اور کسی مداہنت سے کام نہ لیں۔

خلافتِ راشدہ کی تاریخ کا ہر ہر ورق گواہی دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کا سربراہ صرف پارلیمنٹ ہی کے سامنے جوابدہ نہ تھا، بلکہ پُوری قوم کے سامنے اپنے ہر کام کے لیے حتیٰ کہ اپنی شخصی زندگی کے معاملات کے لیے بھی جوابدہ تھا۔ وہ پانچوں وقت مسجد میں عوام کا سامنا کرتا تھا۔ ہر جمعہ عوام سے خطاب کرتا اور عوام اپنے گلی کوچوں میں ہر روز اُسے چلتے پھرتے پا سکتے تھے اور ہر شخص ہر وقت اس کا دامن پکڑ کر اپنا حق مانگ سکتا تھا۔ ان کے ہاں یہ قاعدہ نہ تھا کہ حکومت سے کوئی سوال کرنا ہو تو پارلیمنٹ کا کوئی ممبر ہی نوٹس دے کر لگے بندھے قواعد کے مطابق پُوچھ سکتا ہے، اس کا اعلان عام تھا۔

اِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ عَصَیْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ

''اگر میں بھلائی کے کام کروں تو میری امداد کرو اور اگر بدی کی راہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست میں فرد کے حقوق

1 جان و مال اور آبرو کی حفاظت

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی ریاست میں فرد کے کیا حقوق ہیں۔ شہریوں کا اوّلین حق اسلام میں یہ ہے کہ ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کی جائے اور جائز قانونی وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے اُن پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا فانی خطبہ دیا تھا، تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا [1]

"تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ویسی ہی حُرمت رکھتی ہیں جیسی حج کے اس دن کی حرمت ہے۔"

اس حرمت میں استثناء صرف ایک ہے اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور حدیث میں اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ کے الفاظ سے ادا فرماتے ہیں۔ یعنی اسلام کے قانون کی وجہ سے اگر کسی شخص پر جان، مال یا آبرو کا کوئی حق واجب ہوتا ہو تو وہ اس سے اسلام کے ٹھہرائے ہوئے قواعد وضوابط کے ماتحت ہی وصول کیا جا سکتا ہے:

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ [الحجرات:11/49]

"تم میں سے کوئی گروہ دُوسرے گروہ کا ٹھٹھا نہ اُڑائے":

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ [الحجرات:11/49]

"تم ایک دوسرے کو بُرے القاب سے نہ پکارو۔"

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا [الحجرات:12/49]

---

[1] مسلم: 2950، ابوداؤد: 1905، 1906، ابن ماجہ: 3074۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تم پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی نہ کرو۔ [1]

الیکشن قریب آرہا ہے اور اس اسلامی ریاست میں سیاسی دھڑے ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھال رہے ہیں اور ایک دوسرے کو گالی گلوچ اور تضحیک کا نشانہ بنا رہے ہیں، ایک دُوسرے پر بہتان باندھ رہے ہیں، یہ سب کچھ صریحاً غیر اسلامی ہے اور ان آیتوں کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

2 معاشی تحفظ

اسلام میں شہریوں کے اس حق پر بہت زور دیا گیا ہے کہ ریاست اپنے حدود میں کسی شہری کو زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہنے دے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر مبہم لفظوں میں فرمادیا تھا کہ:

اَلسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ [2]

''حکومت ہر اس شخص کی کفیل اور ذمّے دار ہے جس کا کوئی کفیل اور ذمّے دار نہ ہو۔''

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَإِلَيْنَا [3]

''جو شخص کوئی بار (قرض یا بے سہارا کنبہ) چھوڑ کر فوت ہو جائے تو وہ ہمارے ذمّے ہے۔''

اس بارے میں اسلام نے ذمی شہریوں اور مسلمان شہریوں کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں کھینچی، وہ مسلمان کی طرح غیر مُسلم شہریوں کو بھی اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اسلامی ریاست اِس کو بھوکا، ننگا اور بے ٹھکانا نہیں رہنے دے گی۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بھوکا آدمی ہر حالت میں مستحق ہے کہ اسے کپڑا دیا جائے، زخمی اور بیمار آدمی اس بات کا مستحق ہے کہ اسے علاج کی سہولت فراہم کی جائے۔ اس بات سے قطع نظر کہ وہ بھوکا، ننگا یا زخمی یا بیمار شخص مسلم ہے یا غیر مسلم، دُشمن ہے یا دوست۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک ذمّی کو بھیک مانگتے دیکھا، تو آپ نے فوراً اس

---

[1] یہ تقریر الیکشن ۱۹۷۰ء سے پہلے کی ہے۔ لیکن آج بھی ہماری سیاست اور الیکشن کے ہنگاموں پر صادق آتی ہے۔

[2] ترمذی: 1102، ابن ماجہ: 1879، 1880، بیہقی: 106/7، مسند احمد: 250/1

[3] بخاری: 2298، مسلم: 2005، نسائی: 1577، ابن ماجہ: 45

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جزیہ معاف کر دیا اور بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کیا اور خازن کو لکھا:

وَاللّٰہِ مَا اَنْصَفْنَاہُ اِنْ اَکَلْنَا شَبِیْبَتَہٗ ثُمَّ نَخْذُلُہٗ عِنْدَ الْھَرَمِ [1]

''خدا کی قسم ہم نے اس سے انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں ہم اس سے کام لیتے رہے اور بڑھاپے میں ہم نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ کے غیر مسلموں کو جو وثیقہ لکھ کر دیا، اس میں صراحت تھی کہ جو شخص بوڑھا ہو جائے گا یا کسی آفت کا شکار ہو گا یا مفلس ہو جائے گا، اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا اور مسلمانوں کے بیت المال سے اس کی اور اس کے کنبے کی کفالت کی جائے گی۔ [2]

3 شخصی آزادی کا حق

ایک اہم حق شخصی آزادی کی حفاظت ہے۔ اسلام میں کسی شخص کی آزادی اسلامی قانون کی رُو سے اس کا جُرم ثابت کیے بغیر اور اسے صفائی کا موقع دیئے بغیر سلب نہیں کی جا سکتی۔ ابو داود میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ مدینہ میں کچھ لوگ شبہ کی بنا پر گرفتار کیے گئے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران اُٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ہمسایوں کو کس جُرم میں پکڑا گیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ ان کے سوال کو سُن کر سکوت فرمایا، تاکہ کوتوالِ شہر اگر گرفتاری کے لیے کوئی معقول وجوہ رکھتا ہے، تو اُٹھ کر بیان کرے، لیکن جب تیسری مرتبہ اُن صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے سوال کا اعادہ کیا اور کوتوال نے کوئی وجہ بیان نہ کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم صادر فرمایا: خَلُّوْا لَہٗ جِیْرَانَہٗ [3] ''اس کے ہمسایوں کو رہا کر دو''

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جب تک کسی شخص پر ایک متعین الزام لگا کر اس کو ثابت نہ کر دیا جائے اسے قید نہیں کیا جا سکتا۔ امام خطابی معالم السنن میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسلام میں حبس دو ہی قسم کا ہے۔ ایک حبسِ عقوبت یعنی یہ کہ عدالت سے سزا پا کر کوئی شخص قید کیا جائے۔ دوسرے حبسِ استظہار یعنی مُلزم کو بغرضِ تفتیش

[1] کتاب الخراج لابی یوسف ص: 72

[2] کتاب الخراج: ص:85

[3] ابو داود: 3631

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روک رکھنا، اس کے سوا حبس کی کوئی صورت اسلام میں نہیں ہے۔ [1]

یہ بات امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ "کسی شخص کو محض تہمت کی بنا پر قید نہیں کیا جا سکتا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو مجرد الزام پر قید نہیں کیا کرتے تھے۔ ضروری ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ عدالت میں حاضر ہوں۔ مدعی اپنا ثبوت پیش کرے اور اگر وہ اپنا الزام ثابت نہ کر سکے، تو مدعا علیہ کو چھوڑ دیا جائے۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے کہ:

لَا يُؤْسَرُ رَجُلٌ فِي الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ عَدْلٍ [3]

"اسلام میں کسی آدمی کو ناحق گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔"

اسلام اس بات کو واجب ٹھہراتا ہے کہ کسی کی آزادی سلب کرنے کے لیے اس پر متعین الزام لگایا جائے۔ کھلی عدالت میں اس پر مقدمہ چلایا جائے اور دفاع کا پورا پورا موقع دیا جائے، اسلام اسے صریحاً ناانصافی قرار دیتا ہے کہ کسی کو پکڑ لیا جائے اور صفائی کا موقع دیے بغیر قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔

آزادیٔ اظہارِ رائے:

اسلامی ریاست میں فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار پوری آزادی سے کرے۔ اگر خلیفۂ وقت یا عمالِ حکومت کتاب و سنت سے انحراف کریں، تو ان پر تنقید کا استحقاق شہریوں کو حاصل ہے۔ خلفائے راشدین پر تنقید ہوتی تھی۔ عوام ان کا محاسبہ کرتے تھے اور خلفائے راشدین تنقید اور احتساب کی محض اجازت ہی نہ دیتے تھے، بلکہ حوصلہ افزائی کرتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں علی الاعلان کہہ دیا تھا "اگر میں سیدھا چلوں، تو میری مدد کرو، اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار جمعہ کے خطبہ میں اس رائے کا اظہار کیا کہ کسی شخص کو نکاح میں 400 درہم سے زیادہ مہر باندھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ایک عورت نے انہیں وہیں ٹوک دیا کہ آپ کو ایسا حکم دینے کا حق نہیں ہے، جب کہ قرآن مجید ڈھیر سا مال (قنطار) مہر میں

[1] کتاب القضاء [2] کتاب الخراج ص: 107۔ [3] موطا۔ باب شرط الشاہد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے کی اجازت دیتا ہے، آپ اس کی حد مقرر کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور فرمایا: ''آج ایک عورت ایک مرد پر بازی لے گئی۔'' [1]

اسی طرح ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اِسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا۔ ''سنو اور اطاعت کرو''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جھٹ بول اُٹھے:

لَا نَسْمَعُ وَلَا نُطِیْعُ ''ہم نہ سنیں گے نہ اطاعت کریں گے۔''

پہلے یہ بتایئے کہ سب کے حصے میں ایک ایک چادر آئی ہے اور آپ نے دو چادریں کہاں سے لیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے شہادت دلوائی کہ دوسری چادر اُنہوں نے اپنے باپ کو مستعار دی ہے۔ [2]

ایک دفعہ مجلس میں اُنہوں نے لوگوں سے پوچھا۔ اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کروں، تو تم کیا کرو گے۔ حضرت بشیر بن سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے، تو ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب تو تم کام کے لوگ ہو۔ [3]

سب سے کڑی تنقید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کی گئی، مگر انہوں نے کبھی کسی کا منہ جبراً بند کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ ہمیشہ اعتراضات اور تنقیدوں کے جواب میں برسرِ عام اپنی صفائی پیش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں خوارج کی بدزبانیوں کو بڑے ٹھنڈے دل سے برداشت کیا۔ ایک مرتبہ پانچ خارجی ان کے پاس گرفتار کر کے لائے گئے، جو علی الاعلان ان کو گالیاں دے رہے تھے اور ان میں سے ایک برسرِ عام کہہ رہا تھا، خدا کی قسم میں علی کو قتل کروں گا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور اپنے آدمیوں کو فرمایا کہ ان کی بدزبانی کا جواب تم چاہو تو بدزبانی سے دے لو، مگر جب تک وہ عملاً کوئی باغیانہ کارروائی نہیں کرتے محض زبانی مخالفت کوئی ایسا جرم نہیں جس کی وجہ سے اُن پر ہاتھ ڈالا جائے۔ [4]

سب سے آخری اور اہم بات یہ ہے کہ حکام اور عوام دیانتداری اور راستبازی کے ان

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج: 1، ص: 467

[2] سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص: 127

[3] کنز العمال جلد 5، ص: 2414 [4] المبسوط للسرخسی ج: 1، ص: 125

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصولوں کو نہیں اپنا سکتے، جب تک اللہ سے ان کا تعلق نہ ہو اور جب تک ذہنی اور روحانی طور پر تعلیم و تربیت اور تزکیہ کے ان ارتقائی مرحلوں سے ہم نہیں گزرتے، جن سے خلفائے راشدین اور اُن کے رفقائے کار گزرے تھے۔ اسی لیے قرآن مجید نے جہاں یہ بتایا کہ مسلمان حکومت سنبھالنے کے بعد کیا کام کرتے ہیں، پہلی بات یہ کہی ہے کہ:

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ "وہ نماز قائم کرتے ہیں"

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ

"اگر ہم انہیں زمین پر اقتدار عطا کرتے ہیں، تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ کا نظام قائم کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، بُرائی سے روکتے ہیں اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔" [الحج 22/41]

ہم نے عظیم قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا۔ ہم نے اس کو اپنے گرم لہو سے سینچا ہے، ہم نے اپنی ہڈیوں کی کھاد اس ملک میں ڈال کر اسے استحکام بخشا ہے، یہ قربانیاں محض اس لیے دی گئی تھیں کہ ہمارا ایک نظریۂ حیات تھا اور ہم اس خطۂ زمین پر اس کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ یہ بات انتہائی طور پر الم انگیز ہے کہ ایسے نازک اور اہم دور میں بھی اسلامی عناصر اپنے فروعی اختلاف اور دیرینہ رنجشوں کو فراموش کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اے کاش! ان کی اَنا ان کے مشن میں تحلیل ہو سکتی۔ اے کاش! ہم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اپنی دھڑے بندیوں سے عزیز تر جانیں۔

حضرات! اگر حکّام اور عوام اس نہج پر زندگی بسر نہیں کرتے، جس کا اجمالی خاکہ میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے اور نظامِ حیات کو اُن اسلامی اقدار کے سانچے میں نہیں ڈھالتے ہیں، تو محض ملک کا نام اسلامک ریپبلک (ISLAMIC REPUBLIC) رکھ دینے سے کیا ہوتا ہے، کسی بت کدے کی دیواروں پر حرم کا لفظ کندہ کر دینے سے بت کدہ بیت اللہ تو نہیں بن جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزاوسزا

صاحبِ صدر، گرامی قدر! خواتین وحضرات!

میں نے یہاں آنے سے پہلے اپنے بعض احباب سے جواس کالج میں ہیں، مشورہ کیا کہ کیا موضوعِ سخن ہو؟ طے یہ پایا کہ بات اِس موضوع پر کی جائے کہ اس دُنیا میں کیا خدا کا کوئی قانونِ جزاوسزا ہے؟ سب سے پہلا سوال جو ہمارے ذہنوں میں اُبھرتا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ دُنیا جس میں ہم بس رہے ہیں، یہ زندگی جو اِس وقت ہم گزار رہے ہیں، اس زندگی میں اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ہمیں کیا ملتا ہے؟ اِس دُنیا میں اُس کے ساتھ تعلق جوڑنے میں کیا منفعت ہے؟ اور اس کے ساتھ تعلق توڑنے میں کیا گھاٹا ہے؟ منبر ومحراب سے یہ آواز تو بہت اُٹھتی ہے، نیک عمل کرو، اس سے آخرت میں یہ ثواب ہوگا اور بداعمالیوں سے اجتناب کرو، وگرنہ آخرت میں یہ عذاب ہوگا۔ آخرت کا عذاب وثواب برحق ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس دُنیا میں اپنے دوستوں کو وہ بے یارومددگار چھوڑ دیتا ہے؟ کیا اس دُنیا میں اُن کے لیے ذلّت ورسوائی ہے؟ اسی طرح وہ لوگ جو اس سے سرکش ہوگئے، وہ جو رسیاں تڑا بیٹھے ہیں، اُن کے بارے میں یہ گمان کہ انہیں آخرت میں ہی سرزنش ہوگی، اب وہ کھل کھیلیں اور من مانی کریں۔ اِس خیال میں صداقت کہاں تک ہے؟

بات یہ ہے کہ خود قرآن میں لکھا ہے:

وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا [بنی اسرائیل: 11/17]

کہ انسان کو بڑا جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ جلد بازی تو انسان کے خمیر میں گندھی ہوئی ہے۔ وہ تو کہتا ہے، اِس وقت جن اذیتوں اور کلفتوں میں میں مُبتلا ہوں، اُن سے نجات

"یہ تقریر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور میں "مجلس فکر وعمل" کے زیرِ اہتمام 4 فروری 1972ء کو کی گئی، تقریر کو موصوف رحمہ اللہ نے خود قلمبند کیا ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانے کی کوئی راہ بتاؤ۔ اِس وقت میری راحت کا کوئی سامان کرو۔ اُس سے یہ کہنا کہ یہاں ساٹھ برس تک تم بے سہارا جیو، تم اذیتیں جھیلو، تُم ذلت ورسوائی گوارا کرو، مرنے کے بعد تمہیں بہشت ملے گی، بڑی غیر حکیمانہ بات ہے۔ وہ رب العالمین ہوکر، وہ رحمٰن ورحیم ہوکر ساٹھ برس تک ہماری دوستی کا جواب نہ دے اور ہم اُس کی عاجز مخلوق ہوتے ہوئے زندگی بھر یک طرفہ دوستی نبھاتے رہیں اور جب ہم مرجائیں اور قبروں میں چلے جائیں تو وہاں وہ ہمیں سُرخرو کرے اور عزت عطا کرے، بزرگوں سے معذرت چاہتے ہوئے کہتا ہوں۔

یہ کیا دل دہی ہے یہ کیا دلبری ہے؟

اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے لیے اِس دُنیا میں کیا ہے؟

یہ ہے وہ سوال جو ذہن میں اُبھرتا ہے۔ میں عربی زبان کا ایک معمولی طالب علم ہوں۔ جب عربی زُبان میں اتنی شُد بُد مجھے ہوئی کہ کتاب اللہ کا براہِ راست مطالعہ کرسکوں تو اس سوال کا بہت صاف اور واضح جواب میں نے کتاب اللہ میں پالیا۔ قرآن مجید کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ دوستی کا صِلہ بھرپور صِلہ دوستی کے عہدو پیمان کے ساتھ ہی وہ دینے لگتا ہے۔ وہ تو واضح طور پر کہتا ہے:

نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ [حٰمٓ السجدہ: 31/41]

اس دنیا کی زندگی میں ہم تمہارے دوست ہیں، تمہارے حامی و ناصر ہیں، تمہارے پُشت پناہ ہیں۔ یہ نہیں کہ اِس دُنیا میں تمہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔ وہ تو واضح طور پر کہتا ہے:

لَھُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ [یونس:64/10]

"وہ جو میرے ساتھ دوستی کرتے ہیں، اس دُنیا کی زندگی میں انہیں بشارت دو میں اس دنیا کی زندگی میں اُن کو سُرخرو کروں گا۔"

وہ اپنے دوستوں کا جہاں کہیں ذکر کرتا ہے کہ فلاں دوست نے میرے ساتھ دوستی نباہی، وہ یوں کہتا ہے:

وَجِیۡھًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ [آل عمران: 45/3]

"میں نے اِس دُنیا میں اُس کو معزز کیا اور آخرت میں تو اسے باعزت ہونا ہی ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء جب اس سے تعلق استوار کرتے رہے، تو دُعایوں مانگتے رہے:

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

"اے زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والے! اے میرے خدا! میں تیرے ساتھ دوستی کر رہا ہوں اور تو اِس دُنیا میں میرا دوست ہے۔" [یوسف: 12/101]

دُنیا کے معاملات سنوارنے اور سُلجھانے کے لیے میں کس سے مدد چاہوں۔ دین کا غلط تصور پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام دین سے بھاگتے ہیں اور بدکتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ اِس بات پر غور کیا جائے کہ اِس دُنیا میں اس کا قانونِ جزاوسزا کیا ہے؟

یاد رکھیے کہ یہ سوال جو ذہنوں میں اُبھرتے ہیں، ان کو (SUPRESS) کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان کو باہر لانا چاہیے، خود میرے ذہن میں بھی یہ سب سوال اُبھرتے تھے اور قرآن مجید کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں اُن کا جواب کتاب اللہ میں ڈھونڈتا رہا اور اب بھی ڈھونڈتا ہوں۔ قرآن مجید پڑھنے سے میرا ذہن صاف ہُوا، قرآن نے بہت صاف اور واضح طور پر افراد کی ترقی اور انحطاط اور اقوام کے عروج وزوال کے تمام قاعدے اور ضابطے کھول کھول کر بیان کیے۔ قرآن نے بہت صاف طور پر بتایا کہ جُونہی ایک فرد میرے ساتھ دوستی کرتا ہے، میں اُسے کیا عطا کرتا ہوں، رسماً اور رواجاً مُسلمان ہونے کی بات میں نہیں کر رہا اور نہ جغرافیائی اور نسلی اعتبار سے مُسلمان ہونے کا ذکر کر رہا ہوں۔ اسی لیے میں بار بار دوستی کا لفظ بول رہا ہوں تا کہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔

قرآن نے واضح طور پر کہا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ [حٰمٓ السّجدہ: 41/30-31]

"دیکھو میرے ساتھ دوستی کرنے کے بعد اگر تُم میری دوستی پر جمے رہے تو میں تم پر فرشتے نازل کروں گا۔"

اور قرآن میں اپنے دوستوں پر فرشتوں کے نزول کا ذکر متعدد بار کیا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا [الاحزاب: 33/9]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہم نے اُن پر زناٹے کی آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جو تم کو نظر نہیں آتے تھے

اور دوسری جگہ کہا:

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍلَّمْ تَرَوْهَا [التوبة: 40/9]

خوف اور غم سے نجات

قرآن نے یہ کہا کہ ہم خوف اور غم کو اپنے دوستوں کے دلوں سے اُچک لیتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ [یونس:62/10]

خدا کے ذکر سے اور اُس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے پہلی بات یہ حاصل ہوتی ہے کہ یہ مال و دولت کا غم جس میں دُنیا گھلتی جا رہی ہے، یہ جھوٹے خداوندوں کا خوف انسان کے دل سے اُچک لیا جاتا ہے اور یاد رکھیے کہ اس دُنیا میں جتنی ذہنی کوفت اور رُوحانی اذیت ہے، وہ یا خوف سے پیدا ہوتی ہے یا غم سے پیدا ہوتی ہے۔ پس وہ اپنے دوستوں کے دلوں سے خوف اور غم دونوں کو نکال دیتا ہے۔ انہیں ایک رُوحانی آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ وہ لوگ جن کا خدا سے تعلق تھا، وہ کس طرح رقص کرتے ہوئے پھانسیوں کی طرف لپکتے رہے اور پھانسی کے پھندوں کو چومتے رہے۔

خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی کا واقعہ مجھے یاد آنے لگا۔ صحیح بخاری میں ہے اور حافظ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ نے بھی اُسد الغابہ میں لکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ بھیجا اور فرمایا دیکھو کہ دُشمن کی تیاری کا کیا حال ہے۔ وہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ گرفتار کر لیے گئے۔ مقامِ تنعیم پر پھانسی کا پھندا لٹکایا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ آج خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی دی جائے گی۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ لائے گئے، تو وہ وجد کی حالت میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

وَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا

وَلَا جَزَعًا اِنِّیْ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعِیْ

یعنی میں دُشمن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے والا نہیں ہوں۔ میرے دشمنو! تم میرے چہرے پر آج گھبراہٹ کے آثار نہ دیکھ سکو گے، تمہیں تمنا تو ہو گی کہ تم خبیب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ پھانسی کی طرف جا رہا ہو، گھبراہٹ دیکھ سکو، تمہاری یہ تمنا غلط ہے۔ اِنِّـیْ اِلَـی اللّٰہِ مَرْجِعِیْ میں تو اپنے محبوب کی طرف لوٹ رہا ہوں، میرے چہرے پر گھبراہٹ تم کہاں دیکھ سکو گے اور کہا:

وَلَسْـتُ اُبَـالِـیْ حِیْـنَ اُقْتَـلُ مُسْـلِـمًـا
عَـلٰـی اَیِّ جَـنْـبٍ کَـانَ فِـی اللّٰہِ مَـصْـرَعِـیْ

مجھے اِس جرم کی پاداش میں تم قتل کر رہے ہو کہ میں خدا سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ میرا محبوب ہے، اگر میرا جُرم یہی ہے تو مجھے کچھ پروا نہیں، جس پہلو تم چاہو، مجھے مارو۔ جس پہلو تم چاہو مجھے پچھاڑو۔ [1]

لَسْتُ اُبَالِیْ۔ (I CARE TWO HOOTS FOR IT) ذہن اور رُوح کی یہ کیفیت اسی دُنیا میں انسان کو حاصل ہو جاتی ہے۔

سب سے بڑا ڈر جو وقت کے فرعونوں اور نمرودوں کو بھی ہوتا ہے، وہ موت کا ڈر ہے۔ یہ موت کا ڈر بھی خدا کے دوستوں کی رُوحوں سے اُچک لیا جاتا ہے؟ جیسا کہ اُس کے ایک دوست نے کہا:

خُرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و زپئے جاناں بروم

وہ دن بھی کیا غضب کا دن ہوگا، جب اس دُنیا سے میں اپنے محبوب کی طرف جاؤں گا، میری روح کو قرار آ جائے گا۔

یہ پہلا انعام ہے، جو فرد کو اس دُنیا میں اللہ کے ساتھ تعلق سے حاصل ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا یَقْعُدُ مِنْ قَوْمٍ یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ [2]

جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں، رحمت کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت

[1] اسد الغابۃ: 672/1

[2] مسلم: 6855، ترمذی: 3378، ابن ماجہ: 3791

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت اُن پر نازل ہوتی ہے۔

آپ یہ مت خیال کیجئے کہ یہ جو اللہ والے رات بھر اُس کے حضور میں بیٹھے رہتے ہیں، یونہی خشک اور بے لذت بیٹھتے ہیں۔ اِن پر اللہ کی رحمتیں برستی ہیں اور انوارِ الٰہی کا رزق کھاتے ہیں، وہ رُوحانی رزق جس کی لذّت کے سامنے کائنات کی تمام لذتیں ہیچ ہیں۔ اگر فیضانِ الٰہی نہ ہو رہا ہو تو پانچ منٹ بھی مصلّے پر نہیں بیٹھا جاتا، تسبیح ہاتھ سے چھوٹنے لگتی ہے، پھر ٹیک لگاتے ہیں اور لیٹ جاتے ہیں۔ سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی لذّت کو یوں بیان کیا:

الف اللہ چنبے دی بُوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہرجائی ہُو
اندر بُوٹی مشک مچایا جاں پھُلن پر آئی ہُو
جیوے مُرشد کامل باہو جیں اے بُوٹی لائی ہُو

فرماتے ہیں: کہ میرے شیخ نے میرے مَن کی زمین میں لفظ ''اللہ'' جو چنبیلی کا پودا تھا لگایا اور ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ'' کے پانی سے میری رَگ رَگ اور نَس نَس کو سینچا، فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے میرا سینہ مہک اٹھا ہے اور اُس کی لذّت سے یُوں سرشار ہوا ہوں کہ آپے سے باہر ہوا جاتا ہُوں۔

دوستو! یہ محض کہاوتیں اور بُجھارتیں نہیں ہیں۔ میں بھی انہیں بجھارتیں سمجھتا تھا۔ میں فلسفے کا طالب علم تھا، جب تک یہ سب کچھ مجھ پر وارد نہیں ہو گیا خدا کی قسم جھٹلاتا رہا، اِن سب باتوں کو، تو اسی دنیا میں خدا کی رحمتوں کا ورود ہوتا ہے۔

خاقانی نے بجا کہا تھا:

پس از سی سال. ایں نکتہ محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

خاقانی کہتا ہے کہ تیس برس تک میں مارا مارا پھرتا رہا سکُون کی تلاش میں۔ تیس برسوں کے بعد قطعیت کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ایک پل بھی اگر اللہ کی معیت حاصل ہو جائے، تو یہ تختِ سلیمانی کے ملنے سے بہتر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سچی اور دائمی عزت کسے حاصل ہے؟

ذرا دیکھیے کہ قرآن مجید کہتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا [فاطر:10/35]

یہ رحمتوں اور سکینتوں کا ورود تو بجا ہے۔ یہ غم واندوہ سے چھٹکارا بھی درست مگر یہ مت خیال کیجیے کہ عزت کی تلاش میں کسی غیر کے دروازے پر جانا ہے۔ قرآن مجید نے (HONOUR) کا ایک واضح (CONCEPTION) دیا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ عزت کا سر چشمہ اور منبع میں ہوں اور ایک دوسری جگہ کہا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ [المنافقون:8/63]

دیکھو" سچی عزت خدا کو حاصل ہے اور اُس کے پیغمبروں کو حاصل ہے اور مومنوں کو حاصل ہے۔"

سچی عزت سے میری مراد وہ عزت ہے، جو رُوح کی گہرائیوں سے کی جائے، دل اور دماغ کی ہم آہنگی سے کی جائے، سچی عزت وہ ہے جو موجودگی اور عدم موجودگی میں یکساں کی جائے۔ سچی عزت وہ ہے کہ زمانے کی لنبان گو کتنی آگے کو بڑھ جائے، وہ چمکتی رہے، وہ نکھرتی رہے اور صاحبِ عزت کا نام مہکتا رہے۔

خدا کہتا ہے کہ میں حقیقی اور سچی عزت اس دُنیا میں اپنے پیغمبروں کو عطا کرتا ہوں۔ اس مادیت کے دَور میں، اس الحاد زندقیت کے دَور میں، اِس فسق و فجور اور کُفران و معصیت کے دَور میں بھی جو عزت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے، جو عزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے، جو عزت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے، اس کا لاکھواں حصہ بھی برٹنڈ رسل اور آئن سٹائن کو حاصل نہیں۔ تمام بنی نوعِ انسان کے دل آج بھی ان نبیوں کی محبت اور عقیدت سے آباد ہیں۔

پھر جو اُن کے دامن سے وابستہ ہوئے اور جنھوں نے اُن سے وفا کی، وہ سب معزز ٹھہرا دیے گئے۔ سچی عزت حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو حاصل ہوئی، سچی عزت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کو حاصل ہوئی، سچی عزت حضرت مجددِ الف ثانی رحمہ اللہ کو حاصل ہوئی، سچی عزت حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کو حاصل ہوئی۔ یہ کیا بات ہوئی کہ شافعی، مالکی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنبلی، حنفی، اہلحدیث آپس میں ہر بات پر جھگڑا کریں، مگر حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کا نام آئے تو سب تعظیم بجالائیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا نام آئے تو سب کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں۔ پس خدا سے تعلق رکھنے والوں کو عزت اسی دُنیا میں بخشی جاتی ہے۔

بڑے بڑے دانشور اور سیاست دان حصولِ عزت کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلتے ہیں۔ کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ دن رات اندھا دُھند ایک ہی دُھن میں لگے ہیں کہ عزت حاصل ہو جائے، شہرت اور وقار حاصل ہو جائے، بس ہمارا ہی ڈنکا بجے۔ الیکشن لڑے جاتے ہیں اور الیکشن میں بھی، تفنن برطرف پہلے تو سات پشتوں کو گالیاں دی جاتی ہیں، الیکشن لڑتے تو اس لیے ہیں کہ عزت حاصل ہو، مگر اس عزت کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے کہ تمام آبا وٴاجداد کے شجرہ ہائے نسب پر حزبِ مخالف لعنتیں بھیجتا ہے۔ اسمبلیوں کی رُکنیت حاصل کی جاتی ہے، پھر وزارتوں کا چکّر۔ غور کیجیے کہ پچھلے کئی برسوں میں کتنی کابینائیں بنیں اور ٹوٹ گئیں، کتنے وزیر اور مشیر بنے۔ پھر اُن میں سے کتنے ہیں، جن کے نام بھی ہمارے حافظوں میں باقی رہ گئے۔ عجب مشیّتِ الٰہی ہے کہ جو لوگ حصولِ عزت کے لیے دن رات ہلکان ہوتے ہیں، اُن کے نام بھی ذہنوں سے محو کر دیے جاتے ہیں اور ان کے اقتدار کے زمانے میں بھی اُن کی عزت محض خلق سے ہوتی ہے۔ عین اُس وقت جب لوگ اُن کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں، اُن کے دل اُنہیں گالیاں دے رہے ہوتے ہیں اور دماغ لعنتیں بھیج رہے ہوتے ہیں، یہ کیا عزت ہوئی؟ یہ کیسی توقیر ہے؟

آپ کہیں گے کہ خدا کے دوست قتل بھی ہوتے ہیں، اس کے دوست سُولیوں پر بھی لٹکتے ہیں، آپ کہیں گے یہ کیسی دوستی ہوئی کہ اس کے دوست ہوتے ہُوئے اُن کے لاشے خاک وخُون میں تڑپتے ہیں؟ مَیں کہتا ہوں کہ اگر اُس کے سب دوست ہوتے تو اُس کے دوستوں کے اخلاص اور وفاداری کا ثبوت کیا ہوتا، ہرا یرا غیرا اس کی دوستی کا دم بھرتا، مرنا تو سبھی کو ہے، موت کا ایک دن معیّن ہے۔ یہ اُس کا کرم ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی عزت کو دوام بخشنے کے لیے شہادت کی مہریں اُن کے وجود پر ثبت کرتا ہے۔ وہ اگر اس کی راہ میں قتل نہ ہوتے تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے۔ یہ اُس کی نوازش ہے کہ وہ انہیں دوستی کا حق ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے، مقتول ہو کر ان کی عزت اور چمکتی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

اس کے حبیب ﷺ کے گھرانے کے لیے یہ مقدر ہُوا کہ حق کی حمایت میں اُن کے لاشے خاک وخوں میں تڑپیں، حسین رضی اللہ عنہ ابن فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے لیے اللہ کی مشیت ہوئی کہ اس کی خاطر اپنی جان نچھاور کرے۔ حسین رضی اللہ عنہ کی شان دائمی اور سرمدی طور پر سلامت رہ گئی، وہ مقتول ہوکر بھی معزز ہُوا اور اس کے دشمن قاتل ہوکر بھی ذلیل ہُوئے۔

اسی طرح اگر اُس کے دوست ہر حالت میں دُنیوی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے، تو ہر خودغرض اور نفس پرست بھی اس کی دوستی کا مدعی ہوتا۔ اگر اس کے سب دوست دنیوی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے، تو دُنیا والوں کے لیے اس کا ثبوت کیا ہوتا کہ اس کے دوست محض اس کی رضا کے طالب ہیں۔ وہ دُنیا والوں کو یہ منظر دکھاتا ہے کہ اُس کے دوست گھاس پھُونس کی جھونپڑیوں میں رہتے ہوئے، موٹا جھوٹا لباس پہن کر، فقر وفاقہ کی سختیاں جھیل کر بھی دوستی کی لاج رکھتے ہیں اور اس بے سروسامانی کی حالت میں بھی انہیں ایسا ذہنی سکون نصیب ہوتا ہے اور وہ اس قدر رُوحانی لذّت سے سرشار ہوتے ہیں کہ اُمراء ورؤسا اس لذّت کے تصور سے بھی عاجز ہیں۔

وہ جو اس کی راہ میں فنا ہُوئے، دیکھنے والوں کو یُوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ سخت تکلیف اُٹھا رہے ہیں، حالانکہ عین اُس وقت جب اُن کے حلقِ بریدہ سے خُون بہہ رہا ہوتا ہے اور اُن کے لاشے خاک وخون میں تڑپ رہے ہوتے ہیں، اُن کی رُوحیں اُس وقت بھی کلفت واذیّت سے محفوظ ہوتی ہیں اور یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، حدیثِ پیغمبر ﷺ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں:

مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِّنْ مَّسِّ الْقَرْصَةِ [1]

''شہید کو قتل ہوتے وقت ویسا ہی احساس ہوتا ہے، جیسے تم میں سے کسی کو چیونٹی چھو جائے تو وہ محسوس کرتا ہے۔''

[1] ترمذی: 1668، ابن ماجہ: 2802، کنز العمال: 11125، احمد: 297/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ شہید کو ایسی لذّت آتی ہے کہ دُنیا و آخرت کی سب لذّتیں شہادت کی لذّت کے سامنے اُسے ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ یہ دوست کی خاطر کٹ مرنے کی سعادت، یہ اُس کی خاطر مر مٹنے کا شرف، یہ اُس کی راہ میں خوں بہانے کی لذّت، یہ جاں سپاری و جانفروشی کی سعادت، یہ وہ سعادتِ عظمیٰ انسان کے حصے میں آئی ہے کہ اس میں فرشتے بھی اس کے سہیم و شریک نہیں۔ یہ وہ سعادت ہے، جس سے جبرائیل امین علیہ السلام بھی محروم ہے۔ یہ وہ شرف ہے کہ اسرافیل و میکائیل بھی اس سے لذّت شناس نہیں۔ وہ بھی تخلیق آدم کے وقت کہتے تھے:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ [البقرة:30/2]

”یعنی آدم کو کیوں پیدا کرتے ہو، وہ رُوئے زمین پر فساد پھیلائے گا اور خونریزی کرے گا، ہم جو تیری تسبیح و تقدیس میں لگے ہیں۔“

اب خدا اُنہیں یہ منظر بار بار دکھاتا ہے کہ دیکھو یہ وہی آدم ہے، جس کی تخلیق پر تم معترض تھے۔ وہ میری دوستی کا حق اپنا لہو بہا کر ادا کر رہا ہے۔

اقوام کے عروج و زوال کے بارے میں ضابطۂ الٰہی

جس طرح فرد کے لیے اس دُنیا میں جزا و سزا کا ایک قانون جاری ہے، بالکل اسی طرح اقوام کے عروج و زوال کے بارے میں بھی کچھ قاعدے اور ضابطے ہیں، جو قرآن نے بیان کیے، وہ قوم یقیناً خود فریبی میں مبتلا ہے، جس کے افراد محض کسی قوم کے فرد ہونے کی بنا پر یہ چاہیں کہ خدا اُن کے ساتھ امتیازی سلوک کرے۔ مخلوق ہونے کی حیثیت سے اللہ کی نظر میں تمام مخلوق یکساں ہے۔ اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللهِ [1] تمام مخلوق خدا کا گھرانا ہے۔ زہر کا یہ خاصا ہے کہ ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، مسلمان جو بھی اُسے کھائے، اس پر موت طاری ہوتی ہے۔ زہر ہلاکت آفریں ہے اور آگ سے جسم جلتا ہے۔ بالکل اسی طرح کچھ باتیں ہیں، جو قوموں کے لیے سمِ قاتل ہوتی ہیں اور ہر وہ قوم جس سے وہ باتیں سرزد ہوں، زوال اور انحطاط کے گڑھے میں دھکیل دی جاتی ہے:

---

[1] كنز العمال: 16171، الکامل فی الضعفاء: 1810/5، 2340/6۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا

تو تم سنت الٰہی میں نہ کوئی تبدیلی پاؤ گے، اور نہ تم سنت الٰہی کو ٹلتے ہوئے ہی پاؤ گے [فاطر:43/35]

خدا کا قانون انسانوں کے کسی گروہ کے لیے بدل نہیں سکتا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بجا کہا تھا:

حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام
نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تو

قوموں کی مادی ترقی کے بھی کچھ قاعدے اور ضابطے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

يَرْفَعُ بِهٖ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ [1]

''اس کتاب کے ضابطوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے خدا بعض قوموں کو بلند کرتا ہے اور اُن ضابطوں کو پسِ پشت پھینکنے کی وجہ سے بعض قوموں کو ذلیل کر دیتا ہے۔''

قرآن مجید نے دفاع کے بارے میں یہ تلقین کی کہ

أَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ [انفال:60/8]

''جہاں تک تمہارا بس چلے، دشمن کے خلاف تیاری کرو''

یعنی جہاں تک ممکن ہو بجٹ کا حصہ دفاع پر صرف کرو اور قرآن نے یہ بھی کہا:

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

''اور ہم نے لوہا پیدا کیا جو جنگ میں بہت کام آتا ہے اور انسانوں کے لیے اس میں اور بھی کئی فائدے ہیں۔'' [الحدید:25/57]

میرا یہ ایمان ہے کہ اگر آج امریکہ، روس اور چین معزز ہیں، تو وہ قرآن مجید کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے معزز ہیں اور اگر ہم آج ذلیل ہیں، تو ان اصولوں کو پسِ پُشت پھینکنے کی وجہ سے ذلیل ہیں۔ ہماری عقلوں پر ایسی طاعون چھا گئی ہے کہ عین اس وقت جب ہم موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں، ہم اپنا زرِمبادلہ اسبابِ راحت اور اسبابِ تعیش کی درآمد پر برباد کرتے ہیں۔

یہ ایک بڑا المیہ ہے، پچھلے کئی برس سے ہم پاکستان میں مُنافقت کی زندگی بسر کر رہے

[1] مسلم: 1897

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جھگڑا گاندھی سے کیا تھا؟ گاندھی یہ کہتا تھا کہ قومیت کی بُنیاد خطۂ زمین ہے، جو ہندوستان کا باشندہ ہے، وہ ہندوستانی ہے۔اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ہم خاک اور نسل کی بنیادوں پر قومیت کے قائل نہیں ہیں۔ ہم تو اپنا ایک نظریۂ حیات رکھتے ہیں اور اسی کی بنیادوں پر قومیت کا ڈھانچہ استوار کرتے ہیں۔جھگڑا ہُوا، قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ جیت گئے، پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا اور اس کا نام (ISLAMIC REPUBLIC) رکھا گیا۔

ہم نے دنیا جہاں کی ناپاکیاں، ارتکازِ دولت، علاقائیت پرستی، رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی، اقربا نوازی، کُنبہ پروری، جُوا، شراب، سُود، اس خطۂ زمین پر اکٹھی کیں اور اُس کا نام پاکستان رکھ دیا۔کسی بتکدے کی دیواروں پر حرم کا لفظ کندہ کر دینے سے کوئی بتکدہ بیت اللہ تو نہیں بن سکتا ہے۔ہم نے جس نظریۂ حیات کو اپنانے کی خاطر اور جن قدروں کو پروان چڑھانے کی خاطر عظیم قُربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا تھا، ہم نے اس مُلک میں اُن قدروں کو نہایت بے دردی سے پامال کیا اور عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی غرض سے ہر حکُومت یہ اعلان کرتی رہی ہے کہ ہمارا آئین قرآن وسُنت کے منافی نہیں ہوگا۔فقرے کے تیور دیکھیے کس قدر منافقانہ ہیں؟ اگر جی میں کھوٹ نہ ہوتا تو اعلان کے الفاظ یُوں ہوتے کہ: ''ہمارا آئین کتاب وسُنت کے عین مطابق ہوگا۔''

مشرقی پاکستان کا سقوط آزمائش نہیں، عذاب ہے:

برسہا برس کی مسلسل اور پیہم بداعمالیوں کی پاداش میں آدھا ملک ہم سے چھن گیا۔ جب مشرقی پاکستان کا سقوط ہوا تو اُس وقت بھی ہم نے اپنے آپ کو اور عوام کو دھوکا دیا۔ ہمارے ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹیلی ویژن نے کہا کہ یہ غزوۂ احد ہُوا ہے۔

یاد رکھیے کہ آزمائش کا تعلق مومنین قانتین سے ہے، جنہیں عارضی طور پر بھٹی میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ کُندن ہو کر نکلیں۔قرآن مجید ابتلاءً کا لفظ اُن نفوسِ قدسیہ کے لیے بولتا ہے، جنھوں نے معاشرے کی تطہیر کی تھی۔ابتلاءً کا تعلق قرآنی نقطۂ نظر سے اُن لوگوں سے ہے جو نماز قائم کرتے ہیں، جو زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کرتے ہیں، جو شراب خوری، زنا کاری، سُود خوری، رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ اور تمام اجتماعی بُرائیوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استیصال کرتے ہیں۔ چوری، زنا اور دُوسری بد اعمالیوں کی سزا احکامِ قرآنی کے مطابق دیتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ انبیاء اور اُن کے پیروؤں کی ہزاروں برس کی تاریخ اس بات کو جھٹلاتی ہے کہ خدا نے اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو کبھی یوُں بین الاقوامی طور پر ذلیل کیا ہو کہ بیک وقت پُوری کائنات کے ذرائع ابلاغ سے اُس قوم کی ذلت و رسوائی کا اعلان کیا گیا ہو۔ آدھا ملک چھن جائے اور نوے ہزار سپاہی کافروں اور بُت پرستوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور ہم کہیں، یہ غزوۂ اُحد ہوا ہے۔

یہ نئی پود، یہ نوجوان نسل، یہ غریب طالب علم، انہوں نے اپنے حکمرانوں کی زبان سے اسلام کا نام سُنا ہے، اُنہوں نے اسلام کا نام یحیٰی خان کی زبان سے سُنا، جو ملک وملّت کو ذلّت اور ہلاکت کے غار میں دھکیلنے کے بعد بھی اپنی آخری تقریر میں اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا تھا، وہ جو اس وقت بھی نشے میں دُھت تھا اور زبان ہکلا رہی تھی۔

آہ یہ مُلک! اس میں کئی برسوں سے اسلام، خدا، رسول، جہاد ان سب لفظوں کو (EXPLOIT) کیا جا رہا ہے۔ ہماری نئی پود نے اسلام کی بات یا تو حکمرانوں کی زبان سے سُنی ہے یا اپنے محلّے کے نیم خواندہ مولوی سے سنی ہے۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہُوا کہ ہمارے نوجوانوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسلام یا تو (HALF EDUCATED) ہونے کا نام ہے یا (EXPLOITATION) کا نام ہے۔ میں اس بارے میں نئی پود کو معذور سمجھتا ہوں۔ مجرم ہم ہیں کہ اسلامی نظریۂ حیات کے صحیح خط وخال اُن کے سامنے اُجاگر نہ کر سکے۔ ہر حادثہ جو اِس کائنات میں رُونما ہوتا ہے، ایک طالب علم کی حیثیت سے ہم قرآن مجید لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور آیاتِ الٰہی کی روشنی میں اُس کی تعبیر ڈھونڈتے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے سقوط پر جو آیتیں منطبق ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں۔ ہم یہ آیت کیوں نہیں پڑھتے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قٰسِيَةً [المائدۃ:13/5]

قرآن کہتا ہے کہ بعض قومیں ایسی ہیں، جو کہتی ہیں اے اللہ! تو ہمیں ایک خطۂ زمین عطا کر۔ ہم اُس میں تیرے نظریۂ حیات کو نافذ کریں گے اور جب ہم انہیں خطۂ زمین عطا کر دیتے ہیں، تو وہ ہم سے وعدہ شکنی کرتے ہیں اور آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ خدا کہتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ

''اُن کی وعدہ شکنی کی پاداش میں ہم نے اسی دنیا میں ان پر لعنتیں بھیجیں۔''

وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً

''اور ہم نے اُن کے دلوں کو کٹھور بنا دیا کہ خیر اور شر کی تمیز ہی ان سے اچک لی گئی۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ سقوطِ مشرقی پاکستان ایک عظیم المیہ ہے، لیکن اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ اس دھچکے کے بعد ہم منافقت کے روگ سے شفایاب نہ ہو سکے۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ روگ ہماری ہڈیوں میں سما گیا ہے۔ سقوطِ مشرقی پاکستان پر ہمارے صحافیوں نے لکھا کہ:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

تم اُس امام الشہدا رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہو، جس کے سامعہ سے اُس کی پیاسی اور بلکتی ہوئی بچیوں کی آوازیں ٹکرا رہی تھیں، مگر اُس نے ہتھیار نہ ڈالے، وہ جس نے قاسم اور علی اکبر کے لاشے دیکھے مگر ہتھیار نہ ڈالے، وہ جس نے اپنے چھ مہینے کے شیر خوار بچّے کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے ہُوئے دیکھا، ہتھیار نہ ڈالے، وہ جس نے اپنے پورے گھرانے کو خاک وخون میں تڑپتے ہُوئے دیکھا۔ وہ عزم وہمت کا پیکر، وہ صبر واستقامت کا ہمالہ، وہ عزت وناموس کا سراپا، جو دشمنوں کے نرغے میں تنہا رہ گیا تھا مگر اس کے عزم اور ہمت کا دامن بے داغ رہا۔ ہاں! اُن کی بھی ناکہ بندی ہو گئی تھی، ہاں وہ بھی دشمنوں کے نرغے میں آ گئے تھے، وہ دُشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑے اور بے جگری سے لڑتے ہُوئے شہید ہُوئے۔

نوّے ہزار تندرست وتوانا آدمی ہتھیار ڈالیں اور کہیں کہ حادثہ کربلا ہوا ہے۔ خُدارا اہل بیت اور حسین رضی اللہ عنہ ابن فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین مت کیجیے۔ غزوہ احد اور حنین کا ذکر بے محل ہے۔ عاد وثمود کی قوموں کے عذاب کا ذکر کیوں نہیں کرتے، جیسے ایک اناڑی وکیل تعزیرات کی غلط دفعہ لگاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آنے والے علماء نے بے محل آیتیں پڑھیں۔ یہ آیت کیوں نہیں پڑھتے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا [البقرہ:85/2]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''خدا کہتا ہے کہ تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ قرآن مجید کا جو حصہ تمہیں آسان نظر آتا ہے، اس پر تو عمل کر لیتے ہو اور قرآن کے جو حصے تمہیں مشکل نظر آتے ہیں، اُن سے تم عملاً انکار کرتے ہو۔ جو قوم ایسا کرے گی وہ کیا سمجھتی ہے کہ میں اُسے صِلہ کیا دوں گا، میں اسی دنیا کی زندگی میں اُن کو ذلیل ورسوا کروں گا۔''

ملک کا نام اسلامک ری پبلک (ISLAMIC REPUBLIC) رکھنا آسان کام تھا۔ اس لیے اُس کے کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہُوا۔ لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ شراب کی کشید اور درآمد پر پابندی لگایئے تو اربابِ حل وعقد کی پیشانیوں پر شکن پڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں، یہ تو تنگ نظری کی بات ہے۔

قُرآن نے اس بارے میں واشگاف لفظوں میں دوٹوک بات کہی:

مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [المائدہ:5/47]

''جو وحی الٰہی کے مطابق آئین نہیں بناتے، یہی لوگ فاسق ہیں۔''

مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [المائدہ:5/45]

''جو وحی الٰہی کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، یہی لوگ ظالم ہیں۔''

مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ [المائدہ:5/44]

''جو وحی الٰہی کے مطابق حکومت نہیں چلاتے یہی لوگ کافر ہیں (گو زبانی دعوے ہزار کریں)۔''

قرآن یہ کہتا ہے کہ مختلف قوموں کو جب اُن کی بداعمالیوں پر ہم جھنجھوڑتے ہیں، تو بعض قومیں چونک اُٹھتی ہیں اور وہ اپنی تمام توانائی کو خیر اور بھلائی کی راہ میں کھپا دیتی ہیں اور بعض قومیں ایسی ہیں کہ جب ہم نے انہیں جھنجھوڑا:

قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ [اعراف:7/95]

تو اُنہوں نے کہا قوموں کو کبھی (DEFEAT) ہو جاتی ہے کبھی (VICTORY) ہو جاتی ہے، اس میں عذاب کی کیا بات ہُوئی؟ یہ تو (SUPERSTITIONS) (توہمات) کی باتیں ہے۔ آج بھی جب ہم اس ملک کے دانشوروں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ عذابِ الٰہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، ہوش میں آؤ تو وہ زیرِ لب طنزاً مسکراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قوموں کو کبھی فتح ہوتی ہے کبھی شکست ہو جاتی ہے، اِس کا عذاب سے کیا تعلق؟

خدا یہ کہتا ہے، جب تم دیکھو کہ کسی قوم پر یہ حالت طاری ہُوئی کہ وہ عذاب کو عذاب ماننے کے لیے تیار نہیں اور عذاب کو (SUPERSTITION) قرار دیتی ہے، تو ہم ایسی قوم کو ایک دُوسرا تھپڑ رسید کرتے ہیں اور اُس کے قومی وجود کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ ہماری پکڑ یکا یک ہوتی ہے، ہم اُنہیں سوچنے کا بھی موقع نہیں دیتے کہ اُن پر کیا بیت گئی ہے؟

سقوطِ مشرقی پاکستان کے ہولناک اور ذلت آمیز حادثے سے ہم نے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ ہمارے ذرائع ابلاغ جن کا مقصد قومی انا کو بیدار کرنا اور ملی کردار کی تعمیر کرنا تھا۔ ''اکڑ بکڑ'' ایسے الّم غلّم پروگراموں پر وقت برباد کر رہے ہیں۔ وہ لامقصدیت جو ہماری نئی پود میں پیدا ہوگئی ہے، ہمارے ذرائع ابلاغ اُسے تیز تر کر رہے ہیں۔ یاد رکھیے کہ رقص و سرود اور طاؤس و رباب کے ساتھ اِن زخموں کو مندمل نہیں کیا جا سکتا۔ آپ یقین کیجیے کہ ہمارے غریب عوام اپنی بھوک بھول گئے ہیں، انہیں اپنی عُریانی بھُول گئی ہے، یہ زخم اتنے شدید اور اتنے گہرے ہیں کہ کوئی پائل کی کھنک اور کوئی پازیب کی جھنکار اُن کا اندمال نہ کر سکے گی۔ ہمارے بعض دانشوروں اور سیاست دانوں نے کہا یہ ٹھیک ہے کہ ہمارا آدھا ملک چھن گیا ہے اور ہماری افواج دُشمن کی قید میں ہیں، مگر ہم سے نوحہ گری نہیں ہوتی ہے۔ نوحہ گری کے تو ہم بھی قائل نہیں، لیکن ہم پُوچھتے ہیں کہ کیا نوحہ گری اور رقص و سرود کے درمیان متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ملک و ملّت کی تعمیر میں اپنی تمام صلاحیتوں کو کھپا دینے کی کوئی راہ نہیں ہے؟

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا [النساء:78/4]

''آہ! ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اتنی موٹی اور سیدھی بات بھی یہ نہیں سمجھتے۔''

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بجا کہا تھا:

آتجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم کئی برس مسلسل اور پیہم منافقت کی زندگی بسر کرتے رہے اور یہ ایک المیہ ہے کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد ہماری منافقت کے لبادے پہلے سے بھی زیادہ دبیز ہو گئے ہیں:

رُخ پر نقاب مصلحتوں کے پڑے ہُوئے
لب پر زمانہ سازی کی مہریں لگی ہوئیں
جیسے زبان و دل میں کوئی ربط ہی نہیں

میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ملک کا یہ بچا کھچا حصہ جو باقی رہ گیا ہے، خدا کا عذاب اس پر بھی منڈلا رہا ہے، وہ عذاب جو عوام اور خواص کو یکساں تہس نہس کرتا ہے، وہ عذاب جس کی زد میں بڑے بڑے ذاکر اور صوفی بھی آجاتے ہیں۔ خدا فرشتوں سے کہتا ہے کہ ان کو بھی پیٹو، ان کے آس پاس ملک میں آگ لگی ہوئی تھی اور یہ مسجدوں اور گھروں میں آرام سے بیٹھے ذکر و فکر کی لذتیں اٹھا رہے تھے۔ قرآن نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ جب صورتِ حال ایسی ہو تو اُس وقت عذاب سے بچنے کی کیا تدبیر ہے؟ اس ہمہ گیر عذاب سے وہی لوگ بچ سکیں گے، جو خیر اور بھلائی کے سانچے میں اپنی زندگیاں ڈھال کر عوام اور حکام کو امر بالمعروف کرتے ہیں، جو نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے:

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

"جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے ہود علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو بچا لیا اور یہ ہماری رحمت کا تقاضا تھا۔" [هود:11/58]

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ [هود:11/66]

"جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو بچا لیا۔"

وقت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم سب فعّال بن جائیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ اپنا دامن اُڑس لیں اور کمر ہمت باندھیں اور اپنا وقت، اپنی توانائی، اپنا مال، اپنا جسم، اپنی جان سب کچھ خدا کی راہ میں کھپا دیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دنیا میں عذاب الٰہی کی صورتیں

ہماری روحوں پر ہمارے اعمال کے اثرات مُرتب ہوتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ سے رُوح کا تزکیہ ہوتا ہے اور ایک سکُون، اطمینان اور راحت اِسی دُنیا میں نصیب ہوتی ہے۔ بداعمالیوں کے اثرات بھی روح پر مرتب ہوتے ہیں۔ بداعمالیوں سے رُوح بیمار ہو جاتی ہے اور کراہنے لگتی ہے۔ اگر مرض حدود سے متجاوز نہ ہو گیا ہو اور رُوح پر موت نہ طاری ہو تو مریض رُوح کے دردو کرب کو محسوس کرتا ہے اور اس کی کراہ سُنتا ہے۔ رُوح کا دردو کرب بھی عذاب کی ایک صُورت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ [الرحمن:55/46]

''جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے۔ اُس کے لئے دو جنتیں ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر فرماتے تھے کہ:

اِنَّ فِي الدُّنْيَا جَنَّةً مَّنْ لَّمْ يَدْخُلْهَا لَمْ يَدْخُلْ جَنَّةَ الْاٰخِرَةِ

اِس دنیا میں بھی ایک جنت ہے، جو اس میں داخل نہ ہُوا، وہ آخرت کی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جنت دبستانِ من در سینۂ من است ہر جا کہ بنشینم بہار خویشتم۔''

یعنی میری بہشت میرے سینے میں ہے، جو ورودِ رحمت اور انوارِ الٰہی کے نزول سے پیدا ہوئی ہے میں جہاں بیٹھ جاتا ہوں وہیں باغ و بہار ہو جاتی ہے۔

اگر روح کی یہاں تربیت نہ کی جائے، اس کا تزکیہ نہ ہو اور وہ بداعمالیوں میں مُبتلا ہو کر بیمار ہو جائے، تو رُوح آخرت میں بھی بیمار رہے گی۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا

''جو اس دنیا میں راہ نجات سے اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا، بلکہ اور زیادہ گم کردہ راہ ہو جائے گا۔'' [بنی اسرائیل:72/17]

یعنی روح کے ہدایت پانے اور صحت مند ہونے کا تعلق اعمالِ صالحہ سے ہے اور اعمالِ صالحہ کا تعلق دارالعمل سے ہے۔ جب دارالعمل سے انسان دارالجزاء میں منتقل ہو گیا تو اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہوا۔ پھر روح کے لیے شفا پانا کیوں کر ممکن رہا اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّیْ۔ پس بداعمالیوں سے جو عذاب رُوح پر طاری ہوتا ہے، وہ عذاب اس دنیا میں، عالم برزخ میں اور آخرت میں مسلسل چلتا ہے۔ بداعمالیوں کی سزا اس دُنیا میں بھی ہم کو بھگتنی پڑتی ہے اور آخرت کا عذاب تو دردناک ہے۔ قوم عاد نے جب ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی تو اِسی دُنیا میں انہیں ملعون قرار دیا گیا:

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً [ھود:40/11]

''اور اسی دنیا میں ان پر لعنتیں بھیجی گئیں۔''

وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اسی دُنیا میں خدا اُن پر لعنتیں بھیجتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا [الاحزاب:57/33]

لعنت کی حقیقت:

لعنت کی حقیقت کیا ہے؟ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ کے معنی ہیں اَبْعَدَهٗ عَنِ الرَّحْمَةِ، خدا نے اس پر لعنت کی یعنی اُسے اپنی رحمت سے دُور کیا۔ جیسے مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح ہماری ارواح خدا کی رحمت کے بغیر صحت مند اور توانا نہیں رہ سکتیں۔ جیسے مچھلی پانی سے باہر تڑپتی ہے، اسی طرح انسان کی رُوح بھی اُس رحمت کے بغیر تڑپتی ہے۔ انسان کا ملعون ہونا یہی ہے کہ اُسے خدا کی رحمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اُس کی رحمت سے سیراب نہ ہونے کی وجہ سے رُوح مُرجھا جاتی ہے۔ اِس پر افسردگی اور پژمردگی طاری ہو جاتی ہے اور وہ ایک درد و کرب محسوس کرتی ہے۔ بداعمالیوں کی سب سے پہلی سزا جو اس دُنیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مِلتی ہے، وہ ملعون ہوتا ہے اور اس کی رحمت سے دُور ہوتا ہے، رُوحانی اذیّت میں مُبتلا ہوتا ہے، اندیشہ ہائے دُورودراز میں گرفتار ہوتا ہے، سر کا کھولنا، رُوح کا دردوکرب میں مبتلا ہوتا ہے۔

ذلّت ورسوائی:

جب نافرمانی اور بڑھے تو اس کا عذاب ذلّت ورسوائی کی صورت میں ہوتا ہے۔ لوگوں کے دلوں سے اس کی عزّت اُچک لی جاتی ہے۔معاشرے میں اُسے ذلیل ورُسوا کیا جاتا ہے۔اس کے گناہوں کی تشہیر کی جاتی ہے۔اُس کے عیوب کا پردہ چاک کیا جاتا ہے۔ قرآن اس عذاب کو ''خِـــزْیٌ'' سے تعبیر کرتا ہے۔قرآن مجید نے کہا:تم قرآن کے بعض حِصّوں کو مانتے ہو اور بعض حصوں سے انکار کرتے ہو:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

''اس کا صِلہ تمہیں اس کے سوا کیا مِل سکتا ہے کہ زندگی میں تمہیں ذلیل ورسوا کیا جائے۔'' [البقرہ:85/2]

ایک دوسری جگہ کہا:

''جو مسجدوں میں ذکرِ الٰہی سے روکتا ہے اور اُنہیں ویران کرنے میں کوشاں ہے''۔لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۔اِسی دنیا میں اُن کو ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔

حضوراقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذاء دینے والوں کا حشر:

قرآن وضاحت سے کہتا ہے کہ جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذاء دیتے ہیں، خدا اسی دُنیا میں اُن پر لعنتیں بھیجتا ہے۔

1 ابولہب جس کا نام عبدالعُزّیٰ تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی تایا تھا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بعثت کے بعد قریش کو اکٹھا کیا اور خدا کا پیغام سُنایا تو سب سے پہلے ابولہب ہی نے تکذیب کی اور کہا:

تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا

''تیرا ناس ہو۔کیا اسی لیے تو نے ہمیں اکٹھا کیا تھا؟''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی پر یہ سورۃ نازل ہُوئی:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ [لھب:1/111]

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہُوا۔''

واقعہ بدر کے سات روز بعد ابولہب کو ایک زہریلا دانہ نکلا، بیماری متعدی تھی، کوئی قریب نہیں پھٹکتا تھا، سارے بدن میں زہر سرایت کر گیا، اِسی حالت میں فوت ہوا۔ تین دن تک لاش پڑی رہی، فضا متعفن ہوگئی۔ اُس کے گھر والے اس اندیشے سے کہ اس کی بیماری کہیں انہیں نہ لگ جائے، اسے ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ چند حبشی مزدوروں کو بُلا کر لاشے کو اُٹھایا گیا۔ مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر اُس کے لاشے کو گڑھے میں ڈال دیا۔ [1] یہ ہے اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اور یہ ہے خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

2 ابوجہل اس اُمّت کا فرعون تھا، اس کی انانیت کو اس طرح عذاب دیا گیا کہ دو بچوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ [2]

3 عاص بن وائل سہمی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد تھے، آپ کا ٹھٹھا اُڑاتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں جتنے بیٹے ہوئے اُن کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔ عاص نے کہا:

اِنَّ مُحَمَّدًا اَبْتَرُ لَا يَعِيْشُ لَهٗ وَلَدٌ

''محمد مقطوع النسل ہیں اُن کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا۔''

اسی پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ [کوثر:3/108]

''آپ کا دشمن ہی مقطوع النسل ہے۔''

ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے پیر پر کاٹا، اس قدر پھولا کہ اُونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا، اسی میں عاص کا خاتمہ ہوا۔ [3]

4 اسود بن مطلب اور اُس کے ساتھی جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

---

[1] روح المعانی، ص 262، ج:2

[2] بخاری شریف، کتاب الجہاد، ص:443، ج:1

[3] ابن الاثیر، ج:2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں کو دیکھتے، آنکھیں مٹکاتے۔ آپ نے بددُعا فرمائی کہ اے اللہ اسود کو اس قابل نہ چھوڑ کہ یہ آنکھیں مٹکا سکے۔ اسود ایک کیکر کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی:

"مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چبھو رہا ہے۔"

لڑکوں نے کہا "ہمیں تو کوئی نظر نہیں آتا۔" اسود چلاّ تا رہا، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ، میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چبھو رہا ہے، یہ کہتے کہتے وہ اندھا ہو گیا۔ [1]

5 اسود بن عبد یغوث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اُسے اپنی عقل پر بڑا ناز تھا۔ ایسی بیماری ہوئی کہ مُنہ سے پاخانہ آتا تھا۔ اسی بیماری میں فوت ہُوا۔ یہ ہے تفصیل اس آیت کی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا [الاحزاب:57/33]

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دینے والوں کی ہلاکت اور تباہی کی تفصیلات حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہیں۔

عذاب کی انواع واقسام:

جیسے اُس کی نوازشیں بے حد وحساب ہیں، اُس کے عذاب کی قسمیں بھی بے شمار ہیں۔ وہ بڑا لطیف اور حکیم ہے، وہ اس کائنات کی جس شے کو چاہے عذاب میں بدل دے، یہ ہوا جس سے انسان کے سانس کی آمد و شد جاری ہے، وہ جب چاہتا ہے اس ہوا کو طوفان اور آندھی بنا دیتا ہے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ [الحاقہ:6/69]

"قومِ عاد کو زناٹے کی آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔"

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ

"اِس آندھی میں تم یوں انہیں بچھڑا ہوا دیکھو گے، گویا وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں۔" [الحاقہ:7/69]

[1] ابن الاثیر، ج: 2، ص: 27

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ پانی جو بقائے حیات کے لیے ناگزیر ہے، وہ جب چاہتے ہیں اسے طغیانیوں میں بدل دیتے ہیں:

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ [هود: 43/11]

"نوح علیہ السلام کی قوم سیلاب میں ڈوب گئی اور اُس کی زد سے کوئی نہ بچ سکا۔ ان کے سوا جن پر خدا نے کرم کیا۔"

یہ آواز جو مطالب کے اظہار کے لیے ازبس ضروری ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں اُس آواز کو عذاب میں بدل دیتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ [العنکبوت: 40/29]

"اُن میں سے کچھ ایسے تھے جو چنگھاڑ کی گرفت میں آ گئے۔"

یہ زمین جس پر ہم چلتے ہیں، جب اس کی مشیت ہوتی ہے، تو زمین انکار کر دیتی ہے کہ ہم اُس پر چل سکیں:

وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ [29/العنکبوت: 40]

"ان میں سے کچھ ایسے تھے، جنہیں ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو ہم نے غرق کر دیا، خدا تو کسی پر زیادتی نہیں کرتا ہے، یہ انسان ہی ہیں جو اپنے آپ پر ظلم ڈھاتے ہیں۔"

وہ خدا لطیف و حکیم ہیں، جب چاہتے ہیں نعمت کو عذاب میں بدل دیتے ہیں۔ مال اگر خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے، تو خدا کی نعمت ہے اور یہی مال اگر خدا سے عزیز تر ہو جائے، اندیشہ و غم کا باعث ہو اور بخل، خست اور دنایت پر آمادہ کرے تو وہ عذابِ الٰہی بن جاتا ہے۔ اِسی طرح اولاد اگر صالح ہو تو خدا کی دین ہے اور یہی اولاد اگر خدا سے دُور ہٹا دے اور حجاب بن جائے تو عذابِ الٰہی ہے۔ ہاں خدا کا عذاب کبھی مال اور اولاد کی صورت میں بھی ہوتا ہے:

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا [التوبہ: 55/9]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اُن کا مال و منال اور اُن کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالے، یہ تو محض اس لیے ہے کہ خدا اس دُنیا کی زندگی میں اُنہیں عذاب میں مُبتلا کرے۔''

طُغیانیاں اب بھی آتی ہیں، طوفان اب بھی اُٹھتے ہیں، زلزلوں سے بستیاں اب بھی ویران ہوتی ہیں، زمین میں بستیوں کے دھنس جانے کی خبریں اب بھی اخباروں میں ہم پڑھتے ہیں، مگر ایک ایسی غفلت ہم پر چھا گئی ہے، ایک ایسی قساوت دلوں پر طاری ہے کہ اِن بربادیوں کو دیکھتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ یہ محض اتفاقات ہیں، جو اِس دُنیا میں رُونما ہوتے ہیں۔ خدا کہتا ہے یہ محض اتفاقات نہیں ہیں:

فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ [الاعراف: 96/7]

''ہم نے اُن کی بداعمالیوں کی پاداش میں انہیں پچھاڑا''

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ

''خدا کی شان کے تو یہ شایاں نہ تھا کہ وہ بے سبب لوگوں پر ہلاکت اور تباہی لاتا، مگر وہ خود اپنی جانوں پر پیہم ظلم ڈھاتے رہے۔'' [التوبہ: 70/9]

وہ لوگ جن کے مزاج پر بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے، ہمیشہ سے عذابِ الٰہی کو اتفاق قرار دیتے رہے ہیں۔ شیطان اُن کے جی میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تم دانشور ہو، عبقری ہو، عذاب وثواب توہمات کی باتیں ہیں اور بے وقوف لوگ ان توہمات کو مانتے ہیں۔

قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ [البقرہ:13/2]

''اُنہوں نے کہا کیا ہم اِن باتوں کو مان جائیں، جیسے یہ بے وقوف لوگ مانتے ہیں، سُن لو یہ لوگ خود بے وقوف ہیں مگر انہیں وقوف نہیں کہ وہ بیوقوف ہیں۔''

بعض لوگوں کی عقل موٹی ہوتی ہے اور انہیں احساس اور اعتراف ہوتا ہے کہ وہ ذہنی صلاحیتوں سے محروم ہیں۔ اُن کی عاجزی اور فروتنی ان کے عیب پر پردہ ڈال دیتی ہے بعض لوگ بے وقوف ہوتے ہیں اور انہیں اپنے آپ پر دانشور اور عبقری ہونے کا گمان ہوتا ہے، ایسے بے وقوفوں کی حالت بڑی مضحکہ خیز ہوتی ہے۔ خدا اس آیت میں یہ کہہ رہا ہے کہ یہ نام نہاد دانشور اُن بیوقوفوں میں سے ہیں، جنہیں یہ وقوف بھی نہیں کہ وہ بے وقوف ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ملک کے دانشوروں سے بھی جب ہم آج کہتے ہیں کہ مشرقی پاکستان کا سقوط خدا کا ایک دردناک عذاب ہے، تو وہ کہتے ہیں اس میں عذاب کی کیا بات ہے؟ قوموں کو کبھی فتح ہوتی ہے کبھی شکست ہوتی ہے:

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ [المؤمنون:81/23]

''تاریخ گواہی دیتی ہے کہ فراستِ ایمانی سے محروم انسان ہمیشہ سے ایک جیسی باتیں کرتے رہے ہیں۔''

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد ہماری غفلت اور شقاوت شدید تر ہوگئی۔ ہم انفرادی اور اجتماعی بداعمالیوں میں یوں چھوٹ ہو گئے ہیں، جیسے ہم خدا کی زد سے باہر ہو گئے ہوں یا جیسے اس ملک میں خدا کا قانونِ جزاوسزا معطّل ہوگیا ہو، یہ کیفیت سخت ہلاکت آفرین ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

''بستیوں میں رہنے والوں کو کس نے ضمانت دی ہے کہ ہمارا عذاب راتوں رات اُن پر نازل نہ ہوگا، جب وہ بے خبر سو رہے ہوں گے۔ کیا بستیوں میں رہنے والوں نے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ لیا ہے کہ ہمارا عذاب دن دہاڑے اُن پر نازل نہ ہوگا، جب وہ کھیل کود میں لگے ہوں گے۔ کیا خدا کی چال سے وہ محفوظ ہو بیٹھے ہیں؟ خدا کی چال سے اپنے آپ کو وہی لوگ محفوظ سمجھتے ہیں، جو خائب وخاسر ہیں۔'' [أعراف:7/97-99]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر اربابِ ثروت ایسے عادلانہ معاشی نظام کو منظور نہ کریں، تو اسلامی سٹیٹ کا فرض ہے کہ اسلام کے اجتماعی معاشی نظام کے مطابق اربابِ ثروت کو قانوناً مجبور کرے اور اگر ملّی خزانے کا میزانیہ کافی نہ ہو تو محروم المعیشت انسانوں کو سنبھالا دینے کے لیے صنعت کاروں اور جاگیرداروں سے پیسہ اور غلّہ بہ جبر حاصل کر کے حق معیشت کی مُساوات بروئے کار لائے، خواہ اہلِ دولت مالیانہ اور سرکاری واجبات ادا کر چکے ہوں۔''

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں گردشِ دولت

1 میزبانِ مکرم اور معزز حاضرین!

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی معاشرے میں نظمِ معیشت بگڑتا ہے اور دولت چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے، اس معاشرے کے لیے سب سے اہم مسئلہ یہ ہو جاتا ہے کہ زندگی کی ضروریات کیسے میسّر آئیں، روٹی کہاں سے کھائیں اور تن ڈھانپنے کو کپڑا کہاں سے لائیں؟

یہ بات ہمیں تسلیم کر لینی چاہیے کہ افلاس انسان کی اخلاقی اور رُوحانی قدروں کو برباد کر دیتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا [1]

"قریب ہے کہ مفلسی انسان کو کُفر تک پہنچا دے۔"

وہ شخص جس کے پاس پیٹ بھرنے کے لیے روٹی نہ ہو اور تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا نہ ہو، وہ اس بات پر نہیں کان دھر سکتا کہ زندگی کا مقصد اللہ کی محبت اور اس کی عبادت ہے۔ شیخ شیراز نے بجا کہا تھا:

چناں قحط سالے شُد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

(ایک سال دمشق میں ایسا قحط پڑا کہ یار لوگوں کو عشق و عاشقی کی سب باتیں بھول گئیں۔)

پاکستان میں بھی دولت چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ آئی اور معاشرہ بھوک اور ننگ کے ہاتھوں کراہنے لگا۔ عوام کی زبانوں پر ایک ہی سوال ہے:

"ہمارے معاشی مسائل کا حل تمہارے پاس کیا ہے؟" اس سوال نے اس شدّت کے ساتھ

[1] شعب الایمان بیہقی: 6612، الالبانی، مشکوٰۃ: 5050

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر اُٹھایا ہے کہ آپ اسے ٹال نہیں سکتے۔ اس کا جواب دیجیے اور واضح اور متعین جواب دیجیے۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، وہ عبادت بھی ہے، روحانیت بھی، وہ تدبیر منزل بھی ہے اور اصولِ تمدن بھی، وہ ہماری سیاست بھی ہے اور ہماری معیشت بھی ہے۔ آیئے ہم کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے معاشی مسائل کا حل تلاش کریں۔

سرمایہ کا چند ہاتھوں میں سمٹ آنا بدترین اور سنگین جرم ہے:

یہ بات تو بالکل صاف اور واضح ہے کہ معاشرے میں دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ آنا، اسلامی نقطۂ نظر سے ایک بدترین اور سنگین جرم ہے۔ خدا کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ [التوبة 9/34-35]

’’جو لوگ معاشرے کا خون چوستے ہیں اور سرمایہ سمیٹتے ہیں اور اللہ کی خاطر معاشرے پر اسے خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک سزا کی خبر دو جس روز دوزخ کی آگ میں اسے گرم کیا جائے گا اور اس دولت سے ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھ داغی جائے گی، یہی ہے وہ دولت جو تم اپنے لیے سمیٹ سمیٹ کر رکھتے تھے، پس دولت سمیٹنے کا مزہ چکھو۔‘‘

اسلام یہ چاہتا ہے کہ سرمایہ معاشرے میں یوں گردش کرے، جیسے رگوں میں خون دوڑتا ہے، وہ نظام جس میں چند افراد بے زمام اور بے مہار ہو کر کھل کھیلتے ہوں اور معاشرے کا خون چوستے ہوں، اسلام اسے باطل نظام قرار دیتا ہے۔ وہ ہمیں خبردار کرتا ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ [الحشر 59/7]

’’ایسا نہ ہو کہ دولت صرف سرمایہ داروں ہی میں گردش کرتی رہے۔‘‘

اکتناز کی بدترین صورت سود کا کاروبار ہے۔ وہ سودی کاروبار ہی ہے، جس نے ساری اجتماعی معیشت کی باگ ڈور چند خودغرض سرمایہ داروں کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بجا کہا تھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جُوا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ سیاست
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

ذخیرہ اندوزی حرام ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ [1]

''احتکار کرنے والے پر اللہ کی پھٹکار ہے''

شریعت کی بولی میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بعض اجناس کو بہت بڑی مقدار میں اس لیے خریدے کہ بازار میں وہ اجناس کمیاب یا نایاب ہو جائیں اور لوگ مجبور ہو جائیں کہ اسی کی طرف رجوع کریں۔ وہ من مانی قیمت لگائے اور اجناس کے نرخ خود ٹھہرائے ،لوگوں کو وہی نرخ قبول کرنا پڑے۔

ایسے شخص پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''خدا کی پھٹکار ہو''

اصولِ معاشیات قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید نے نظم معیشت کو متوازن کرنے کے لیے چند اصول انسان کو بخشے ،قرآن مجید اس بات پر زور دیتا ہے کہ:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا [بقرۃ: 29/2]

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے یہ سب کچھ پیدا کیا جو روئے زمین پر ہے۔

اور سورۂ حمٓ سجدہ میں ہے:

وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ [حمٓ سجدہ:10/41]

''چار معین مدتوں میں روئے زمین پر مختلف غذاؤں کو اندازے سے پیدا کیا۔ تمام ضرورت مندوں کا ان غذاؤں پر برابر حق ہے۔''

[1] ابن ماجہ: 2153، مستدرک حاکم: 11/2، کنز العمال: 9722، اسرار المرفوعۃ: 191

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سورۃ النحل میں فرمایا:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ [النحل: 70/16]

''اور اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر رزق میں برتری عطا کی ہے، پھر جن کو برتری عطاء کی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے زیردستوں کو نہیں لوٹاتے ہیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ پھر کیا یہ اللہ کی نعمتوں کے صریحاً منکر نہیں ہو رہے ہیں؟''

ان آیتوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ قرآن مجید اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ ہی نے رزق کی تمام انواع واقسام پیدا کی ہیں، وہی ہر فرد کی کفالت کرنے والا ہے اور اللہ کی مخلوق کو اس کی پیدا کی ہوئی غذاؤں پر برابر کا حق ہے۔ خدا کہتا ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○

''یہ جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو کیا تم نے اس پر نظر ڈالی ہے؟ کیا انہیں تم اُگاتے ہو یا ان کے اُگانے والے ہم ہیں؟'' [الواقعہ:56/63-64]

یہ ہوائیں کون چلاتا ہے؟ کون ہے جو مینہ برساتا ہے؟ یہ دھوپ کس نے پیدا کی ہے؟ جس کی کرنوں سے تمہاری فصل پکتی ہے، اگر یہ سب کچھ ہمیں نے پیدا کیا ہے تو اسے ہماری خاطر معاشرے پر خرچ کرنے سے دریغ کیوں کرتے ہو؟

گردشِ دولت کا نظام

دولت کو گردش میں لانے کے لیے اور معاشرے کے تمام افراد میں پھیلانے کے لیے اسلام نے یہ ترغیب دی کہ:

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ [البقرۃ:2/267]

''جو کچھ تم نے کمایا ہے اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہترین حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ردّی چیزیں چھانٹ کر اللہ کی راہ میں نہ دیا کرو۔"

زکوٰۃ و عُشر

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی اور زکوٰۃ کو واجب ٹھہرایا اور مالداروں سے اڑھائی فیصد رقم جبراً وصول کرنے کا حکم دیا اور یہ اسلام میں کروڑوں کی رقم صرف مساکین کے لیے روزگار فراہم کرنے کے لیے وقف کر دی جاتی ہے۔

قانونِ وراثت

دولت کو گردش میں لانے کے لیے حکم دیا کہ ہر شخص کی وفات پر اس کے مال اور اس کی زمین کو اس کے قریب کے اور دور کے رشتہ داروں میں بانٹ دیا جائے۔ جائیداد کے حصے بخرے کر دیئے جائیں تاکہ دولت مرکوز نہ ہو، اولادِ اکبر کی جانشینی کا قانون (LAW OF PRIMOGENITURE) اور مشترکہ خاندان کا طریقہ (JOINT FAMILY SYSTEM) اسلام نے اسی لیے ناجائز قرار دیا کہ اس سے دولت مرکوز ہوتی ہے۔

اس مقصد کے پیشِ نظر کہ نظامِ معیشت غیر متوازن نہ ہو، حکم ہوا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [النساء:28/4]

"اے ایمان والو ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھایا کرو"

ہر وہ بات جس سے نظمِ معیشت کے بگڑ جانے کا خدشہ تھا اور اس کے غیر متوازن ہونے کا امکان تھا، ناجائز قرار دی گئی۔ سود خوری، رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی، سٹہ (SPECULATION) اور تجارتی قمار بازی کو حرام ٹھہرا دیا گیا۔

یوں اسلام زکوٰۃ، عُشر اور قانونِ وارثت کو نافذ کر کے اور سود خوری، ذخیرہ اندوزی اور تجارتی قمار بازی کو حرام ٹھہرا کر ایک متوازن نظامِ معیشت قائم کرتا ہے۔

یہ سمجھنا صریحاً غلط ہے کہ زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کے بعد سرمایہ دار کے مال پر معاشرہ کا کوئی حق باقی نہیں رہتا، ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ:

اِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ [1]

[1] ترمذی: 659-660، کنز العمال: 16006

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یقیناً مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی معاشرہ کا حق ہے۔"

قرآنِ مجید ہر قانون کی تمام ارتقائی کڑیوں کو محفوظ کرتا ہے تا کہ جب بھی کسی معاشرے میں اسلامی قوانین کو نافذ کیا جائے ، وہ انہی ارتقائی منزلوں سے گزرا کریں۔ جیسے شراب کی حرمت کا قانون جن مرحلوں سے گزرا، قرآن مجید میں ان تمام مرحلوں کو محفوظ کیا، حرمتِ شراب کا پہلا مرحلہ یہ تھا:

لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی [النساء: 43/4]

"نماز کے قریب مت جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔"

اور حُرمتِ شراب کی آخری ارتقائی منزل کا ذکر اس آیت میں کیا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ [المائدہ 5/ 90]

"اے ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور پانسے شیطانی عمل کی نجاست ہے تم اس سے دُور ہٹ جاؤ۔"

اسی طرح اسلام کے نظامِ معیشت کی آخری ارتقائی منزل قرآن نے یوں بیان کی ہے:

وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ [البقرہ: 219/2]

"یہ لوگ جن کے پاس سرمایہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر پُوچھتے ہیں کہ ہمیں کس حد تک خرچ کرنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ تمہاری ضرورت سے زائد جو کچھ ہے، وہ تمہیں معاشرے پر خرچ کر دینا چاہیے۔"

حکیم الامّت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کی طرف اشارہ کیا تھا:

جو حرفِ قُلِ العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اِس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

یہ جو بات میں کہہ رہا ہوں، مصر کے بہت سے علماء نے بھی یہ بات کہی ہے۔ میں دانستہ طور پر ایک ثقہ عالم کا حوالہ دیتا ہوں اور کسی تجدّد پسند کا حوالہ نہیں دیتا کہ آپ کے نزدیک ان کی ثقاہت محلِ نظر ہو۔ میری مراد مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ ایضاحُ الادلة میں ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جملہ اشیاء بہ دلیل فرمان واجب الاذعان خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں، یعنی غرضِ الٰہی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس (انسان) ہے اور کوئی شے فِي حَدِّ ذَاتِهِ کسی کی مملوک خاص نہیں، بلکہ ہر شے اصل خِلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ رفع نزاع وحصول انتفاع قبضہ کو علتِ ملک مقرر کیا گیا اور جب تک کسی شے پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ باقی رہے، اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کرسکتا۔

ہاں خود مالک وقابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے، بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کردے کیونکہ باعتبار اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مالِ کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہو، اگرزکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے اور انبیاء علیہم السلام اور صُلحا رحمۃ اللہ علیہم اُس سے نہایت مجتنب رہے۔ چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرمادیا۔ [1]

قل العفو کا مفہوم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث وضاحت سے متعین کرتی ہے۔

عَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ مِنْ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَا زَادَ لَهٗ فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِيْ فَضْلٍ [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس کے پاس فالتو سواری ہو وہ اسے لوٹادے، جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد غذا ہے، وہ ان لوگوں کے حوالے کر دے، جن کے پاس غذا نہیں ہے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک جنس اور مال کی ایک ایک قسم کا جُدا جُدا ذکر کیا حتیٰ کہ ہماری یہ رائے

[1] ایضاح الأدلۃ ص: 268

[2] مسلم: 4517، ابوداؤد: 1663، المجتبیٰ: 6/157-158

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئی کہ فالتو مال پر ہمارا کوئی حق نہیں رہا۔"

یہ "رأینا" جو یہاں ہے اس کے یہ معنی نہ خیال لیجئے کہ "ہم نے یہ خیال کیا۔" یہ میں عربی کے طالب علموں سے کہہ رہا ہوں۔ فقہ کی بولی میں ہم "رأینا" اس وقت کہتے ہیں جب ہم کوئی فتویٰ دے رہے ہوں اور اپنی علمی رائے کا اظہار کر رہے ہوں، پس یہ جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَ حَدٍ مِنَّافِیْ فَضْلٍ"

تو اس کا معنی یہ ہوا: "حتیٰ کہ ہماری یہ فقہی رائے ہو گئی کہ فالتو مال پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔"

کیا اسلامی حکومت جبراً چھین سکتی ہے؟

اس بارے میں ایک سوال بہت اہم ہے جو ہمارے سامنے آتا ہے، اگر دولت چند افراد کے ہاتھوں میں یوں سمٹ آئی ہو کہ خدشہ ہو کہ یہ اصولِ معاشیات جو میں نے بیان کیے ہیں، ان کو تدریجی اور ارتقائی طور پر نافذ کرنے سے پہلے ہی یہ معاشرہ دم توڑ دے گا اور کیفیت یہ ہو کہ:

"تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود" (کہ جب تک عراق سے تریاق لایا جائے گا اتنی دیر میں مریض مر جائے گا۔) تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک عظیم انقلابی مفکر ہیں، المحلّٰی کی چھٹی جلد میں بہت فاضلانہ بحث اس پر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر نظم معیشت یکسر غیر متوازن ہو گیا ہو اور خدشہ ہو کہ تدریجی اور ارتقائی طور پر اصولِ معاشیات کے نفاذ سے پہلے ہی معاشرہ دم توڑ دے گا، تو اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سرمایہ داروں سے پیسہ اور غلّہ جبراً وصول کرے:

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ دیکھو قرآن مجید بار بار کہتا ہے کہ سرمایہ داروں کی دولت میں مساکین کا "حق" ہے۔ قرآن مجید لفظ "حق" بار بار استعمال کرتا ہے۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ [الذاریات: 19/51]

اور سورۂ اسراء میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ [بنی اسرائیل:26/17]

وہ فرماتے ہیں کہ اس میں احسان کا کوئی سوال نہیں ہے اور جن کی طرف مال لوٹایا جارہا ہے، وہ سرمایہ داروں کے رہینِ منت نہیں۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المحلّی کی چھٹی جلد میں یوں رقمطراز ہیں:

''اگر اربابِ ثروت ایسے عادلانہ معاشی نظام کو منظور نہ کریں، تو اسلامی سٹیٹ کا فرض ہے کہ اسلام کے اجتماعی معاشی نظام کے مطابق اربابِ ثروت کو قانوناً مجبور کرے اور اگر ملّی خزانے کا میزانیہ کافی نہ ہو تو محروم المعیشت انسانوں کو سنبھالا دینے کے لیے صنعت کاروں اور جاگیرداروں سے پیسہ اور غلّہ بہ جبر حاصل کر کے حق معیشت کی مُساوات بروئے کار لائے، خواہ اہلِ دولت مالیانہ اور سرکاری واجبات ادا کر چکے ہوں۔'' [1]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور تین سو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے باوثوق ذرائع سے بیان کیا ہے کہ ایک سال غلہ کا قحط ہوا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم سب کو حکم دیا کہ ہم سب اپنا غلّہ سٹاک کرنے کے مرکزوں میں اکٹھا کر دیں، پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان مراکز میں سے خود ہر ایک فرد کو مساوی طور پر خوراک دیتے رہے۔

اس کے بعد امام ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهٰذَا اِجْمَاعٌ مَقْطُوْعٌ بِهٖ مِنَ الصَّحَابَةِ لَا مُخَالِفَ لَهُمْ مِنْهُمْ۔

''اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا قطعی اجماع ہے۔ ان میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا ہے''

یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ جو ایک جلیل القدر محدّث تھے، نے زراعت کے موضوع پر اپنی کتاب ''الخراج'' میں لکھا ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ جَاءَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِیّ رضی اللہ عنہ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاسْتَقْطَعَهٗ اَرْضًا فَاَقْطَعَهَا لَهٗ طَوِيْلَةً عَرِيْضَةً فَلَمَّا وَلِیَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ قَالَ لَهٗ يَا بِلَالُ رضی اللہ عنہ اِنَّكَ اسْتَقْطَعْتَ رَسُوْلَ

[1] المحلّی 6/156/12۔ ایضاً 6/158/3 تا 4۔7 تا 10

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَرْضًا طَوِیْلَةً وَ عَرِیْضَةً فَقَطَعَهَا لَكَ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمْ یَكُنْ یَمْنَعُ شَیْئًا یُسْأَلُهُ وَ اَنْتَ لَا تُطِیْقُ مَا فِیْ یَدَیْكَ فَقَالَ اَجَلْ فَانْظُرْ مَاقَوِیْتَ مِنْهَافَاَمْسِكْهُ مَالَمْ تُطِقْ وَمَالَمْ تَقْوَ عَلَیْهِ فَادْفَعْهُ اِلَیْنَا نُقَسِّمْهُ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ لَا اَفْعَلُ وَاللهِ اَقْطَعَنِیْهِ رَسُوْلُ اللهِ فَقَالَ عُمَرُ وَ اللهِ لَتَفْعَلَنَّ فَاَخَذَ مِنْهُ مَا عَجَزَ عَنْ عِمَارَتِهٖ فَقَسَمَهُ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ [1]

"یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب صحابی رضی اللہ عنہ اور کفار مکہ کی سازشوں کی اطلاع دینے والے فداکار مسلمان، جنگ مکہ سے لے کر طائف کے لوگوں تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوش بدوش لڑنے والے تھے، روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ بن حارث المزنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زمین کا ٹکڑا مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لمبا چوڑا رقبہ عطا فرما دیا، جب حضرت عُمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا:

عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ: بلال رضی اللہ عنہ! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زمین کا ایک لمبا چوڑا قطعہ مانگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرما دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو یہ عالم تھا کہ مانگنے والے کی کسی بات کو رد نہ کرتے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ! زمین کی جو مقدار تم نے حاصل کی ہے، وہ تمہاری بساط اور قوتِ کاشت سے زیادہ نہیں ہے؟"

بلال رضی اللہ عنہ: ہاں یہ ٹھیک ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: دیکھو تم جتنی زمین آباد کر سکتے ہو اسے اپنے پاس رہنے دو اور جو تمہاری قوّتِ کاشت سے زیادہ ہے، وہ ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم اسے مسلمانوں میں بانٹ دیں۔

بلال رضی اللہ عنہ: میں ہرگز واپس نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم یہ قطعۂ زمین تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بخشا تھا۔ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

[1] کتاب الخراج لابی یوسف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم تم کو ایسا کرنا پڑے گا۔

پس زمین کا وہ حصہ جسے آباد کرنے سے بلال بن حارث رضی اللہ عنہ قاصر رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھین لیا اور مسلمانوں میں اسے بانٹ دیا۔ [1]

''میں یہ کہتا ہوں کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشی ہوئی زمین ملی مفاد کی خاطر چھینی جا سکتی ہے، تو وہ جاگیریں جو مسلمانوں پر گولیاں برسانے کے صلے میں دی گئی تھیں، وہ جاگیریں جو مسلمانوں کا لہو بہانے میں عطا کی گئی تھیں، وہ جاگیریں جو ملک وملت کے ساتھ غداری کے صلے میں بخشی گئی تھیں، کیوں نہیں چھینی جا سکتیں؟

میں یہ واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ اس مُلک میں غریب اور مزدور کی حمایت کا حق ادا نہیں کیا گیا۔ میں مجمع الزوائد میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد پڑھ رہا تھا اور سر دُھن رہا تھا۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے: خَيْرُ الْكَاسِبِ الْعَامِلُ اِذَا نَصَحَ [2]

''کسب معاش کرنے والوں میں سب سے بہتر اور معزز مزدور ہے، جب وہ اخلاص کے ساتھ کام کرتا ہے۔''

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مزدور کو معاشرے کا معزز ترین فرد قرار دیا۔

ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ ہم نے اس معاشرے میں مزدور کی توہین و تذلیل کی ہے۔ اس کا دامن، اس کا گریبان ہماری دست درازیوں سے گلہ مند ہے۔ اس ملک میں عین اس وقت جب کہ مزدور پٹ رہا تھا اور زخموں سے کراہ رہا تھا، ہم نے اس کے زخموں پر نمک چھڑکا، ہم نے اس سے کہا اور ٹھوکے دے دے کر کہا کہ دیکھو یہ ٹھیک ہے تم کہتے ہو سرمایہ دار پر تمہارے حقوق ہیں، مگر یہ ہرگز نہ بھولنا کہ تم پر بھی سرمایہ دار کے حقوق ہیں۔

ہم نے اس سے یہ بات عین اس وقت کہی جب کہ وہ سسکیاں لے لے کر دم توڑ رہا تھا۔

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد

ہر بات کا ایک محل ہوتا ہے، میں ایک موٹی سی مثال دیتا ہوں، دو بھائیوں کی آپس

---

[1] الخراج،ص: 93، کنز العمال: 191/2، بیہقی: 138/6 تا 149

[2] مجمع الزوائد: 61/4، تاریخ اصفہان: 356/1، مسند احمد: 334/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لڑائی ہو جائے، آپ دیکھیں کہ ایک موٹا مسٹنڈا ہے اور دوسرا جو کمزور اور نحیف و نزار ہے، مجروح ہے، پٹ رہا ہے اور نزع کی حالت میں پنڈلی پر پنڈلی پٹک رہا ہے، اگر اس وقت کوئی آ کر اس دَم توڑنے والے کو یہ کہے کہ یہ ٹھیک ہے گو تم مر رہے ہو اور دَم توڑ رہے ہو، مگر تم یہ نہ بھولنا کہ اس ہٹے کٹے بھائی کے بھی تم پر حقوق ہیں، یہ بات اس ملک میں کہی گئی۔

عین اُس وقت جب کہ غریب اور مزدور کے پیٹ میں بھوک سے قراقر اُٹھ رہا تھا، ہم نے اس سے یہ کہا کہ دیکھو تمہاری زندگی کا مقصد پیٹ نہیں، دل ہے۔ وہ بھوکا تھا، وہ دل کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تھا، عین اس وقت جب کہ وہ بھوک سے پیچ و تاب کھا رہا تھا ہم خدا کی محبت کے گیت اس کو سنانے لگے، وہ بھوک سے نڈھال تھا، وہ محبت کے گیتوں سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا، وہ ہم سے روٹی مانگتا رہا، ہم اسے محبت کے گیت سناتے رہے، نتیجہ کیا ہوا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سُرخ جھنڈیاں لے کر چوراہوں میں ناچنے لگا، وہ مذہب سے برگشتہ ہوا، وہ علماء سے برگشتہ ہوا حتیٰ کہ وہ خدا سے برگشتہ ہوا، وہ سُرخ جھنڈیاں لے کر چوراہوں میں ناچ رہا تھا، ہاں وہ غیروں سے اپنی وابستگی کا اعلان کر رہا تھا، میں نے جو اُسے دیکھا، تو میرے ذہن کو کوئی جھٹکا نہ لگا، اس لیے کہ میرے آقا ﷺ نے یہ کہا تھا کہ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّكُوْنَ كُفْرًا (مفلسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔)

دیکھیے معاشی مسائل کا حل واضح اور متعین پیش کیجیے۔ مزدور اس ملک میں صدیوں سے مامتا سے محروم ہے، اس کے زخموں پر نمک مت چھڑکیں، اس کو مامتا بخشیں، اس سے جھگڑا نہ کریں، اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں سوشلزم نہ آئے، تو اس کا یہ علاج تو نہ تھا۔ منبر و محراب سے غلط آوازیں اُٹھتی رہیں، آپ یقین کیجیے کہ اگر مزدور اور غریب کے معاشی مسائل کا واضح اور متعین حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش نہ کیا گیا اور اگر مزدور کا غم کھانے میں ہم سوشلسٹوں سے آگے نہ نکل گئے (جیسا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا تقاضا ہے) تو یہ عارضی بند جو سوشلزم کے اُمنڈتے ہوئے سیلاب پر باندھا گیا ہے، ٹوٹ جائے گا اور اس کی موجیں جو ابھی تک پایاب ہیں، ہمارے سروں سے گزر جائیں گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیپٹلزم، سوشلزم اور اِسلام

اِسلام ہمارے تمام دُکھوں کا مداوا ہے، وہ ہر درد کا درماں ہے، وہی اعتدال کی راہ ہے۔
سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ اس میں چند افراد جو بددیانتی، رشوت ستانی اور ذخیرہ اندوزی سے دولت سمیٹ لیتے ہیں، وہ تمام معاشرے کے اُوپر مسلط ہو جاتے ہیں اور ذہنی قابلیت رکھنے والے، محنت کرنے والے، کاروبار کو کاوش سے چلانے والے سب ان چند سرمایہ داروں کے سامنے ہیچ ہو جاتے ہیں۔ اس نظام میں فرد (INDIVIDUAL) بے زمام، بے مہار ہوتا ہے، وہ پُورے معاشرے کا خون چوستا ہے۔

سوشلزم کیا ہے؟ یہ اسی سرمایہ دارانہ نظام کا ردِ عمل ہے۔ سوشلسٹوں نے یہ سمجھا کہ یہ فرد (INDIVIDUAL) ہی تمام فساد کی جڑ ہے، اس کی تقریر پر پابندی لگا دو، اس کی تحریر پر قدغن لگا دو، اس کی رائے پر قدغن لگا دو، اس کی اقتصادی آزادی اس سے چھین لو، اور تمام ذرائع پیداوار (MEANS OF PRODUCITON) کو قومی ملکیت میں دے دیا جائے۔ ''نیشنلائزیشن آف مینز آف پروڈکشن'' یہ ترکیب بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے، لیکن ایک طالب علم کے ذہن میں فوراً یہ سوال اُبھرتا ہے کہ قومی ملکیت میں دے دینے سے کیا مراد ہے؟ کیا قوم کا ہر فرد اس پر قبضہ و اختیار رکھتا ہے؟ یہ تو نا قابلِ عمل ہے۔

تحقیق کی جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ سوشلسٹ حکمران پارٹی کے چند مخصوص افراد کے تصرف و اختیار میں تمام ملک کے ذرائع پیداوار دے دیئے جاتے ہیں، پس ملک کے وہی چند افراد جن کے ہاتھوں میں فوجی، سیاسی اور قانونی طاقت سمٹی ہوئی ہوتی ہے، ملک کے تمام ذرائع پیداوار بھی انہی کے قبضہ و اختیار میں چلے جاتے ہیں، یوُں ملک کی تمام طاقتیں چند ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں، تمام معاشی، سیاسی اور فوجی قوتوں کا یہ ارتکاز سرمایہ دارانہ نظام کی انتہائی بھیانک صُورت ہے، جو ایک خطرناک آمریت کو جنم دیتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائیو اور بزرگو! مقصد تو یہ تھا کہ ڈی سنٹرالائزیشن ہو، دولت اور قوت بکھرے۔ کیپٹلزم کا جو ردِ عمل ہوا، اس میں تو پھر تمام قوتیں سمٹ کر چند ہاتھوں میں آ گئیں اور ایسا شدید ارتکاز ہوا کہ اس نے انتہائی بھیانک آمریت کو جنم دیا۔ یہ دونوں افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔ یہ دونوں نظام انسان کے ذہن کی پیداوار ہیں، وہ انسان جو جذبات کا بندہ اور خواہشات کا پُجاری ہے، اسلام شخصی ملکیت اور قومی ملکیّت میں ایک حسین امتزاج پیدا کرتا ہے، وہ فرد کے حقوق و اختیارات اور حکومت کے حقوق و اختیارات میں ایک توازن قائم کرتا ہے۔

شخصی ملکیت:

بعض ہمارے بھائی جو اشتراکی نظام سے متأثر ہیں، یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام بھی انفرادی ملکیّت کو ناجائز قرار دیتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو یہ صنعتی، معاشی، انتظامی وسائل میسّر ہوتے، جو اس دور کی حکومتوں کو حاصل ہیں، تو انفرادی ملکیّت کو ختم کرنے کے لیے انہیں کوئی تامل نہ ہوتا۔ اِس بات کے لیے ان کے پاس کوئی سند یا دلیل نہیں ہے۔ اس بحث میں بھی کچھ دھڑا بندی کی بات پیدا ہو چلی ہے۔ کوئی پیغمبر اس رُوئے زمین پر ایسا نہیں گزرا، جس نے انسان کو کسی اقتصادی آزادی سے محروم کیا ہو، کوئی صحیفہ آسمانی ایسا نہیں، جس میں انسان کو اس کی شخصی ملکیّت اور شخصی آزادی سے محروم کیا گیا ہو، پھر وہ سیّد الاولین و سیّد الآخرین، وہ سرورِ دُنیا و دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ بیان کیا گیا ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ [الاعراف: 156/7]

یعنی وہ جو انسانوں کو بے جا بندھنوں اور غلامیوں سے آزاد کرانے کے لیے آیا تھا، یہ کیوں کر ممکن تھا کہ انسان کو اس کی اقتصادی آزادی سے محروم کر دیتا اور تمام معاشرے کے افراد کو ریاست کا بے دست و پا غلام بنا دیتا۔ اسلام انفرادی آزادی کو شخصی ارتقاء کے لیے ناگزیر سمجھتا ہے، وہ فرد کی آزادی پر اس وقت قدغن لگاتا ہے، جب مفادِ عامہ کو اس سے دھچکا لگے اور معاشرے کے اجتماعی حقوق کو صدمہ پہنچے۔

ذرائع پیداوار کو قومی ملکیت میں لینا:

قرآن و حدیث میں کسی صنعت، تجارت یا ذریعہ پیداوار کو قومی ملکیّت میں لینے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف ایک حرف بھی میری نظر سے نہیں گزرا۔ اگر مفادِ عامہ اور ملّی مصلحتوں کے پیشِ نظر اسلامی حکومت کسی صنعت یا تجارت یا ذریعۂ پیداوار کو قومی ملکیّت میں لینا چاہے، تو وہ ایسا کرنے کی مجاز ہے، اگر کوئی صنعت یا تجارت چند افراد کے ہاتھوں میں ہو اور اس کی شخصی ملکیّت اجتماعی مفاد کے لیے نقصان دہ ہو، تو حکومت ان افراد کو معاوضہ دے کر وہ کاروبار اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ لیکن اسلام اس بات کو ایک اُصول کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتا کہ دولت کی پیداوار کے تمام ذرائع حکومت میں یوں چلے جائیں کہ مُلک بھر کی تمام صنعتوں اور تجارت کی منڈیوں پر وہ تنہا قابض ہو اور حکومت تمام اراضی کی واحد مالک ہو۔ پس اسلام شخصی اور اجتماعی ملکیّت میں ایک توازن قائم کرتا ہے۔

دونوں نظام باطل ہیں:

سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت، یہ دونوں باطل ہیں۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بجا کہا تھا۔

ہر دو را جاں ناصبور و ناشکیب
ہر دو یزداں ناشناس آدم فریب

دونوں کی روحیں رُوحانی سکُون سے نا آشنا، دونوں خدا سے غافل، دونوں خدا سے جاہل، دونوں اپنی ذاتی اغراض کے لیے ہر فریب، دھاندلی، بددیانتی، لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ اور قتل و غارت کو روا رکھنے والے اور اپنی ادنیٰ سی خواہش کے لیے ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے والے:

غرق دیدم ہر دو را در آب و گل
ہر دو را تن روشن و تاریک دل

فرماتے ہیں: ''میں نے سرمایہ دارانہ نظام کو بھی دیکھا اور اشتراکی نظام کو بھی جانچا، دونوں مادیت میں ڈوبے ہوئے، دونوں کا منتہائے نظریہ جہانِ آب وگل، دونوں بدن سنوارنے میں لگے ہیں، دونوں کے دلوں پر ظلمت کا سناٹا چھایا ہوا ہے۔''

اِسلام اور اشتراکیت یکجا ہو سکتے ہیں؟

ایک اور سوال ہمارے بعض بھائیوں نے اُٹھایا ہے، ہمارے جو بھائی اشتراکیت سے متاثر ہیں، کہتے ہیں: اسلام اور اشترکیت کو یکجا کر دو، بات لمبی اور بحث طلب ہے۔ لیکن وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قلّت کے پیشِ نظر بات سمیٹتا ہوں۔ کارل مارکس کا "داس کیپٹل" جو کمیونزم کی بُنیادی کتاب ہے، اگر اس کی پہلی جلد کے ابتدائی صفحات ہی آپ پڑھ ڈالیں، تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اشتراکیت کا فلسفۂ زندگی "جدلّیاتی مادیّت" کی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے، میں اس فلسفے کی تشریح اس وقت نہیں کر سکتا، صرف اتنا کہتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو فلسفے کی ابجد ہوز سے بھی واقف ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ جدلّیاتی مادیّت کے نظریے میں خدا، رسول، وحی وتنزیل، حیات بعد الممات، رُوح، ملائکہ اور دُوسرے مابعد الطبیعاتی (METAPHYSICAL REALITIES) حقائق کے تصور کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

کارل مارکس کا فلسفۂ زندگی جدلّیاتی مادیّت پر مبنی ہے، اس کے فلسفۂ تاریخ کی اساس بھی جدلیاتی مادیت ہی پر ہے اور اس کا اقتصادی نظام بھی قطعی طور پر (DIALEGTICAL MATERIALIZM) کی بُنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کارل مارکس کے اقتصادی نظام میں حلال وحرام میں کوئی حدِ فاصل نہیں کھینچی گئی۔

پس آپ یقین کیجیے کہ اگر اس ملک میں سوشلزم آتا ہے، تو ہماری اخلاقی اور روحانی قدروں کا برباد ہونا یقینی امر ہے، اگر سوشلزم اس ملک میں آتا ہے، تو ہماری اخلاقی اور روحانی قدروں کا یقیناً وہی حشر ہوگا، جو سمرقند و بخارا میں ہوا، جو مشرقِ وسطیٰ میں ہوا، ہم اس سے مختلف نتائج کی توقع اس ملک میں نہیں رکھتے ہیں۔ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام اور اشتراکیت کو یکجا کر دو، یا تو وہ دونوں کے مفہوم سے ناواقف ہے یا وہ لوگوں کی آنکھوں میں قصداً اور ارادتاً دھول جھونک رہا ہے، وہ فلسفۂ زندگی جس کی بنیادوں پر ایک نظام قائم ہوتا ہے، آپ اس فلسفۂ زندگی کو اس نظام سے کاٹ کر الگ نہیں پھینک سکتے۔

روٹی ہماری زندگی کا مقصد نہیں

اِس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے ہمیں نہایت متوازن اقتصادی اور سیاسی نظام بخشا ہے، لیکن مُسلمان کی زندگی کا مقصد محض روٹی نہیں، میں نے یہ کہا تھا کہ جس وقت مزدور بُھوکا ہو، وہ خدا کی محبت اور عبادت کے گیتوں سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا، اس کا پیٹ بھرنے کے بعد ہم اسے کہیں گے کہ دیکھو روٹی تمہاری زندگی کا مقصد تو نہیں ہے، مُسلمان کی زندگی کا مقصد اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفات سے خود کو متصف ہونا ہے اور اپنی تمام صلاحیتوں کو اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کھپا دینا ہے، مسلمان کی رُوح ہر آن اور ہر لمحہ نغمہ سرا ہے:

اِلٰهِیْ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَ رِضَاكَ مَطْلُوْبِیْ

انسان کی زندگی کا مقصد اس رُوئے زمین پر اللہ کی خلافت کا قائم کرنا ہے اور یہ معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی نظام جو اسلام نے ہمیں بخشا ہے، ان مقاصد کے حصول کے لیے محض وسائل اور ذرائع ہیں۔ میں علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا اقتباس آپ کو سناتا ہوں جو اخبار زمیندار میں 24 جون 1923ء کے شمارے میں چھپا تھا، میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی تائید و تصدیق اور تشریح و توضیح کے لیے حکیم الامت کی شہادت بس کرتی ہے۔

علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں مسلمان ہوں، میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل اور براہین پر مبنی ہے۔ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن نے تجویز کیا ہے، سرمایہ داری کی قوت جب اعتدال سے تجاوز کر جائے، تو دُنیا کے لیے ایک قسم کی لعنت ہے، لیکن دُنیا کو اس کے مضر اثرات سے نجات دلانے کا طریقہ یہ نہیں کہ معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کر دیا جائے، جیسا کہ بالشویک تجویز کرتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے قانون میراث اور زکوٰۃ وغیرہ تجویز کیا ہے، مغربی سرمایہ داری اور رُوسی دونوں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں، اعتدال کی راہ وہی ہے، جو قرآن نے ہم کو بتائی ہے، شریعتِ حقّہ اسلامیہ کا مقصود یہ ہے کہ سرمایہ داری کی بنا پر ایک جماعت دوسری جماعت کو مغلوب نہ کر سکے اور اس کے حصول کے لیے میرے عقیدے کی رُو سے وہی راہ آسان اور قابلِ عمل ہے، جس کا انکشاف شارع علیہ السلام نے کیا ہے۔ اسلام سرمایہ داری قوت کو معاشی نظام سے خارج نہیں کرتا، بلکہ فطرتِ انسانی پر ایک عمیق نظر ڈالتے ہوئے اسے برقرار رکھتا ہے اور ہمارے لیے ایک ایسا معاشی نظام تجویز کرتا ہے، جس پر عمل پیرا ہونے سے یہ قوت کبھی اپنے مناسب حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا، ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ اس خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا میں اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ کسی قوم کے افراد صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے اخوان نہیں ہو سکتے، جب تک وہ ہر پہلو سے ایک دوسرے کے ساتھ مساوات نہ رکھتے ہوں اور اس مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے سوشل نظام کے ممکن نہیں، جس کا مقصود سرمایہ کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق اور تولید ہو اور مجھے یقین ہے کہ خود روسی قوم بھی اپنے موجودہ نظام کے نقائص تجربے سے معلوم کر کے ایسے نظام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے گی، جس کے اصول اساسی یا تو خالص اسلامی ہوں گے یا ان سے ملتے جلتے ہوں گے۔ موجودہ صورت میں روسیوں کا اقتصادی نصب العین خواہ کیسا ہی محمود کیوں نہ ہو، ان کے طریقِ عمل سے کسی مسلمان کو ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان جو یورپ کی سیاسی اقتصادیات پڑھ کر مغربی خیالات سے فوراً متاثر ہو جاتے ہیں، ان کے لیے لازم ہے کہ اس زمانے میں قرآن کریم کی اقتصادی تعلیم پر نظرِ غائر ڈالیں، مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی تمام مشکلات کا حل اس کتاب میں پائیں گے۔'' [1]

ساتھیو! یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم ملّی انفرادیت (NATIONAL INDIVIDULITY) کھو بیٹھے ہیں، ہم کبھی امریکہ اور کبھی روس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں، کبھی چین کو دیکھ کر ہماری رال ٹپکتی ہے۔ ہر دور کے لات وعزّیٰ ہوتے ہیں، امریکہ اور روس اس دور کے لات وعزّیٰ ہیں:

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰیO وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰیO [النجم: 20,19/53]

وقت کا سب سے عظیم انسان اور سب سے عظیم مسلمان وہ ہوگا، جو ان تازہ خداؤں کی ذہنی غلامی سے انسانیت کو رہا کرے اور اسلام کے اقتصادی اور سیاسی نظام کو ایک مکمل اور باضابطہ صورت میں پورے یقین اور اذعان کے ساتھ کائنات کے سامنے پیش کرے اور اس کائنات میں اس نظام کو نافذ کرنے کے لیے ایسا مؤثر اور گرجدار آوازہ بلند کرے کہ یہ کائنات اس آواز سے گونج اُٹھے۔

[1] زمیندار۔ 24 جون 1923ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیلۃ القدر

حضراتِ گرامی!

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا آغاز ہو رہا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ

كَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ اَحْىَ اللَّيْلَ وَ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ وَشَدَّ مِئْزَرَهٗ

کہ جب آخری عشرہ ہوتا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمر ہمت باندھ لیتے، وہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو یوں تو سال بھر، آٹھوں پہر، چونسٹھ گھڑی جن کی صبحیں اور شامیں اور زندگی کا ہر ہر لمحہ خدا کی یاد میں اور خدا کی خاطر محنت و ریاضت میں بسر ہوتا تھا، ان کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ شَدَّ مِئْزَرَهٗ کہ رمضان کے آنے پر آپ کمر ہمت باندھتے تھے۔ پھر آخری عشرہ میں اور مستعد ہو جاتے تھے۔ بندگی اور چاکری کا ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہوتا تھا اور یہ بات صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جنہیں بندگی کا چسکا پڑا ہو۔ غلام کتنے جتن کرتا ہے، کتنے پاپڑ بیلتا ہے، کتنی وادیوں کی خاک چھانتا ہے، کہ اس کا آقا و مالک راضی ہو جائے اور اس جذبہ کا ٹھنڈا پڑنا غلام کی خرابی کی دلیل ہے، بیوفائی و بے اعتنائی کی دلیل ہے۔

عبادت کا اک نیا جوش اور ولولہ اپنے اندر محسوس کرنا خدا کے باوفا غلاموں کا شیوہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ شَدَّ مِئْزَرَهٗ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی میں بندگی اور چاکری کا ایک نیا ولولہ و جوش پیدا ہوتا تھا، کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی رکوع میں گر کر اپنے خدا کو مناتے تھے۔

یہ بات بعض لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی، اگر کوئی شخص کسی سچ مچ کے شاعر کے سامنے اچھی آواز میں اسی کا کلام پڑھے تو اُسے کیسی فرحت ہوتی ہے، خدا کو منانے کا ایک ڈھنگ یہ بھی ہے کہ خوش الحانی سے اس کی بارگاہ میں اسی کا کلام اسے سنایا جائے اور یہ بات ذہن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشین رکھتے ہوئے کلام الٰہی پڑھنا چاہیے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اَحْيَا لَيْلَهٗ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رات بھر جاگتے تھے، رات بھر آنکھوں میں کاٹ دیتے تھے۔

اَيْقَظَ اَهْلَهٗ کا معنیٰ گھر والوں کو بیدار کرنا ہے، یہ لفظ بتا رہا ہے کہ گھر والوں کے پیچھے نہ پڑ جائے کہ میں چونکہ رات بھر جاگتا ہوں، اس لیے جبراً تم کو بھی جگاؤں گا، مختلف لوگوں کی کیفیتیں ہوتی ہیں۔ نفلی عبادت پر بچوں کو پیٹنے کا آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے، نفلی عبادت پر جھڑکی دینے کا بھی کوئی حق نہیں ہے، نفلی عبادت پر پیٹنے سے آپ بچوں کو دین سے بھگا دیں گے، میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو پیٹ رہا تھا کہ اس بے چارے کو تراویح میں نیند آ رہی تھی، دین کو خدا کے لیے ہوّا نہ بنائیے۔

اَلدِّيْنُ يُسْرٌ دین ایک آسان چیز ہے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب صحابہ کرام کو تبلیغ کے لیے بھیجتے تھے، تو نصیحت فرماتے تھے يَسِّرُوْا وَ لَا تُعَسِّرُوْا دین کو لوگوں کے سامنے آسان کر کے پیش کرنا، اس کو ہوّا بنا کر لوگوں کو ڈرانا مت، کہ لوگ دین سے بھاگ جائیں۔

یاد رکھیے! اگر بچوں کو نفلی عبادت پر پیٹیں گے تو وہ فرضی نمازوں سے بھی بھاگ جائیں گے، وہ رسیاں تڑائیں گے اور اس وقت آپ ان کا کچھ نہ کر سکیں گے۔

اس حدیث سے میں نے بین السطور بات نکال لی ہے کہ اپنے گھر والوں کو سونے کی اجازت دیتے تھے، خود لفظ اَيْقَظَ بتاتا ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو سونے کی اجازت دیتے تھے اور سوئے ہوئے آدمی کو بیدار کیا جاتا ہے۔

رُوئے زمین پر اس سے اونچا کوئی گھرانہ نہ تھا، اس گھرانے کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے کی اجازت دیتے تھے تو میں اور آپ کون ہوتے ہیں کہ ایسی سختی کریں اور مار پیٹ سے کام لیں اور دین کو گھر والوں کے لیے ہوّا بنا دیں۔

یہ تو پیار کی بات تھی۔ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ کہ گھر والوں کو بیدار کرتے تھے۔ گھر والوں کو سلیقہ سے راہِ حق پر لگاتے تھے، اس لیے بچوں اور گھر والوں کو سلیقہ اور ادب سے سکھائیں، اگر پیار و محبت سے لوگوں کو اس طرف لایا جاتا تو بچے مسجد جانے کے لیے منتیں کرتے کہ جو لطف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں آتا ہے، وہ باہر کسی دوسری جگہ میسر نہیں بشرطیکہ پیار ومحبت سے ان کو یہ بات سکھائی جاتی۔

یہ عشرہ جو شروع ہوا ہے، اس میں ذکر اللہ کی لَو تیز کریں اور لیلۃ القدر بھی اسی عشرہ میں ہے، جس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ [1]

کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ [القدر: 3/97]

''ہزار مہینوں سے زیادہ اس میں رحمتیں برستی ہیں۔''

وہ لوگ جو اس کی رحمت وبخشش کے بھوکے ہیں اور یہی ان کی غذا ہے، ان اللہ والوں کو ایسی غذائیں کھانے کا ایسا ہی چسکا ہوتا ہے اور ان روحانی غذاؤں کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔

وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ۔ [2] آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس شب کے لیے بے قراری سے تڑپتے تھے کہ روحانی دنیا میں ملائکہ، ارواح طیبہ اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، اس میں غسل کرنے کی تمنا انہیں بے تاب وبیقرار کرتی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو بھائی جو لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہتا ہے وہ آخری عشرہ میں تلاش کرے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم تڑپتے تھے کہ رات ڈھونڈیں کہ انوار الٰہی میں غسل کریں، جیسے جون کے مہینہ میں تپش کے مارے جسم پر پانی پڑنے سے جگر ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم اللہ والے انوار الٰہی میں غسل کرنے کے لیے ویسے ہی تڑپتے اور ترستے ہیں اور جب انوارِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، تو روح انسانی کو بشاشت نصیب ہوتی ہے، یہی سبب ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے قراری وبے تابی سے تڑپتے تھے کہ وہ رات کب آئے گی؟ یہ سب ہنگامہ بے سبب نہیں ہے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں کہتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ ستائیسویں رات

[1] بخاری: 2017؛ بیہقی: 308/4۔

[2] فتح الباری: 271/4؛ مسند الربیع بن حبیب: 24/1۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔محدثین نے لکھا ہے کہ خدا سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے جو ستائیسویں رات کو جاگتا ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مسلک کو اختیار کرتا ہے، لیلۃ القدر کا ثواب اسے مل جاتا ہے۔

جمہور علماء اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ رمضان میں وہ رات بدلتی ہے، تاکہ عشق و عاشقی کا ہنگامہ تیز ہو اور مقصد بھی یہی ہے کہ اس ہنگامے کو تیز کیا جائے، اگر وہ رات متعین کردی جاتی، تو عشق و عاشقی کا سارا ہنگامہ سرد پڑ جاتا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تڑپنا اور نہ پہنچنا اور پھر اٹھ کر پیچھے بھاگنے میں کتنی لذت وفرحت ہے؟

بہر حال لیلۃ القدر کو اس آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈیئے، کیونکہ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی بھر آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے، زندگی میں ایک دفعہ ناغہ ہوا، تو اگلے رمضان میں بیس دن کا اعتکاف فرمایا اور ایک دفعہ رمضان میں اعتکاف نہ کر سکے تو شوال میں اعتکاف کرلیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں منت مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد الحرام میں اعتکاف کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَوْفِ بِنَذْرِكَ منت کو پورا کرو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد الحرام میں ایک رات کا اعتکاف کیا۔ [1]

اعتکاف کے لیے چادر کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے اور جو لوگ دس دن تک اعتکاف نہ کر سکیں، وہ تین دن بھی اعتکاف کر سکتے ہیں، تین دن نہ کر سکیں تو ایک رات کا اعتکاف بھی کر سکتے ہیں۔

محدثین نے لکھا ہے کہ عصر کے وقت اس نیت سے مسجد میں چلے جانا کہ شام تک بیٹھوں گا، تو یہ بھی اعتکاف ہے کیونکہ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ۔ جمعہ کو دفتر سے چھٹی ہے، جمعرات کی شب بیٹھ سکتے ہیں، معتکف تو ہو جاؤ گے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل تو ہو جائے گا۔

فَتَشَبَّهُوْا اِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ

[1] کتاب الاعتکاف: 2043

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس دن کا اعتکاف نہ کر سکو تو معتکف بن کر چند گھنٹے ان اولیاء اللہ کا روپ دھار لو، یہ بھی بڑی باعزت بات ہے۔

قرآن مجید بھی رمضان المبارک میں ہی نازل ہوا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَتَتَعْتَعُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ فَلَهُ اَجْرَانِ [1]

قرآن میں مہارت ہو جائے، ہڈیوں اور رگ و پے میں رچ بس جائے، تو وہ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ۔ تو اس شخص کی روحانی مناسبت، مقدس اور ملاء اعلیٰ کے فرشتوں سے ہو جاتی ہے۔

اور یہ جو لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور لطف نہیں آتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لاہوتی اور روحانی کلام ہے اور طبیعت پر بہیمیت اور نفسانیت کا غلبہ ہے اور جب انسان پر وہ روحانی اور ملکوتی رنگ نہ چڑھے، قرآن کا کیسے لطف و مزا آ سکتا ہے؟ کیا بات ہے کہ انسان سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھتے اور وجد میں آتے ہیں کیونکہ وہ ناسوتی اور کلام البشر ہے۔ طبعی مناسبت کی وجہ سے وجد میں آتے ہیں اور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب تو یہ حالت و کیفیت ہے کہ کہ قرآن پڑھتا ہوں، تو باقی سارے کلام کوّے کی کائیں کائیں معلوم ہوتے ہیں [2] اور جب انسان میں ملکوتی اور لاہوتی صفات اور اس سے طبعی مناسبت پیدا ہو جائے، تو اس کی مناسبت فرشتوں سے ہو جاتی ہے۔ جبھی تو بعض لوگ ہر وقت کلامِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

جیسا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے، اگر اتنی ہی بات کہی جاتی، تو ہم جیسے لوگ جن پر نفسانیت کا غلبہ ہے، ان کے منہ لٹک جاتے کہ ہمارے پلے کیا پڑا۔ ساتھ ہی فرمایا وَالَّذِيْ يَتَتَعْتَعُ کہ تم میں سے جو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ اور اس کا پڑھنا اسے گراں گزرتا ہے، بڑی دشواری ہوتی ہے، بڑی دقت سے اٹک اٹک کر پڑھتا ہے فَلَهُ اَجْرَانِ اس رحمان و رحیم کی بارگاہ کا تقاضا ہے کہ وہ اُسے دہرا اجر دے کہ میرا بندہ

[1] بخاری: 4937، ابوداؤد: 1454، ترمذی: 2904

[2] کشف المحجوب سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس مشکل سے اٹک اٹک کر صرف اس لیے پڑھتا ہے کہ وہ میرا کلام ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں اللہ کا دیدار نصیب ہوا، تو میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ دُلَّنِيْ عَلَى اَقْرَبِ الطُّرُقِ اِلَيْكَ تم تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ کونسا ہے، اللہ تعالیٰ نے کہا اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ کہ میرا کلام پڑھو۔ یہ میری صفت ہے، کہتے ہیں، میرا دوسرا سوال تھا کہ فَهْمًا اَوْ بِغَيْرِ فَهْمٍ کیا صرف سمجھ کر پڑھے تو اسے تیرا قرب حاصل ہوتا ہے؟ فرمایا سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے، جو قرآن مجید کو میرا کلام سمجھ کر پڑھتا ہے، یہ عشق کی منزل ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا، مگر پیارا لگتا ہے اور گھنٹوں پڑھتا ہوں، اس لیے کہ وہ میرے معبود کا کلام ہے فَلَهٗ اَجْرَانِ اس کو اللہ کریم دہرا اجر دیتے ہیں۔

قرآن کو اس طریقہ سے پڑھنا چاہیے کہ اس کی بارگاہ میں اس کو اسی کا کلام سنا رہا ہوں، حدیث میں آتا ہے کہ خدا اس شخص کی طرف بہت متوجہ ہوتے ہیں، جو شخص کلامِ الٰہی پڑھتا ہے اور جب ذہن میں ہو کہ کلامِ الٰہی پڑھ رہا ہوں اور خود خدا بھی اسے سن رہے ہیں، اس سے ایک خاص کیفیت ولطف حاصل کرنے میں سہولت ہوتی ہے اور جب اللہ کے رنگ میں رنگے جائیں اور اس سے تعلق پیدا نہ ہو، زندگی اندھیر اور بے مقصد ہے۔

خدا کی قسم! وہ قادر مطلق اور تمام جہانوں کا خالق ہے۔ تمام قوتیں اور طاقتیں اس کے دستِ قدرت میں ہیں اور اگر خدا سے ہمارا تعلق قائم ہو جائے، تو اس کائنات کی تمام طاقتیں اور قوتیں ہماری پشت پناہی کریں، آندھیاں اور طوفان ہماری یاوری اور مددگاری کے لیے اٹھیں بجلیوں کے کوندے دشمن پر لپکیں اور اس دنیا کی ابلیسی طاقتوں کے خلاف آسمان سے فرشتے ہماری مدد کے لیے اتریں اور یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آرہا ہے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا [فاطر: 43/35]

اللہ کا قانون انسانوں کے کسی گروہ کے لیے کسی زمانہ میں نہیں بدلا جا سکتا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں کتاب اللہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں، قرآن میں ہے:

وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا [الاحزاب: 9/33]

دشمن کے پاس لشکر جرار تھا، مگر کائنات کی تمام قوتیں اور طاقتیں میرے اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہیں، ہم نے اُن پر زناٹے کی آندھی بھیجی اور ان کے خیموں کی طنابیں اکھاڑ ڈالیں اور ہم نے اُن پر لشکر بھیجے جو نظر نہیں آتے۔

تو میں پھر کہتا ہوں کہ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم اس شاہِ امم ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں اور ان کی بہادری ہماری میراث میں آئی ہے کہ غزوۂ حنین میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہادر ساتھیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، تیروں کا مینہ برس رہا تھا، صحیح بخاری میں ہے:

فَاَدْبَرُوْا عَنْهُ وَبَقِيَ وَحْدَهٗ

بڑے بڑے بہادر اپنی جگہ سے ہٹ گئے، لیکن محمد رسول ﷺ تیروں کی بارش میں اکیلے جمے رہے اور آپ ﷺ نے اس وقت کہا تھا:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ [1]

میں نبی ہوں، مجھ کو مت جھٹلاؤ اور تمہیں میری صداقت وحقانیت کا یقیناً پتہ چلے گا اور تمہارے یہ تیر میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم کن کے دامن سے وابستہ ہیں؟ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی بہادری ہمارے ورثے میں آئی ہے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی جانفشانیاں اور جان فروشیاں ہمارے حصے میں آئیں، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی شجاعتوں اور دلیریوں کے ہم وارث ہیں۔

اصل بات خدا سے تعلق ہے، اگر وہ پیدا ہو جائے، تو اس روئے زمین پر بسنے والی تمام ابلیسی اور طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ میں آسمانی لشکر ہماری مددگاری کے لیے اتریں گے اور ان دشمنوں کو نیست ونابود کر دیں گے۔

یہ کیسی رُلا دینے والی بدبختی ہے کہ کبھی ہم امریکہ کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی فرانس کی طرف ہماری نگاہ اٹھتی ہے، یہ لوگ ہمارے حلیف ہو سکتے ہیں، مگر دوستی تو ایمان کی بنیادوں پر ہوتی ہے، ان لوگوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا مشرکانہ بات ہے اور ہماری رال ٹپکتی ہے کہ کون روٹھ گیا ہے اور کون مان گیا ہے اور امریکہ ہے کہ بے وفا محبوب کی طرح کبھی روٹھتا ہے اور ہمارے جذبات سے کھیلتا ہے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ

[1] بخاری: 2864، 2874

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [آل عمران:175/3]

"یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، ان سے مت ڈرو، مجھ سے ہی ڈرو اگر تم سچ مچ مسلمان ہو۔"

قرآن نے کتنی صاف ستھری بات کہی ہے کہ یہ شیطان ہی ہے، جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے کہ اس شیطان کو منالو، اس غیر اللہ کو منالو۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ پس ان سے مت ڈرو، تم کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک طرف مجھے قادر مطلق مانتے ہو اور اُدھر للچائی ہوئی نگاہیں غیر اللہ پر ڈالتے ہو؟ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِيْ۔ ان سے مت ڈرو، اگر مجھ سے تعلق ہے تو مجھ ہی سے ڈرو، اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر سچ مچ تم مسلمان ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم اسباب تعیش کی درآمد بند کریں اور جس حد تک ممکن ہو اپنے مال کو دفاع کے بجٹ میں جھونک دیں کیونکہ قرآن کہتا ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ [انفال: 60/8]

ہم سادہ زندگی بسر کریں اور خدا سے اپنے تعلق کو درست کریں۔ اے کاش ہماری آنکھیں کھل سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اہلحدیث سے خطاب

بزرگانِ کرام، برادرانِ عزیز، عزیزانِ گرامی قدر!

پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہُوئے

آپ سے ملاقات کیے ہوئے اور آپ سے بات کیے ہوئے ایک مدت ہوگئی۔

جسے آپ گنتے تھے آشنا، جسے آپ کہتے تھے باوفا
میں وہی ہوں مومنِ مبتلا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

حضرات! جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ وہ جماعت ہے، جس کی سرزمین گو آج بنجر ہو چکی ہے، مگر یہ وہی سرزمین ہے، جس سے کبھی مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے لعل اور یاقوت و گوہر پیدا ہوئے، تو یہ سوچ کر کہ شاید اس راکھ میں کوئی چنگاری باقی ہو، یہ شعر پڑھتا ہوا تمھاری طرف کشاں کشاں چلا آتا ہوں:

أَرىٰ تَحْتَ الرَّمَادِ وَمِيْضَ جَمْرٍ
وَيُوْشِكُ أَنْ يَّكُوْنَ لَهَا ضِرَامٌ

”خاکستر کے نیچے کچھ چنگاریاں دیکھ رہا ہوں، شاید ان سے شعلے بھڑک اُٹھیں۔“

اور جب یہ آگ جلتی تھی، تو اسے تاپنے کے لیے، حرارتِ ایمانی حاصل کرنے کے لیے لوگ پورب اور پچھم سے آتے تھے۔ جب آپ لوگوں کی اڑنگا پچھی، دھینگا مشتی اور سرپھٹول دیکھتا ہوں تو جی جلتا ہے، ہر طرف خاک اڑائی جا رہی ہے، اتنی خاک کہ سب کے سَروں پر خاک پڑی ہوئی ہے، سب کے چہرے خاک سے یوں لتھڑے ہوئے ہیں کہ میرے لیے شکلیں پہچاننی بھی مشکل ہوگئی ہیں۔ جب یہ صُورتِ حال دیکھتا ہوں، تو آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے بھاگ جاتا ہوں اور سالہا سال آپ سے رُوپوش رہتا ہوں اور یہ شعر اُن دنوں پڑھا کرتا ہوں:

وَنَارٌ لَوْ نَفَخْتَ بِهَا أَضَاءَتْ
وَلٰكِنْ أَنْتَ تَنْفُخُ فِي الرَّمَادِ

یہ راکھ جس میں تم پھونکیں مار رہے ہو، اگر اس میں کوئی چنگاری ہوتی، تو وہ یقیناً بھڑک اُٹھتی، مگر تم راکھ میں پھونکیں مار رہے ہو، راکھ میں پھونکیں مارنے سے اس کے سوا کیا حاصل ہوگا کہ تمہارے سر پر بھی راکھ پڑے گی۔

دوستو! میں تو دہقان ہوں، میرا کام دِلوں کی زمین میں ہل چلانا ہے، تم نے کہا کہ تم ہماری زمین پہ ہل چلانے کے قابل نہیں ہو، میں تو خاندانی اور موروثی طور پر دہقان تھا، مجھے تو ہل چلانا ہی تھا، مجھے تو آبیاری کرنی ہی تھی، یہ بات میری گھٹی میں تھی، میرے خمیر میں گُندھی ہُوئی تھی، میں نے اور زمینیں ڈھونڈیں، دِلوں اور روحوں کی زمینیں اور ان زمینوں پہ ہل چلاتا ہوں۔ دوستو! میں تو للاری ہوں، میرا کام دِلوں کو خدا کے رنگ میں رنگ دینا ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ [بقرہ: 138/2]

"خدا کا رنگ اور اس سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے اور ہم تو بس اس کی غلامی کرتے ہیں۔"

تُم نے کہا کہ تمہیں رنگنا نہیں آتا، میں نے مُلک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے، جو دلوں کو رنگوانا چاہے، دیکھو! میرے دروازے پر گاہکوں کی بھیڑ لگی ہے۔

دوستو! میں تو دھوبی ہوں، میرا کام دلوں کی میل کچیل کو چھانٹ دینا ہے۔ دوستو میں تو سقہ ہوں، میرا کام روح کی پیاس بجھانا ہے، تم نے کہا کہ تمہیں دھونا نہیں آتا، میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے، جو دل کی سیاہی دھلوانا چاہے، تم نے کہا کہ ہم تیرے مشکیزے سے پانی نہیں پیتے، میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دل کی پیاس بجھانا چاہے۔ دیوبندی آئے، بریلوی آئے، مولوی آئے، بابُو آئے، انجینئر آئے، ایڈووکیٹ آئے، پروفیسر آئے، سب نے کہا کہ ہم تیرے مشکیزے سے پانی پیتے ہیں اور اس سارے دھندے سے خدا شاہد ہے، مقصود فقط یہ ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرسکوں، اپنے دل کا میل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیل چھانٹ سکوں۔

دوستو! وعظ کیا ہے؟ رُوحانی اور اخلاقی بیماریوں کی تشخیص کرنا اور دوا دینا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوا تلخ ہوتی ہے اور بیمار ناک بھوں چڑھاتا ہے، لیکن مشفق طبیب کو چاہیے کہ دوا حلق میں انڈیل دے۔ مریض کو جب شفا ہو جاتی ہے، تو دُعاء دیتا ہے۔

دوستو! اگر مریض کو زُکام ہو اور طبیب اسے معدے کی دوا دے، تو اس کی نا اہلی میں شک وشبہ کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے؟ اپنی اور سامعین کی جو بیماریاں ہوں، انہیں ڈھونڈنا اور ان کی دوا دینا، یہ وعظ ہے، یہ طبِّ روحانی ہے۔ میں چند باتیں عرض کروں گا جو میرے لیے مفید ہوں، جو آپ سب کے لیے مفید ہوں۔ وہ واعظ دُنیا دار ہے، جس کا منتہائے نظر فقط یہ ہو کہ دُھواں دھار تقریر کی جائے، جذبات کو بھڑکا دیا جائے، نہ اپنے آپ کو فائدہ نہ دُوسروں کو فائدہ۔ آج کل تو سر دُھننا، وجد میں آنا، نعرے لگانا، ہاؤہو کرنا، وعظ کے لوازمات بن کر رہ گئے ہیں، میری نظر میں وعظ تو یہ ہے کہ بیماریوں کو چُن چُن کر بیان کیا جائے اور ان کا علاج کیا جائے۔

توحید کے تقاضے

پہلی بات میں یہ کہتا ہوں اور میرا اولین مخاطب خود میرا نفس ہے کہ یہ سمجھنا خود فریبی میں مبتلا ہونا ہے کہ صرف قبروں کی پُوجا نہ کر کے آدمی نے توحید کے سب تقاضے پُورے کر دیئے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا [بقرة: 165/2]

''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو خدا سے ہٹ کر اوروں کو اس کا ہم پلّہ بنا لیتے ہیں۔''

آپ غور کیجئے کہ قرآن نے جہاں بھی توحید بیان کی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے الفاظ استعمال کیے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ [الاعراف: 194/7]

''خدا کے علاوہ جن کو تم پُکارتے ہو، وہ بھی تمہاری طرح خدا کے بندے ہیں۔''

یہاں بھی لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ

''اور جو لوگ خدا کے سوا اوروں کو پُکارتے ہیں، وہ خود کسی چیز کے خالق نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے۔'' [النحل: 20/16]

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیراللہ شامل ہیں، ان میں زندہ بھی شامل ہیں اور مُردہ بھی شامل ہیں، تم میں سے بعض نے مُردوں سے مرادیں مانگیں اور تم میں سے بعض نے زندوں سے مُرادیں مانگیں۔ افسوس! تم نے مل کر غیراللہ سے مرادیں مانگیں، قرآن اُٹھا کر دیکھیے، قرآن کے تیس پاروں میں سب سے زیادہ زندہ فرعونوں کی نفی پر زور دیا گیا ہے، ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ نمرود جو الٰہ بن بیٹھا ہے اس کی نفی کرو۔ یہ قبر کی نفی نہیں ہو رہی تھی، بلکہ زندہ جابر حکمران کی نفی کا حکم دیا جا رہا تھا۔

حکیم الامت علامہ اقبال، خدا ان کی قبر کو نُور سے بھر دے، اُنہوں نے دو مصرعوں میں اس مطلب کو بیان کیا۔

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سُخن
نعرۂ لا پیشِ نمرودے بزن

اے حجروں کے اندر بیٹھ کر باتیں بنانے والو! کسی نمرود کے سامنے جا کر لَا کا نعرہ لگاؤ۔

قبر تو مٹی کا ڈھیر ہے، اس کی نفی میں کون سی دقت پیش آ رہی ہے؟ جس کسی نے قبر پر چادر نہ چڑھائی اور چراغ نہ جلایا، وہ اِتراتا پھرتا ہے کہ توحید کے سب تقاضے اس نے پورے کر دیے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توحید کی ارتقائی منزلوں سے گزارا گیا، تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى [طٰہٰ: 24/20]

''جاؤ جا کر فرعون کی نفی کرو اور اس کے رُوبرو جا کر اس کی نفی کرو، وہ سرکش ہو گیا ہے۔''

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو کہ عزیزِ مصر کی نفی کر رہے ہیں، زندہ خداؤں کی نفی کرنا بڑی کٹھن منزل ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کی توحید یہی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توحید یہی تھی، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی توحید یہی تھی۔ وہ تمام ضمیر فروش علماء جو دُنیا دار، جاہ طلب، سرمایہ داروں کی زکوٰتیں کھا کر سال بھر ان کی کاسہ لیسی اور حاشیہ برداری کرتے ہیں اور اس کے باوجود اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری ملت اسلامیہ کو حقیر اور ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید کا حال یہ ہے کہ حقیر ترین دُنیوی اغراض کے لیے دُنیا دار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور اُن کی صبحیں اور شامیں ان کی چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں۔ کیا مِــــنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں صرف حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق وفاجر حکام اور دنیا دار سرمایہ دار مِــنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں شامل نہیں ہیں؟ یہ کیا منطق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے، کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توحید تو بڑی انقلاب آفریں ہے، وہ تو ساری دُنیا کے بادشاہوں کے نام انقلابی خطوط لکھنے والی توحید ہے:

"اَسْلِمْ تَسْلَمْ"

اسلام لاؤ تو محفوظ رہ سکو گے۔

اس توحید کے نتائج کا ظہور تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اعلان میں ہوا تھا:

هَلَكَ قَيْصَرُ وَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ، هَلَكَ كِسْرٰى وَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ [1]

فرمایا کہ مری آمد کا بدیہی نتیجہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت ہے اور یہ انقلاب جو میں برپا کر رہا ہوں، اس کا بدیہی نتیجہ قیصریت اور شہنشاہیت کی تباہی ہے۔

دوستو! وقت کے فرعونوں کی بھی نفی کرو، دُنیا داروں اور سرمایہ داروں کی بھی نفی کرو۔

لَا تَسْئَلِ النَّاسَ شَيْئًا۔ غیر اللہ سے کچھ نہ مانگو، نہ مُردوں سے مانگو، نہ زندوں سے کُچھ مانگو۔ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتوح الغیب" میں توحید بیان فرماتے ہیں۔

مَادُمْتَ قَائِمًا مَعَ الْخَلْقِ، رَاضِيًا لِعَطَايَاهُمْ، مُتَرَدِّدًا اِلٰى اَبْوَابِهِمْ، اَنْتَ مُشْرِكٌ بِاللّٰهِ خَلْقَهٗ [2]

"جب تک تو مخلوق کے سہارے لیتا ہے، زندوں کے سہارے لیتا ہے اور مردوں کے سہارے لیتا ہے، جب تک ان کی جیب پر تمہاری نظر ہے، جب تک ان کی بخشش اور نوال کی آس لگائے بیٹھا ہے، جب تک ان کے دروازوں پر تو دھکے کھا رہا ہے، تو خدا کے ساتھ ان کو شریک ٹھہرا رہا ہے۔"

---

[1] بخاری: 3028، مسلم: 7327، 7328

[2] فتوح الغیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ توحید بیان فرماتے ہیں:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

اور سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چو تیغِ لا بدست آری بیا تنہا چہ غم داری
مجواز غیرِ حق یاری کہ لافتّاح اِلاَّ ہُو

جب لا کی تلوار تیرے ہاتھ میں ہے، تو حق کے سوا کسی کا سہارا نہ لو کہ اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔

اور شیخ شیراز رحمۃ اللہ علیہ سے توحید سُنیے:

موحِّد کہ در پائے ریزی زرش
وگر تیغِ ہندی نہی بر سَرش
امید و ہراسش نہ باشدز کس
ہمیں است بُنیاد توحید و بس

''موحد وہ ہے، جس کے قدموں میں تم سونے کے انبار لگا دو مگر اس کی رال نہ ٹپکے، جس کے سر پر آرا لٹکا دو، لیکن خدا کے سوا کسی کا خوف اس کے دل میں نہ ہو۔ یہی توحید کی بنیاد ہے۔''

توحید اور ادب یکجا کرو

دُوسری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ موحد ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی بے مہار ہو جائے، رسیاں تڑوا بیٹھے، بے ادب اور گستاخ ہو جائے، اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے، محسنوں کا گریبان پھاڑے اور سمجھے کہ میں توحید کے تقاضے پورے کر رہا ہوں۔

دوستو! میرا کام مرض کی تشخیص اور اس کا علاج ہے، گو مریض چیخے چلائے، ناک بھوں چڑھائے۔ مشفق ڈاکٹر وہ ہے جو حلق میں دوا انڈیل دے، آج تم کسمساؤ گے، مضطرب ہو کے زانو بدلو گے، مگر کچھ عرصے کے بعد تم مجھے دُعاء دو گے اور کہو گے کہ بات ٹھیک کہہ گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ جب مریض شفایاب ہوتا ہے، تو کڑوی دوا کھلانے والے کو بھی دُعاء دیتا ہے۔

دوستو! کچھ حدیثیں ایک مسجد میں بیان ہوتی ہیں، کچھ دوسری مسجد میں بیان ہوتی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں جو کہیں بیان نہیں ہوتیں، اس لیے کہ ان کا بیان کرنا فرقہ ورانہ مصلحت کے منافی سمجھتے ہیں۔ دوستو! احادیث میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ:

اِذَا کَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَآؤُہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرُ

جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام گفتگو فرماتے، تو آپ کے پاس بیٹھنے والے گردنوں کو جھکا لیتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی حرکاتِ فاضلہ نہ کرتے تھے، فالتو حرکت سے بھی اجتناب کرتے، فالتو حرکت کو بھی خلاف ادب جانتے تھے۔

دوستو! یہ بھی صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ عُروہ بن مسعود صُلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضورِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو ساتھیوں سے کہا عجب منظر دیکھا ہے وہاں،

اِنَّهٗ لَا يَتَوَضَّؤُ اِلَّا ابْتَدَرُوْا وُضُوْءَہٗ

وہ جب وضو کرتے ہیں، تو ان کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا ہے، لوگ تبرکاً اور تیمناً اسے جسم پر ملتے ہیں۔

وَلَا يَبْصُقُ بُصَاقًا اِلَّا تَلَقَّوْہُ بِاَكُفِّهِمْ

اور ان کا لعاب دہن بھی گرتا ہے، تو صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا ہے۔

وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ اِلَّا ابْتَدَرُوْهَا

ان کا کوئی بال بھی گرتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر لپکتے ہیں۔ [1]

قرآن مجید پڑھ کر دیکھیں کہ وہ شخصیتیں جو خدا کی ربوبیت کی مظہر ہیں اور انسان کی تربیت کرتی ہیں، ان کا ادب ملحوظ رکھنے کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔

آپ دیکھیں کہ والدین جسمانی تربیت کرتے ہیں، ان کے متعلق فرمایا:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

دیکھو انہیں کبھی یہ بھی نہ کہو کہ تُف ہے تم پر، یہ میری ربوبیت کے مظہر ہیں، ان

[1] بخاری: 2713، 2732

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے سے میں تمہاری تربیت کر رہا ہوں، ان کو کبھی نہ جھڑکنا، ان سے جب بات کرو، تو بات کو جانچ لیا کرو۔ [بنی اسرائیل: 17/ 23]

رُوحانی تربیت حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے ذریعے سے کی گئی۔ ان کے بارے میں حکم ہوا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [الحجرات: 49/ 2]

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر ﷺ کی آواز سے اُونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ یوں بے تکلفی سے بلند آواز سے بات مت کیا کرو، جیسا کہ تُم آپس میں کر لیا کرتے ہو، ورنہ میں تمہارا پُورا اعمالنامہ غارت کر دوں گا یعنی میں تمہاری عبادتوں اور ریاضتوں کو لے کے کیا کروں، اگر میرے حبیب ﷺ سے بات کرنے کا تمہیں سلیقہ نہیں۔''

دوستو! ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ''ارواح ثلاثہ'' میں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے شیخ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حج کرنے کے بعد جب واپس آئے تو لکھنو میں اطلاع ملی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے۔ یہ خبر سُن کر سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سخت بے قرار ہوئے اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، فوراً دہلی جاؤ اور معلوم کر کے آؤ کہ کیا سچ مچ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ دُنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ذاتی گھوڑا دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام راستہ گھوڑے کی باگیں تھامے ہُوئے پیدل چلتے رہے، لیکن گھوڑے کی اس زین پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہُوئی جس پر ان کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس قدر با ادب آدمی تھے کہ اس زین پر بیٹھنا بھی سُوئے ادب سمجھا، جس پر ان کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھتے تھے۔

''ارواح ثلاثہ'' ہی میں لکھا ہے کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں شاہ اسمٰعیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہید رحمۃ اللہ علیہ تقریر نہ کرتے تھے، خاموش بیٹھے رہتے کہ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں، ان کی موجودگی میں کیا کہوں؟ بعض لوگوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' ہی پڑھی ہے، کبھی صراط مستقیم بھی دیکھو، کبھی عبقات بھی پڑھو، وہ تو بہت لطیف آدمی تھے، وہ تجلیات سے آگاہ، وہ انوار سے آگاہ، سلوک کے مقامات سے آگاہ، اللہ کی محبت اور معرفت کے تمام رموز سے واقف، ان کی شخصیت میں توحید وادب یکجا ہو گئے تھے، توحید وادب کا یکجا ہونا تکمیل کی علامت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات دیکھ رہا تھا، خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کو خط لکھتے ہیں:

''ایں فقیر از سرتا پا غرق احسان ہائے والد شما است''

''یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔''

ایک خط میں خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کو لکھتے ہیں:

''اگر مدّت العمر سرِ خود را پائمالِ اقدام خدمہ عتبہ علیہ شما کردہ باشم ہیچ نہ کردہ باشم۔''

فرماتے ہیں: ''آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر آپ کے آستانے کے خادموں کی عمر بھر خدمت کرتا رہوں تو پھر بھی آپ کا حق تو ادا نہ ہو سکے گا۔''

دوستو! بھاگ تو ایسے لوگوں کو ہی لگتے ہیں، اور جو اپنے محسنوں کے قاتل ہوں، جو اپنے محسنوں کو ذبح کریں، وہ سرسبز کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ یہودی بھی یہی کیا کرتے تھے جو لوگ ان کے محسن تھے، ان کے مربی تھے، جنھوں نے زندگیاں ان کی تربیت کے لیے وقف کر رکھی تھیں، ان ہی کو اپنا دُشمن جانتے تھے، ان کے گریبان پھاڑتے تھے اور ان ہی کے قتل کے درپے تھے۔

يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ [البقرة: 61/2]

''ناحق پیغمبروں کو قتل کیا کرتے تھے۔''

اس جرم کی پاداش میں ان پر خدا کی لعنتیں برسیں اور وہ مغضوب ہوئے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ [البقرة: 61/2]

دوستو! یہ فقرہ غور سے سنیں، موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ کچھ لوگوں کو توحید کی شُدبُد ہوتی ہے، تو ادب کی لطافتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باریکیوں سے محروم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ادب کی شُدبُد ہوتی ہے، تو توحید کے معارف سے محروم ہوتے ہیں۔ مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا اور موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا، یہ بہت بڑی سعادت ہے دوستو! اور میں خدا سے اس سعادت کی بھیک مانگتا ہوں۔

آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ:

اگلی بات یہ عرض کرتا ہوں کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشن تھا کہ اس خطۂ زمین پر آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نافذ کریں۔ اے کاش! کہ تم اسے اپنا مشن بناؤ۔ محض چند فروعی اور اختلافی مسائل پر اپنی تمام توانائی کو غارت کر دینا اور احیائے دین اور آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے کام سے یکسر غافل ہونا، میں جُرم عظیم سمجھتا ہوں۔

اے کاش کہ آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے اس عظیم مقصد کو تم اپنے پیشِ نظر رکھو اور اس کے لیے مسلسل تگ ودو کرو، جس کے لیے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان تک کو نچھاور کر دیا تھا۔

دوستو! ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ وہ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں جو اپنا احتساب کرتے ہیں، جو اپنی گھات میں بیٹھ کر اپنی چوریاں پکڑتے ہیں:

خواہی اگر کہ عیب تو روشن شود تُرا
یکدم منافقانہ نشین در کمین خویش

ہم جو اتباعِ سنت پر اس قدر زور دیتے ہیں، تو کیا سچ مچ سُنت کی پیروی ہمارا شعار ہے؟ کیا چند فروعی مسائل پر جھگڑنا اتباعِ سنت ہے؟

اطاعتِ امیر

آپ غور کیجیے کہ احادیث میں اطاعتِ امیر پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ جماعتی نظم و ضبط کو برقرار رکھنے اور امیر کی اطاعت وانقیاد کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الْاَمِيرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَ مَنْ يَّعْصِ الْاَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِيْ [1]

جو امیر کی اطاعت کرتا ہے، وہ حقیقت میں میری اطاعت کرتا ہے اور جو امیر کی

[1] بخاری: 7137، مسلم: 4749

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافرمانی کرتا ہے، وہ حقیقت میں میری نافرمانی کرتا ہے۔ کچھ لوگ امیر کو بھینگی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں، اس لیے یہ بھی فرمادیا:

اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَلَوِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ [1]

دیکھو! امیر کی بات مانو، اگرچہ تم پر کالا بھجنگ حبشی غلام ہی کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔

آپ غور کریں، آپ کس طرح مجلس شوریٰ میں امیر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ باہر سے امیر آپ پر ٹھونس دیا جاتا ہو اور آپ دولتیاں جھاڑیں کہ کہاں سے آگیا ہے، پچھلے پچیس برسوں سے تو میں دیکھ رہا ہوں کہ خود امیر بناتے ہیں اور پھر خود ہی اس کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، خود اس کی ٹانگیں کھینچتے ہیں، خود اس کی تذلیل وتحقیر کرتے ہیں۔

دوستو! یہ کتنی بڑی نحوست ہے، یہ تو ہم نے اسلام کی عمارت کی بُنیادوں کو ڈھا دیا، تم کون سے اتباع سنت کا ذکر کرتے ہو، یہ خلفشار، یہ انتشار، یہ انارکی، یہ طوائف الملوکی کہ ہر شخص خاک اڑا رہا ہے، امیر کے سر پر بھی خاک پڑی ہوئی ہے، سب کے چہرے لتھڑے ہوئے ہیں، سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے:

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا

دوستو! کچھ لوگ تو ویسے ہی باغی ہوتے ہیں اور کچھ جماعت کے اندر رہ کر بھی امیر کو معطل کیے رکھتے ہیں اور حکم اپنا چلاتے ہیں، وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں سنگین مجرم ہیں۔ یہ جماعت کے اندر رہتے ہوئے امیر کو معطل کیے رکھتے ہیں اور اسے اُلو بنا کر اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ فریب اور دھاندلی، یہ کیا زندگی ہے جو تم بسر کر رہے ہو؟ یاد رکھو! جب تک جماعت کے تمام افراد امیر پر اس طرح جانیں نہ چھڑکیں، جس طرح پتنگے شمع دان پر گرتے ہیں، اسلام کے جماعتی نظام کی ابجد ہوز بھی سیدھی نہیں ہوتی۔ یہ دلوں میں ایک دُوسرے کے خلاف حسد اور بغض کا ہونا، یہ اڑنگا بٹنگی، یہ دھول دھپا اور دھینگا مُشتی، کیا یہ دینی زندگی ہے؟

بزرگوں کی تصنیفات

دوستو! ہمارے بزرگوں کی تصانیف کو دیمک چاٹ رہا ہے، ہم میں کوئی نہیں جوان

[1] مسند احمد: 403/6

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزرگوں کے حالاتِ زندگی کو ضبطِ تحریر میں لائے، عظیم شخصیتیں تمہارے ہاں گزری ہیں۔ لوگوں نے اپنے بزرگوں کے خادموں کے حالاتِ زندگی بھی لکھ ڈالے، تم کو کیا ہوا کہ جن لوگوں نے ساٹھ ساٹھ برس تک تمہاری بے لوث خدمت کی، ان پر قلم اُٹھانے کے لیے تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔ تمہیں الیکشن جیتنے اور ہارنے کا ایسا چسکا پڑ گیا ہے کہ اور کسی بات کا تمہیں ہوش باقی نہیں رہا۔ تمہاری درسگاہیں بنجر ہو گئیں، بانجھ ہو گئیں، ان درس گاہوں سے اب کوئی مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے، کوئی مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے، کوئی داؤد غزنوی رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے، نہ اہلِ قلم پیدا ہوتے ہیں، نہ مبلغ پیدا ہوتے ہیں، نہ مقرر پیدا ہوتے ہیں، نہ محقق پیدا ہوتے ہیں اور یہ باتیں تھیں غور کی۔ دوستو! تم دن رات اُکھاڑ پچھاڑ میں لگے رہتے ہو، یہ کیا زندگی ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے؟ آہ! کس قدر درد ہے میرے سینے میں جس کا اظہار کر رہا ہوں اور اس تلخ نوائی کے لیے آپ سے معذرت چاہتا ہوں، مرکزیت نہ ہو تو خلفشار ہے، انتشار ہے۔

امام اُسے بناؤ جسے رُوح کی گہرائیوں سے پیار کرو، چند برس پہلے بھی میں یہاں آیا تھا اور اپنی باتیں کہہ گیا تھا، مگر تمہارے سینوں میں دل نہیں، پتھر ہیں جن سے میری آواز ٹکرا کے لوٹ آئی ہے، تم نے اعراض ہی نہیں کیا، تم نے:

جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا [نوح: 7/71]

''تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے''

کی تمام سنتیں پوری کر دیں۔

اللہ کا ذکر کثرت سے کرو

ایک نصیحت تمہیں اور کرتا ہوں، روزانہ کچھ وقت اللہ اللہ بھی کیا کرو۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ہر وقت جدل و بحث ہی میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے یکسر غافل ہیں۔ ہمارے اسلاف تو ایسے نہ تھے، وہ سب ذاکر تھے، ان کی زبانیں ذکر سے رکتی نہ تھیں۔ شیخ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ ''غایۃ المقصود'' کے مقدمے میں حضرت عبداللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزنوی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كَانَ مُسْتَغْرِقًا فِيْ ذِكْرِ اللهِ فِيْ جَمِيْعِ اَحْيَانِهٖ

وہ آٹھوں پہر، چونسٹھ گھڑی خدا کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔

شیخ لکھتے ہیں:

وَكَانَ لَحْمُهٗ وَ عِظَامُهٗ وَاَعْصَابُهٗ وَاَشْعَارُهٗ مُتَوَجِّهًا اِلَى اللهِ فَانِيًا فِيْ ذِكْرِ اللهِ۔

ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھے، ان کا ہر ہر بُنِ مُو خدا کی طرف متوجہ رہتا تھا اور خدا کے ذکر میں فنا ہو گیا تھا۔

یہ تھے ہمارے اسلاف، ہم تو دنگا فساد اور لڑائی جھگڑے میں پڑ گئے، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دُوسرے آدمی کی کھلّی اُڑا رہا تھا اور اس پر پھبتی کس رہا تھا کہ تمہارا درود غیر مسنون ہے اور تم بدعتی ہو۔ میں نے اُسے کہا کہ بھائی آج جُمعہ تھا، خود تم نے کتنا درود پڑھا؟ یہ تو تم نے کہا کہ اس نے غلط درود پڑھا، مگر تمہاری اپنی زبان بھی تو ساکت و صامت تھی؟ مسنون درود پڑھنے کی آج ایک بار بھی تمہیں توفیق نہ ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَكْثِرُوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ [1]

''جُمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو۔''

ہم پر کیسی غفلت طاری ہوئی، جُمعہ کے دن ہم نے درود پڑھنا بھی چھوڑ دیا۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی عجب کیفیت ہوتی تھی، جمعہ کے دن، اُن کی زبان درود سے رُکتی نہ تھی، ان کی ایک عزیزہ نے جو ابھی زندہ ہیں اور معمر خاتون ہیں، مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جُمعہ کو عصر کے وقت میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ سے پوچھ بیٹھی کہ آپ نے میری فلاں چیز بازار سے منگوالی ہے؟ ان کا چہرہ متغیر ہو گیا، کہنے لگے تم کو کیا ہو گیا ہے؟ دیکھو ساری کائنات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشقوں کے درود فرشتے مدینہ منورہ لیے جا رہے ہیں۔ تم دنیا کی باتیں کر رہی ہو، درود پڑھو خدا کے لیے۔ یہ ہمارے اسلاف تھے دوستو! ہم کو کیا ہو گیا؟ صرف تخریب، صرف خاک اُڑانا ہمارا کام رہ گیا۔

[1] مستدرک: 421/2، علل الحدیث: 589، اذکار لابن السنی: 373، مصنف عبدالرزاق: 5338

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ کچھ وقت روزانہ اللہ، اللہ کیا کرو۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دُنیا میں خدا کے ذکر کی لذت سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں، دُنیا کی تمام لذتیں ذکر کی لذت کے سامنے ہیچ ہیں، ایک فقیر کہتا ہے:

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن پر آئی ہو

''میرا سینہ ذکر سے مہک اٹھا ہے، میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہوں۔''

خاقانی کہتا ہے:

پس از سی سال این نکتہ محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم باخُدا بُودن بہ ازملکِ سلیمانی

''تیس سال میں لذت کی تلاش میں پھرتا رہا۔ تیس سال کے بعد یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی کہ ایک لمحہ خدا کی معیت میں گزار دینا تخت سلیمانی کے ہاتھ آنے سے بھی بہتر ہے۔''

دوستو! خدا کا ذکر بڑی چیز ہے اور یہ بات بھی پلّے باندھو کہ لذّت آئے یا نہ آئے اس کے ذکر میں لگا رہنا چاہیے، جو آدمی لذّت آئے تو ذکر کرتا ہے اور نہ آئے تو نہیں کرتا ہے، وہ لذّت پرست ہے، اللہ پرست نہیں ہے۔ میرے ایک بزرگ کہا کرتے تھے:

یا بم او را یا نیابم جستجوئے میکنم
حاصل آید یا نیآید آرزوئے میکنم

''میں اسی کی جستجو میں لگا رہتا ہوں، اُسے حاصل کر سکوں یا نہ کر سکوں، یہ کیا کم ہے کہ اپنی تمنا کا چراغ اس نے میرے سینے میں جلا دیا ہے، اپنی آرزو سے میرے سینے کو آباد کر دیا ہے، یہ کرم کچھ کم ہے، جو اس نے مجھ پر کیا ہے۔''

دوستو! فراق ہو یا وصل ہو، کیف ہو یا بے کیفی ہو، قبض ہو یا بسط، اس کے آستانے پر جم کر بیٹھے رہو اور اللہ، اللہ کرتے رہو:

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیراو تمنّائے

''فراق اور وصل کیا چیز ہے؟ دوست کی رضا مانگو۔ حیف ہے جو اس سے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سوا کسی اور کی آرزو کرو۔"

اگر ذاکر ہر وقت کیف اور لذت میں رہے، تو اس میں غرور اور کبر پیدا ہو جائے اور ابلیس کی طرح راندۂ درگاہ ہو۔ یہ بے کیفی بھی اس کی ربوبیت ہے کہ اس بے کیفی کی حالت میں انسان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے اور اس میں عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے:

بہ دُرد و صاف تُرا حکم نیست دَم درکش
ہر آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

"تم دم سادھے رہو اور ساقی سے مت کہو کہ مجھے تلچھٹ پلاؤ یا مئے صافی دو۔ ساقی کی شفقت پر ایمان لاؤ وہ جو کچھ تیرے پیالے میں ڈالتے ہیں، عین لطف و کرم ہے۔"

یہ فراق اور وصل کی منزلیں، یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں: ایک عارف کہتا ہے:

ہمینم بس کہ داند ماہ رُویم
کہ من نیز از خریدارانِ اُویم

فرماتے ہیں کہ میں تو اسی بات پر وجد میں ہوں کہ میرا محبوب جانتا ہے کہ میں بھی اس کے طلب گاروں میں ہوں، اصل بات اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا ہے اور اس کے ذکر میں لگے رہنا ہے:

غالب کہتا ہے:

اس فتنہ خو کے دَر سے اب اُٹھتے نہیں اسدؔ
اس میں ہمارے سر پر قیامت ہی کیوں نہ ہو

دیکھو، غالب رند ہو کر کیسی استقامت کی بات کہہ گیا، تُف ہے ہم پر اللہ کے عاشق ہونے کا دعویٰ کریں اور اتنی استقامت بھی نہ دکھلا سکیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام صاحب تہجد کے وقت دُعا فرماتے تھے:

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا الْهَيْثَمِ

یا اللہ! تو ابو الہیثم پر رحم فرما۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے بڑا رشک آیا کہ یہ کون ہے، جس کے لیے اس قدر الحاح اور عاجزی سے دُعاء فرماتے ہیں۔ ایک دن جرأت کر کے پوچھ لیا کہ یہ ابوالہیثم کون ہے؟ فرمایا:

''جب مجھے دُرّے لگنے والے تھے اور مجھے جیل خانے کی طرف لے جا رہے تھے اور ضمیر فروش مولویوں نے آ کر مجھے تحریفیں کر کر کے آیتیں سنائیں اور کہا کہ کس نے اتنی ضد اور ہٹ کی ہے اے احمد، جو تم کر رہے ہو، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بھی کچھ ڈانواں ڈول ہونے لگا تھا، اس وقت ایک ڈاکو میرے سامنے آیا، جس کا بازو کٹا ہوا تھا، اس نے کہا، احمد میں ڈاکہ زنی کی پاداش میں کئی بار جیل جا چکا ہوں، میں جب رہا ہوا ہوں، سیدھا ڈاکہ ڈالنے کے لیے گیا۔ میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر بھی ڈاکہ ڈالتا رہا، اب میرا بازو کاٹ دیا گیا اور میں اب پھر ڈاکہ ڈالنے کے لیے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا احمد! میری یہ استقامت شیطان کے راستے میں ہے، حیف ہے تجھ پر اگر خدا کے راستے میں اتنی بھی استقامت نہ دکھا سکو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سُن کر میں استقامت کا پہاڑ بن گیا، اس کے لیے دُعا کرتا ہوں:

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا الْهَيْثَمِ

سودا قمارِ عشق میں خسرو سے کوہ کن
بازی اگرچہ لے نہ سکا سَر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے رُو سیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

پس اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا، اس کی غلامی پہ ناز کرنا، توحید و ادب کو یکجا کرنا، مرکزیت کو قائم کرنا، اپنے بزرگوں کی تصنیفات کو زندہ کرنا اور اپنی درسگاہوں سے جو بانجھ ہوگئی ہیں، جو بنجر ہوگئی ہیں، نکاسی کا سامان کرنا، یہ ہیں کام کرنے کے دوستو۔ اس بات کے لیے سر جوڑ کر بیٹھنا کہ نکاسی کیسے ہوگی؟ درسگاہوں سے اہلِ قلم کیسے نکل سکتے ہیں؟ مبلغ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟ مقرر کیوں کر پیدا کیے جائیں؟ ورنہ قحط ہوتا چلا جائے گا دوستو! نہ کوئی اہلِ قلم ملے گا، نہ مقرر ملے گا، نہ قاری ملے گا، نہ محدث ملے گا، بانجھ ہوتی چلی جائے گی یہ زمین اگر تم الیکشنوں میں لگے رہے دوستو! یہ باتیں ہیں کرنے کی۔ مرکزیت کو قائم کرنا۔ رُوح کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری گہرائیوں سے اس کے ساتھ وابستگی کو محسوس کرنا۔ جو شخص اللہ، اللہ نہیں کرتا ہے اس کے دل کا کھوٹ نہیں جاتا ہے۔ اس کو مرکز کے ساتھ وہ وابستگی نہیں ہو سکتی ہے، جو اللہ والوں کو اپنے مرکز سے ہوتی ہے۔

یادِ رفتگان

یہ درسگاہ حضرت صوفی عبداللہ صاحب نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ کی یادگار ہے، وہ کس قدر اللہ، اللہ کیا کرتے تھے۔ اللہ نے انہیں کیسی عزت بخشی تم الیکشن لڑلڑ کر ذلیل ہوئے، وہ اللہ کے ذکر میں فنا ہو کر معزز ہوئے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دل پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پچھلی مرتبہ جب میں یہاں تقریر کرنے لگا، تو اس وقت کوئی اور صاحب جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ غلبہ حال میں بھاگے ہوئے آئے اور صاحبِ صدر سے منت کی کہ اب میں صدارت کروں گا۔ کرسی صدارت پر بیٹھ گئے اور ان پر جذب کی حالت طاری تھی، میں گفتگو کر رہا تھا اور ان کا چہرہ تمتما رہا تھا:

اس رُخِ آتشیں کی شرم سے رات
شمع مجلس میں پانی پانی تھی

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بیمار ہوئے، تو اُن کی عیادت کے لیے میں لاہور سے لائل پور (فیصل آباد) آیا۔ اُنہوں نے میرے ساتھ مل کر دعاء کی اور بہت دیر تک دُعاء کرتے رہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت سید مولا بخش کوموی رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے، ان کے ساتھ الگ بیٹھ کر دُعاء مانگنے کا شرف بھی مجھے حاصل ہوا۔ یہ آخری دُعاء تھی جو حضرت کوموی رحمہ اللہ نے میرے ساتھ مانگی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے ساتھ میری یہ آخری دُعاء ہے تو میں دُعا کو اور لمبا کرتا۔

جب حرمین سے واپسی ہوئی تو جدہ میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ دو منٹ کے لیے ملاقات ہوئی۔ خیریت پُوچھی اور پھر دُعاء کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ یہ آخری دُعاء تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ میں نے مانگی اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ آخری دُعاء مانگ رہے ہیں۔

دیکھئے! یہ قافلہ کس تیزی سے رخصت ہو رہا ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ رخصت ہوئے، حضرت گوموی رحمہ اللہ رحلت فرما گئے، مولانا عبداللہ رحمہ اللہ روڑی والے بھی وفات پا گئے، یہ وہ لوگ تھے جنہیں کسی عُہدے کی ہوس نہ تھی اور اس کے باوجود عہدوں کی ہوس کرنے والوں سے زیادہ معزز تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو مثبت انداز میں دین کا کام کرتے رہے، یہ وہ لوگ تھے جو اپنے مشن میں فنا ہوئے، یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا

”آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے مختص کر دیا ہے جو روئے زمین پر منصب کی بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں۔“ [القصص: 83/28]

آپ نے غور فرمایا کہ اس آیت میں لفظ عُـلُـوًّا استعمال کیا اور اب تو ہر شخص کو یہ لت پڑی ہے کہ وہ ناظمِ اعلیٰ ہو، ناظمِ اعلیٰ کا لفظ بھی عُلُوّ سے ہے اور یہ وہی بیماری ہے، جس کا قرآن ذکر کر رہا ہے، جن لوگوں کو ناظمِ اعلیٰ بننے کی ہوس ہے وہ ”یُـرِیْـدُوْنَ عُـلُـوًّا“ کے زمرے میں شامل ہیں، اور جو اڑنگا پچھنی اور دھینگا مُشتی میں لگے ہیں، وہ فَسَــــادًا کے زمرے میں شامل ہیں۔ یاد رکھو جو اپنے آپ کو خدا کی راہ میں فنا کرتا ہے خدا اسے بقا بخشتے ہیں، اس کو سچی اور دائمی عزت عطا فرماتے ہیں۔

آیئے! ہم اب سب مل کر دُعا کریں کہ خدا ان سب کی قبروں کو نُور سے بھر دے اور جو باتیں ہم نے کہی ہیں، ان پر مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابت حدیث عہد نبوی ﷺ میں

احادیث رسول ﷺ کے بارے میں دو اہم سوال ہمارے سامنے آتے ہیں:

1 احادیث کی جمع و تدوین کا آغاز کب ہوا؟ احادیث کا یہ ذخیرہ کن مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے؟ وضاعینِ حدیث نے کیا کیا؟ اور محدثین احادیث کی چھان پھٹک میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟ کتب احادیث جو اس وقت موجود ہیں، ایک غیر جانب دار شخص کے لیے کس حد تک شائستہ اعتماد ہیں؟

2 احادیث کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فقہ اسلامی کے مآخذ میں انہیں کیا مقام حاصل ہے؟ جب تک یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ احادیث کی ثقاہت کا کیا حال ہے؟ ان کی شرعی حیثیت پر بات کرنا منطقی اعتبار سے غلط ہے۔ اس موضوع پر اکثر لکھنے والوں کا انداز موضوعی (SUBJECTIVE) ہے اور ان کی کتابیں تحقیق سے کہیں زیادہ ان کے ذاتی رجحانات اور جذبات کی آئینہ دار ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس موضوع پر معروضی (OBJECTIVE) انداز میں مقالے لکھے جائیں۔

تدوینِ احادیث کے بارے میں پہلا سوال جو اُبھر کر ہمارے سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ خود عہدِ نبوی ﷺ میں حفاظت و جمعِ احادیث کا اہتمام کس حد تک ہو سکا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عرب قوم کا حافظہ غیر معمولی تھا اور اس والہانہ عقیدت اور شیفتگی کی بناء پر جو وہ رسول اکرم ﷺ سے رکھتے تھے، ان کے ارشاداتِ گرامی کو حفظ کرنے کا انہیں بڑا اشتیاق تھا، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم لوگ رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں سنتے اور جب آپ ﷺ مجلس سے تشریف لے جاتے، تو ہم آپس میں حدیثوں کا دَورہ کرتے۔ یکے بعد دیگرے ہم میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شخص ساری حدیثیں بیان کرتا، اکثر مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد ساٹھ تک ہوتی اور وہ سب باری باری بیان کرتے، پھر جب ہم اُٹھتے تو حدیثیں یُوں یاد ہوتیں، گویا وہ ہمارے دِلوں پر نقش ہوگئی ہیں۔"

مگر یہ کہنا سراسر حقائق کی تکذیب ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں احادیث ضبطِ تحریر میں نہیں لائی گئیں اور کتابت وتدوین کا کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے نوے برس بعد شروع ہوا اور اس درمیانی عرصے میں محض زبانی روایتوں پر مدار رہا۔ حدیث اور تاریخ کی مُستند کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محض حافظے پر ہی اعتماد نہیں کیا، بلکہ وہ احادیث کو ضبطِ تحریر میں بھی لاتے تھے اور احادیث کا بہت بڑا سرمایہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں مرتب ہو چکا تھا۔

احادیث کا یہ ذخیرہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں قلمبند ہوا، اس کی تعداد اُن احادیث سے ہرگز کم نہیں، جو آج حدیث کی مستند اور مطبوعہ کتابوں میں موجود ہیں، ان احادیث کو جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قلمبند ہوئیں، تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. وہ احادیث، جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے لکھی گئیں۔
2. وہ احادیث، جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر لکھا۔
3. وہ احادیث، جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سنا اور مجلس برخاست ہونے کے بعد قلمبند کیا۔

جو احادیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُکم سے لکھی گئیں

صحیفہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ:

1. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ، صدقات اور خوں بہا کے احکام پُوری تشریح کے ساتھ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کے لیے لکھوا کر دیے۔ [1]

اس کی نقول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے خاندان میں اور متعدد اشخاص

[1] شرح معانی الآثار، طحاوی ج:2 ص:417

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس موجود تھیں۔ [1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ صدقات کی تلاش کے لیے اہلِ مدینہ کے پاس قاصد بھیجا، تو وہ مجموعۂ احکامِ صدقات عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ صحابی کے لڑکوں کے ہاں سے مل گیا۔ [2]

ڈاکٹر حمیداللہ صاحب ''صحیفۂ ہمام بن منبہ'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

> عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا، بلکہ اکیس دیگر فرامینِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی فراہم کیے جو بنی عادیا اور بنی عریض کے یہودیوں، تمیم داری، قبائل جہینہ و حذام وطی و ثقیف وغیرہ کے نام سے موسوم تھے اور ان سب کی ایک کتاب تالیف ہوئی، جو عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی دستاویزوں یا سرکاری پروانوں کا اوّلین مجموعہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ اس کی جو روایت تیسری صدی ہجری میں دیبل کے مشہور محدّث ابوجعفر الدیبلی رحمہ اللہ نے کی ہے اور جن کے حالات انساب سمعانی دیبلی اور معجم البلدان یاقوت دیبل میں بھی ملتے ہیں، محفوظ ہے اور ہم تک پہنچی ہے، کتب خانہ ''المجمع العلمی'' دمشق میں محفوظ ہے نیز جو چھپ بھی گئی ہے۔ اس میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی یہ تالیف بطورِ ضمیمہ شامل اور محفوظ کر دی گئی ہے۔ [3]

قبیلۂ جہینہ کے نام:

2 عبداللہ بن الحکیم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تحریر ہمارے قبیلہ جہینہ کو پہنچی، جس میں مختلف احادیث تھیں اور یہ حدیث بھی تھی کہ مُردار جانوروں کی کھال اور پٹھے بغیر پکائے ہوئے کام میں نہ لاؤ۔ [4]

صحیفۂ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

3 حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ حضر موت کے شہزادوں میں سے تھے۔ مدینہ منورہ حاضر ہو

---

[1] دار قطنی، کتاب الزکوۃ ص: 209

[2] دار قطنی ص: 451

[3] صحیفۂ ہمام بن منبہ ص: 29

[4] ترمذی جلد 1 ص: 206 طبرانی صغیر ص: 217

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر مسلمان ہوئے، کچھ دن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے، جب وطن جانے لگے، تو آپ ﷺ نے ایک صحیفہ لکھوا کر اُنہیں دیا جس میں نماز، روزہ، شراب، سُود وغیرہ کے احکام تھے۔ [1]

صحیفہ اہلِ یمن:

4 دارمی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یمن والوں کو بھی ایک صحیفہ لکھوا کر بھیجا تھا، جس میں مختلف احکام تھے۔ دارمی کے الفاظ یہ ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَتَبَ اِلٰی اَھْلِ الْیَمَنِ اَنْ لَّا یَمَسَّ الْقُرْآنَ اِلَّا طَاھِرٌ وَلَا طَلَاقَ قَبْلَ مَلَاکٍ وَ لَا عَتَاقَ حَتّٰی یَبْتَاعَ [2]

''نبی کریم ﷺ نے یمن والوں کی طرف لکھ بھیجا کہ قرآن مجید صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا ہے، نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جا سکتا۔''

کتاب الصّدقہ:

5 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اپنے عاملوں کے پاس بھیجنے کے لیے کتاب الصّدقہ لکھوائی تھی، لیکن اسے بھیجنے سے قبل ہی آپ ﷺ رحلت فرما گئے۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، تو وہ کتاب عاملوں کے پاس بھیجی گئی۔ کتاب الصّدقہ میں جانوروں کی زکوٰۃ کے متعلق مسائل تھے۔ [3]

خطوط ووثائق:

6 احادیث کے ان کتابی ذخیروں کے علاوہ، سینکڑوں کی تعداد میں وہ خطوط اور وثیقے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں بادشاہوں، قبیلوں، سرداروں اور دوسرے لوگوں کے نام لکھوائے اور خود ان پر مہر ثبت کی۔ اس قسم کے خطوط ووثائق کو

[1] طبرانی صغیر، ص: 242-241

[2] مسند دارمی، ص: 393

[3] ترمذی، ج: 1 ص: 79

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے جمع کیا ہے، اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ یہ خطوط ووثائق ''مجموعۃ الوثائق السیاسیہ'' کے نام سے 1941ء میں قاہرہ سے شائع ہوئے اور اس وقت پیشِ نظر ہیں، اس مجموعہ میں وہ خطوط ووثائق بھی شامل ہیں، جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے لکھے، اس مجموعہ میں 281 خطوط وثائق ایسے ہیں، جن کا تعلق فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، ان خطوط میں ایک خط وہ بھی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقوقس شاہ مصر کے نام بھیجا تھا، یہ خط مصر کے آثارِ قدیمہ کی کھدائی میں برآمد ہوا اور آج بھی مصر میں موجود ہے۔ [1]

یہ برآمد شدہ خط حدیث کی مُستند کتابوں میں منقول ہے، اصل خط کُتب حدیث کی روایت کے عین مطابق ہے اور یہ مطابقت کُتب حدیث کے مُستند ہونے کی دلیل ہے۔ اصل خط کا عکس بھی بارہا شائع ہو چکا ہے۔ [2]

اسی طرح نجاشی اور منذر بن ساوی کے نام جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغی خطوط لکھے ان کی اصلیں موجود ومعروف ہیں۔ [3]

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دستاویز:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو وہاں طوائف الملوکی اور قبائلیّت تھی۔ عرب اوس اور خزرج کے بارہ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور یہودی بنو النضیر، بنو قریظہ وغیرہ دس قبیلوں میں منقسم تھے، جن میں نسلاً بعد نسل باہم لڑائی جھگڑا چلا آ رہا تھا۔ ہر قبیلے کا الگ راج تھا۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے سقیفہ یا سائبان میں اپنے امور طے کرتا تھا، کوئی مرکزی شہری نظام نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے چند مہینے بعد ہی وہاں ایک حکومت اور شہری مملکت کی بُنیا د رکھی۔ وہاں کے باشندوں یعنی مہاجرین، انصار، یہود اور غیر مسلم عربوں سے مشورہ کرنے کے بعد ایک دستور مملکت نافذ فرمایا، جس میں حاکم ومحکوم

---

[1] مجموعۃ الوثائق صفحہ 50

[2] جرنل ایشیاٹک پیرس 1854ء صفحہ 482-498 اسلامک ریویو جنوری، فروری 1917ء اور مجلۃ الہلال، اکتوبر، نومبر، دسمبر 1904ء، مصر، مجلہ عثمانیہ حیدر آباد دکن جلد 9 جون 1936ء

[3] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی۔ صفحہ 136,123

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کے حقوق وواجبات کی تفصیل ہے۔ یہ ایک اہم دستاویز ہے جسے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں اور ابو عبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''الاموال'' اور بعد کے مصنفین میں سے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں اور ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں مکمل نقل کیا ہے۔ اس دستاویز میں ترپن جملے ہیں یا قانون کی بولی میں یوں کہیے کہ ترپن دفعات ہیں۔ اس زمانے کی قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا یہ بہترین مرقع ہے۔

اس دستور کے پہلے فقرے میں ایک اسلامی وحدت کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے جس میں مہاجرین مکہ، انصار مدینہ اور وہ لوگ جو اُن کے تابع رہ کر ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ ہوں، شامل تھے اور یہ سیاسی وحدت ''محمد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی اطاعت کرے گی۔ ترپن دفعات کے اس دستور میں پانچ مرتبہ ''اهل هذه الصحيفة'' کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک لکھی ہوئی تحریر تھی ورنہ صحیفہ کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا تھا، اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ایسی ملتی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکماً لکھوائیں۔ اس مختصر مقالے میں ان سب کو حیطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

وہ احادیث جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے لکھی گئیں:

حدیث اور تاریخ کی مستند کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو احادیث قلمبند کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کاتب حدیث اپنے ایک بیان کی ابتدا یوں فرماتے ہیں:

بَیْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَكْتُبُ [1]

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پاس بیٹھے لکھ رہے تھے۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کتابتِ حدیث کا انداز یہ ہوتا تھا کہ آپ درمیانِ محفل تشریف فرما ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت آپ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھی ہے اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم لکھتے جاتے ہیں، یہ تو بالکل املا کی شکل ہوئی، ساتھ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بھی پیشِ نظر رکھیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بات کو دو دو تین تین بار دُہراتے تاکہ لوگوں کو سمجھنے میں سہولت ہو، اس

[1] دارمی ص:68

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحتِ تعین کے ساتھ احادیث قلمبند کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ:

آیئے، ہم ان احادیث کا جائزہ لیں، جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر ضبطِ تحریر میں لاتے رہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے انہیں ''العالم الربانی'' کا لقب دیا ہے، آپ نے انہیں ان کے والد پر فضیلت دی ہے۔ تحصیلِ علم کا انہیں بے حد شوق تھا، تورات اور انجیل کے بھی عالم تھے، پھر ان کا زہد و تقویٰ اور ان کی عبادت و ریاضت عہدِ رسالت ہی میں مسلّم تھی۔ [1]

اب ان کی کتابتِ حدیث کا حال خود اُن کی زبانی سنیے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی حدیثیں سنتے ہیں جو ہمیں یاد نہیں رہتیں؟ کیا ہم وہ لکھ نہ لیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَلٰی. فَاكْتُبُوْهَا [2]

''کیوں نہیں تم انہیں لکھ لیا کرو۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حدیث کی کتابت شروع کی اور انتہائی شغف اور انہماک کے ساتھ احادیث قلمبند کرنے لگے۔

وہ فرماتے ہیں، جو کچھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا، بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو کتابتِ حدیث سے منع کیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ قریش کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں، بہت سی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ کی حالت میں بھی فرماتے ہیں، اس لیے احادیث نہ لکھا کرو، میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم لکھ لیا کرو۔ پھر دہانِ مبارک کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرکے فرمایا:

[1] تذکرۃ الحفاظ ج:1 ص:356

[2] ابوداؤد: 3646، مسند احمد: 207/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ [1]

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔''

الصحیفۃ الصادقۃ:

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کتابتِ حدیث کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور لکھتے لکھتے ان کے پاس احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ حدیث کی اس کتاب کے متعلق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

فَاَمَّا الصَّادِقَةُ فَصَحِیْفَةٌ کَتَبْتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''صادقہ وہ کتاب ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست میں نے حدیثیں سُن کر لکھی ہیں۔''

صادقہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بڑی محبت تھی اور اسے اپنی زندگی کا عزیز ترین سرمایہ سمجھتے تھے، فرمایا کرتے تھے:

مَا یُرَغِّبُنِیْ فِی الْحَیٰوةِ اِلَّا الصَّادِقَةُ [2]

''صحیفہ صادقہ کے سوا کوئی چیز نہیں جو مجھے زندہ رہنے کی آرزو دلائے۔''

اب رہا یہ سوال کہ حدیث کی کتاب صادقہ کتنی ضخیم تھی اور اس میں کتنی احادیث درج تھیں، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ جن سے احادیث کثرت سے مروی ہیں اور جن کی روایتوں کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے، فرماتے ہیں:

مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَحَدٌ اَکْثَرُ حَدِیْثًا عَنْهُ مِنِّیْ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّهٗ کَانَ یَکْتُبُ وَلَا اَکْتُبُ [3]

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں نہ تھیں ہاں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس مجھ سے حدیثیں زیادہ تھیں، اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔''

---

[1] ابوداؤد: 3646، احمد: 162/2، حاکم: 106/1، جامع بیان العلم: 71/1

[2] دارمی

[3] بخاری: 113، مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص: 83، فتح الباری: 184/1

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے احادیث کو ابھی قلمبند نہیں کیا تھا۔ بہر حال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان بالکل واضح اور غیر مبہم ہے اور اس بیان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی زیادہ تھیں۔ اس بات کی توثیق حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے اور زیادہ ہوتی ہے:

كُنْتُ اَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1]

"میں جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کرتا تھا لکھ لیا کرتا تھا۔"

ان لکھی ہوئی حدیثوں کا ہی نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واضح اور غیر مبہم قول سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ صادقہ میں پانچ ہزار تین سو چوہتر سے بھی زیادہ حدیثیں تھیں، جب کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی غیر مکرر حدیثوں کی تعداد چار ہزار سے بھی زیادہ نہیں اور جن میں کافی حصہ ان حدیثوں کا ہے جو دونوں کتابوں میں مشترک ہیں اور موطا امام مالک جسے بعض حضرات بخاری اور مسلم پر فوقیت دیتے ہیں اس کی مرویات کی تعداد سترہ سو بیس ہے تو تنہا ایک صحابی کی کتاب صادقہ کی روایات ان کتابوں کی مرویات سے زیادہ تھیں۔ یہ نسخہ ان کے خاندان میں عرصے تک محفوظ رہا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی جمع کی ہوئی حدیث کی کئی کتابیں ان کے پوتے شعیب کے پاس تھیں:

وَجَدَ شُعَيْبُ كُتُبَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَكَانَ يَرْوِيْهَا عَنْ جَدِّهٖ [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پوتے شعیب کے پاس حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی کتابیں تھیں اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے رہے۔

قَالَ اَبُوْبَكْرِ بْنُ خَيْثَمَةَ سَمِعْتُ هَارُوْنَ ابْنُ مَعْرُوْفٍ يَقُوْلُ لَمْ يَسْمَعْ عَمْرٌو مِنْ اَبِيْهِ شَيْئًا اِنَّمَا وَجَدَهٗ فِيْ كِتَابِ اَبِيْهِ [3]

"عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے اپنے والد سے سنا نہیں،

[1] ابوداود: 3646، جامع بیان العلم: 71/1، تحفۃ الاحوذی، ص: 83

[2] تہذیب التہذیب ج: 8، ص: 54

[3] ایضا ص: 53

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ عمرو کے پاس اپنے والد کی کتاب تھی، جس میں یہ حدیثیں انہیں ملی تھیں۔"

عہدِ نبوی ﷺ میں حدیث کی کتابت تنہا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہی نہیں کرتے رہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی جو حدیث کی کتابت کا کام سرانجام دیتی رہی۔

اگر طبع نازک پر گراں نہ گزرے تو مشہور محدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کے ایک دو فقرے سُن لیجیے:

قَدْ ظَنَّ بَعْضُ الْجَهَلَةِ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ اَنَّ الْاَحَادِيْثَ النَّبَوِيَّةَ لَمْ تَكُنْ مَكْتُوْبَةً فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا فِيْ عَهْدِ الصَّحَابَةِ كُتِبَتْ وَ جُمِعَتْ فِيْ عَهْدِ التَّابِعِيْنَ قُلْتُ ظَنُّ بَعْضِ الْجَهَلَةِ هٰذَا فَاسِدٌ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَدَمِ وُقُوْفِهٖ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْحَالِ [1]

"اس دور کے بعض جاہلوں کا گمان ہے کہ احادیث نہ تو عہدِ نبوی ﷺ میں لکھی گئیں، نہ عہدِ صحابہ بلکہ تابعین کے عہد میں اکٹھی کی گئیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا فرماتے ہیں "میں یہ کہتا ہوں کہ جاہلوں کا یہ گمان فاسد ہے اور حقیقتِ حال سے عدم واقفیت کی بناء پر وہ ایسا کہتے ہیں۔"

تفنّن برطرف ہوسکتا ہے، جو کچھ انہوں نے کہا ہے گزارش احوال واقعی ہو لیکن مجھے تو معروضی انداز میں بات کہنی ہے **جَهَلَةٌ** کا لفظ کہنے کی جسارت کیوں کرنے لگا۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حدیث اور تاریخ کی مستند کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ احادیث کو ضبطِ تحریر میں لاتے تھے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی بہت پہلے کتابتِ حدیث کا کام شروع ہو چکا تھا، وہ خود فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حاضر تھی، میں بھی موجود تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ [2]

"جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا تا ہے۔"

جب مجلس برخاست ہوئی اور ہم لوگ وہاں سے چلے، تو میں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے

---

[1] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص: 18

[2] بخاری: 110، 6197، مسلم: 4

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ یہ وعید سُن لینے کے بعد آپ لوگوں کو رسول ﷺ کی حدیث بیان کرنے کی جرأت کیسے ہوتی ہے؟ ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، برادرزادے! رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ ہم نے سُنا ہے، وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔ [1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے دربارِ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگ آپ کی زبان مبارک سے بہت سی باتیں سُنتے ہیں اور انہیں لکھ لیتے ہیں، آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لکھ لیا کرو، اس میں کوئی مضائقہ نہیں" [2]

کنز العمال اور مجمع الزوائد کی اس روایت کی تائید مسند امام احمد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

ایک دفعہ مروان نے خطبہ میں بیان کیا کہ مکہ حرم ہے، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا اور مدینہ بھی حرم ہے اور یہ بیان میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے، اگر تم چاہو، تو پڑھ کر سنادوں۔ [3]

آپ کے آزاد کردہ غلام اور خادم ابورافع رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ سے حدیث لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی تھی۔ [4]

ابورافع رضی اللہ عنہ اصل میں مصری تھے اور پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے غلام تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا، تو آپ ﷺ نے فوراً آزاد کردیا۔ [5]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لکھنے کی محض اجازت ہی نہیں دی، متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کو کتابتِ حدیث کی خود ترغیب بھی دیتے رہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ

---

[1] مجمع الزوائد، ج: 2 ص: 152

[2] کنز العمال، ج: 5، ص: 223

[3] مجمع الزوائد، ج: 4، ص: 14

[4] طبقات ابن سعد ج: 4، حصہ دوم ص 11

[5] الروض الانف للسھیلی، ج 2، ص 78

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا علم کو مقید کرلو، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مقید کرنے سے آپ ﷺ کی مراد کیا تھی؟ فرمایا، لکھنا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ اسے حدیثیں یاد نہیں رہتی ہیں۔ ارشاد ہوا اپنے ہاتھ کی مدد لو یعنی لکھ لیا کرو۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ نے ہاتھ سے کام لینے کا حکم دیا۔ [3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ صرف خود احادیث کو قلمبند کیا، بلکہ اپنے بچوں کو نصیحتیں کیں کہ احادیث لکھ لیا کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں سے کہا تھا:

يَا بَنِيَّ قَيِّدُوْا هٰذَا الْعِلْمَ [4]

''میرے بچو اس علم کو ضبط تحریر میں لاؤ۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مجموعۂ احادیث

حدیث کی روایت کرنے والوں میں ایک مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کا شمار اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، جن سے احادیث کثرت سے مروی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ انصاری تھے۔ رسول اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو انس رضی اللہ عنہ ابھی کمسن تھے، کوئی دس برس کی عمر ہوگی، ان کے ماں باپ نے والہانہ عقیدت کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کے لیے انہیں وقف کردیا اور وقف کرتے وقت کہا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ! هٰذَا ابْنِيْ وَ هُوَ غُلَامٌ كَاتِبٌ [5]

''یہ میرا بیٹا ہے وہ ابھی بچہ ہے مگر فنِ کتابت جانتا ہے۔''

محدّثین کی ایک جماعت نے سعید بن ہلال کی زبانی روایت کی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب ہم زیادہ اصرار سے کہتے، تو ہمارے لیے ایک

[1] مجمع الزوائد، ص: 152

[2] مجمع الزوائد، ص: 152

[3] کنز العمال، ج: 5، ص: 226

[4] دارمی، ص: 491

[5] اسد الغابہ، ج: 1، ص: 128

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکا نکالتے اور کہتے کہ یہ وہ حدیثیں ہیں، جو میں نے نبی ﷺ سے سُنیں اور لکھ کر دربارِ رسالت ﷺ میں پیش کی ہیں۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کتابتِ حدیث کے سلسلے میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ صرف احادیث قلمبند ہی نہیں کرتے تھے، وہ اصلاح اور تصیحح کی غرض سے حضور کی خدمت میں پیش بھی کرتے تھے۔ ہم اس بیان کی روشنی میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو مرویات ہیں، انہیں آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی توثیق حاصل ہے اور وہ زمانۂ نبوت ہی میں قلمبند ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کی جا چکی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ دن رات رسول اللہ ﷺ کے مکان پر رہتے تھے اور آپ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرمانے تک آپ ہی کے ہاں رہے اور ان کے والدین کا بیان بھی یاد رہے کہ یہ ہمارا بیٹا فنِ کتابت سے آشنا ہے۔ دس برس مسلسل حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی معیت کا شرف حاصل رہا، یہی وجہ ہے کہ موجودہ کُتب احادیث میں آپ سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرویات مختلف لوگوں کے ہاتھوں قلمبند ہو کر پھیل چکی تھیں، ابان تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ کر حدیثیں لکھتے تھے۔ [2]

آپ ﷺ کے حکم سے یا آپ ﷺ کی اجازت سے جو مجموعہ ہائے احادیث ضبطِ تحریر میں لائے گئے، ان کی چند مثالیں میں نے عرض کی ہیں، اگر کریدا جائے، تو حدیث اور تاریخ کی مستند کتابوں سے کتابتِ حدیث کا اور مواد بھی دستیاب ہو سکتا ہے۔ کتابتِ حدیث کی بعض اتفاقی صُورتیں بھی پیش آتی رہیں۔

صحیح بخاری، سنن ابی داؤد اور ترمذی میں ہے کہ 8ھ میں فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ دیا، تو ایک یمنی صحابی ابو شاہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُكْتُبُوْا لِيْ

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے یہ لکھ دیجئے۔''

---

[1] مستدرک حاکم

[2] دارمی ص:28

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے حکم دیا:

اُكْتُبُوْهُ لِاَبِیْ شَاهٍ ''ابوشاہ کو خطبہ لکھ دو۔'' [1]

منعِ کتابت والی حدیث کی تشریح:

یہ بات واضح ہوئی کہ آنحضرت ﷺ حکماً احادیث لکھواتے رہے، کتابتِ احادیث کی ترغیب دیتے رہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی درخواست پر انہیں لکھنے کی اجازت مرحمت فرماتے رہے اور یوں آپ کی زندگی ہی میں کئی صحیفے مرتب ہو چکے تھے۔ اب یہ سوال بدیہی طور پر اُبھر کر ہمارے سامنے آتا ہے کہ جب کتابتِ حدیث کا یہ کچھ اہتمام ہوا تو اس حدیث کی توجیہہ کیا ہوئی جو مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَكْتُبُوْا عَنِّیْ شَيْئًا غَيْرَ الْقُرْآنِ [2]

''قرآن کے علاوہ مجھ سے کوئی بات نہ لکھو۔''

اس حدیث میں اور متعدد احادیث میں، جن میں کتابتِ حدیث کی ترغیب یا اجازت دی گئی ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ قرآن مجید آہستہ آہستہ نازل ہو رہا تھا، جو آیتیں نازل ہوتیں رسول اللہ ﷺ ان کا اعلان فرماتے اور ان آیات کی تبیین و توضیح فرماتے، آپ ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وہ سب کچھ ایک ہی کاغذ پر لکھ لیا کرتے تھے، جیسا کہ ایک دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا نَكْتُبُ مَا نَسْمَعُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا هٰذَا تَكْتُبُوْنَ فَقُلْنَا مَا نَسْمَعُ مِنْكَ فَقَالَ: أَكِتَابٌ مَعَ كِتَابِ اللّٰهِ؟ اُمْحُضُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَاَخْلِصُوْهُ فَقَالَ فَجَمَعْنَا مَا كَتَبْنَاهُ فِیْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اَحْرَقْنَاهُ

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اسے بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: یہ کیا

[1] بخاری: 112، 6880، مسلم: 3305، 3306، ابوداؤد: 2017، ترمذی: 2667، نسائی: 4799

[2] مسلم: 7510، ترمذی: 2665، شرح السنۃ: 234/1

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھ رہے ہو؟

ہم نے عرض کیا، وہی جو کچھ آپ ﷺ سے سنتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا خدا کی کتاب کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی جارہی ہے۔ اللہ کی کتاب علیحدہ کرواور اسے خالص رکھو۔ پس ہم نے جو کچھ لکھا تھا ایک جگہ اکٹھا کیا اور جلا دیا۔" [1]

آپ نے غور کیا کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا آپ کیا لکھ رہے ہیں، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، جو کچھ آپ سے سنتے ہیں یعنی وہ قرآن و حدیث میں کوئی امتیاز نہیں کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث کو یوں خلط ملط کرنا کہ دونوں میں حدِ فاصل کھینچنا مشکل ہو، دینی مقاصد کے لیے سخت نقصان دہ تھا، آپ ﷺ نے روکا اس بات سے تھا کہ اللہ کی کتاب یوں مت لکھو کہ دونوں میں امتیاز باقی نہ رہے، آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ دوسری کتاب مت لکھو۔ آپ ﷺ نے تو یہ کہا کہ اَمْحَضُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَاَخْلِصُوْهُ خدا کی کتاب کو علیحدہ کرواور اسے خالص و بے آمیز کرو۔ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث کی کتابت مطلقاً منع فرما دی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو احادیث قلمبند کرنے سے ہی منع کر دیا تھا، اس بیان کی تائید حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے:

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ كَتَبْتُ عَنْ اَبِیْ كِتَابًا فَقَالَ لَوْ لَا اَنَّ فِيْهِ كِتَابَ اللّٰهِ لَاَحْرَقْتُهُ [2]

"ابو بردہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے ایک کتاب نقل کی تھی، تو انہوں نے فرمایا اگر اس میں اللہ کی کتاب نہ ہوتی، تو میں اسے جلا دیتا۔"

اس روایت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابتدا میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کلامِ الٰہی اور احادیث و روایات کو ایک ہی کاغذ پر لکھ لیتے تھے اور یوں خلط ملط کر دیتے تھے کہ قرآن و حدیث میں امتیاز باقی نہیں رہتا تھا۔

---

[1] مجمع الزوائد، ج: 1، ص: 59، مسند احمد: 12/3

[2] مجمع الزوائد، ج: 1، ص: 60

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جب قرآن وحدیث کا فرق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر واضح ہو گیا اور وہ مسودے ضائع کر دیے، جن میں قرآن و حدیث کو خلط ملط کیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن وحدیث کو ایک ہی مسوّدے میں خلط ملط نہیں کرتے ہیں اور اس سے یکسر احتراز کرنے لگے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کو قلمبند کیا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں منعِ کتابت والی حدیث اور اذن کتابت والی متعدد احادیث و روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کئی احتمالات کا ذکر کیا ہے، مجھے مذکورہ بالا احتمال وقیع معلوم ہوتا ہے۔

بہر حال حکم واذن کتابت کی تمام احادیث و روایات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اور سیاق وسباقِ عبارت کو حذف کرتے ہوئے اور حکم کی علّت پر پردہ ڈالتے ہوئے محض **لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنِ** کے فقرے پر ہنگامہ بپا کرنا علمی دیانت کے یکسر منافی ہے۔

یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ وہ لوگ جن کی نظر میں یہ مجموعہ ہائے احادیث ساقط الاعتبار ہیں، بدیہی طور پر یہ حدیث بھی ان کی نظر میں ساقط الاعتبار ہونی چاہیے اور انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس حدیث سے استدلال کریں۔ اپنے طبعی رجحانات کی تائید میں جو حدیث مل جائے اسے صحیح قرار دینا اور جو احادیث طبعی رجحانات کے خلاف ہوں، انہیں ناشائستہ اعتماد ٹھہرانا جذباتیت ہے اور علمی تحقیق اور معروضیت کے یکسر منافی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنِ کتابت کو ترقی اور فروغ دینے کے لیے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مساعیِ جمیلہ

اس مسئلے پر ایک دوسرے زاویے سے بھی نظر ڈالنی چاہیے، خود فنِ کتابت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رجحانات کیا تھے؟

فنِ کتابت کے خلاف کوئی تنفر تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ تھا، جو اس زمانے میں ملک عرب کے اکثر باشندوں میں پایا جاتا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ اسلام سے قبل باشندگانِ عرب میں لکھنے پڑھنے کا قطعاً شوق نہ تھا، بلکہ صحرائی قبائل لکھنے پڑھنے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور لکھنے پڑھنے کے خلاف حقارت کا یہ جذبہ آج تک صحرائی قبائل میں بدستور باقی ہے۔ ذوالرمہ، وہ آخری مخضرم شاعر اس بات کو چھپاتا رہا کہ وہ فنِ کتابت سے آشنا ہے، اس خیال سے کہ کہیں لوگ اسے ناپسند نہ کرنے لگیں۔ [1]

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مدینہ میں دس بارہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں انیس آدمیوں کا ذکر کیا ہے، شہر مکہ میں بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ [2]

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فن کتابت کو یکا یک بہت فروغ ہوا، اس نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی، اس میں لکھنے پڑھنے ہی کی ترغیب دی گئی تھی۔

وحیِ الٰہی میں ترغیب کتابت

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

"پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تخلیق کی۔ جس نے انسان کو جمے

---

[1] کتاب الاغانی، ج:16، ص:131

[2] فتوح البلدان، ص: 472

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا رب بزرگ و برتر وہ ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔" (العلق: 96/1-5)

یہاں اِقْرَأْ کے معنی محض پیغام پہنچانے کے نہیں ہو سکتے، یہاں اِقْرَأْ کے معنی پڑھنے ہی کے ہیں، جیسا کہ سیاق عبارت میں قلم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کے ذریعۂ علم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہجرت کے بعد جو سورت سب سے پہلے نازل ہوئی، وہ سورۂ بقرہ ہے اور اسی میں یہ آیت بھی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

"اے ایمان والو جب تم کسی مدت معیّنہ کے لیے ایک دُوسرے کو قرض دو، تو اسے لکھ لیا کرو۔" [البقرة: 2/282]

پھر آگے چل کر فرمایا:

وَ لَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا

"اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے ضبطِ تحریر میں لانے سے نہ اکتاؤ، یہ خدا کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لیے پکی اور اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔" [البقرة: 2/282]

یہ بات بڑی واضح ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کا شغف فنِ کتابت سے بڑھ گیا۔

عبداللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ صحابی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کو لکھنا سکھاتے تھے، خود عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ بڑے خوشنویس تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے۔ [1]

اس طرح عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر مامور کیا کہ صفّہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں۔ [2]

---

[1] اسد الغابہ لابن الاثیر، ج: 3، ص: 175

[2] الکتانی، ج: 1، ص: 48

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ آنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے پہلا کام جو کیا، وہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر تھی، اس عمارت کے ایک حصہ میں سائبان اور چبوترہ بنایا گیا، یہ سب سے پہلی اسلامی درسگاہ تھی، آپ ﷺ نے اساتذہ مقرر کیے جو طلبا کو اس درسگاہ میں لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے اور مسائل دین کی تعلیم دیتے تھے۔

ہجرت سے تقریباً ایک سال بعد ماہِ رمضان میں بدر کا معرکہ ہوا، مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت فتح یاب ہوئی اور بہت سے قیدی آئے، آپ ﷺ نے جنگِ بدر کے بعد اعلان کیا کہ اسیرانِ جنگ میں سے جو فدیہ دینے کی سکت نہیں رکھتا اور فن کتابت سے آشنا ہے، وہ دس مسلمان بچوں کو فنِ کتابت سکھا کر رہائی پا سکتا ہے۔ [1]

فنِ کتابت کو ترقی اور فروغ دینے کے لیے اس سے بہتر کیا تدبیر ہو سکتی تھی، جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فنِ کتابت سے آشنا تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ہی انہیں یہ فن سیکھنے کی رغبت دلائی تھی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرمایا کرتے تھے:

بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ [2]

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ۱۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ناظرِ تعلیمات بنا کر یمن بھیجا تھا، جہاں وہ ایک ایک ضلع کا دورہ کرتے اور مدارس کے نظم و نسق کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

چھٹی صدی عیسوی میں باشندگانِ عرب کی بدویت اور جہالت کا حال پڑھنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی علم نوازی، روشن خیالی اور وسعت ظرفی کا حال پڑھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے، آپ ﷺ مردوں کو ہی نہیں عورتوں کو بھی پڑھنا لکھنا سیکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ خود رسول اکرم ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن عورتوں کی تعلیم و تدریس کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ [3]

---

[1] طبقات ابن سعد، ج:12، ص: 140

[2] ابن ماجہ: 229 [3] بخاری: 101

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ وہ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا سکھائے۔ [1]

روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ فنِ کتابت بعثت نبوی ﷺ کے بعد بڑی تیزی سے ملکِ عرب میں پھیلا اور اسے ترقی وفروغ دینے میں آپ ﷺ کا ہاتھ واضح طور پر نظر آتا ہے اور ملکِ عرب میں فروغِ کتابت آپ ﷺ کی مساعی جمیلہ کا رہینِ منت ہے۔

پس وہ ذاتِ گرامی ﷺ جس پر اللہ کی سب سے پہلی وحی یہ نازل ہوتی ہے کہ:

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ [العلق: 4/96]

وہ ذاتِ گرامی ﷺ جن پر یہ وحی نازل ہوتی ہو کہ قرض کی بات ضبطِ تحریر میں لاؤ کہ یوں بات پکی ہوتی ہے، وہ ذاتِ گرامی ﷺ جو علم کو حفظ وضبط میں لانے کے لیے فنِ کتابت کو اس قدر اہم سمجھے کہ مردوں اور عورتوں، دونوں کو یہ فن سیکھنے کی تلقین کرے، وہ ذاتِ گرامی ﷺ جس پر یہ وحی نازل ہو:

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ [النحل: 44/16]

کہ کلامِ الٰہی کی تشریح وتوضیح تمہارے ذمہ ہے، یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ کلامِ الٰہی کی تشریح وتوضیح کو ضبطِ تحریر میں لانے کو ممنوع قرار دے؟

[1] جامع بیان العلم ص: 72۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطباتِ جہاد

کشمیر میں صُورتِ حال نازک ہوگئی ہے، کشمیر کے مسلمان حیات وموت کی آخری کش مکش میں مُبتلا ہیں، ایک ہمسایہ مُسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہم پر واجب ہے کہ ہم غور کریں کہ آج جب کہ کشمیر کے جیل خانے مظلوم اور مقہور مسلمانوں سے بھر گئے ہیں اور کشمیر کے محاذ پر مسلمانوں کی لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی ہیں، خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا ہم سے کیا ہے؟

مسلمانانِ کشمیر کی مظلومیت کی تاریخ ایک کھُلی ہوئی حقیقت ہے، کشمیر کے مسلمانوں نے گلاب سنگھ کے مظالم سہے، پرتاب سنگھ کے جبر وتشدد کو برداشت کیا، ہری سنگھ کے ظلم وستم کا شکار ہوئے۔

14 اگست 1947ء کو ملک کا بٹوارا ہوا اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ ریاستوں کو عوام کی تائید سے پاکستان یا ہندوستان سے الحاق کی اجازت دی گئی۔ 15 اگست 1947ء کو مسلمانانِ کشمیر نے ایک عظیم الشان اجتماع میں پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا، مگر ہری سنگھ نے سازش کی اور بھارتی فوج سے مل کر عوام کی خواہش کے علی الرغم ہندوستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کردیا اور ملک پر غاصبانہ قبضہ کرلیا، یوں کئی برس سے کشمیر کا مسلمان، ڈوگرہ راج اور بھارتی سامراج، ان دو غلامیوں کے بوجھ تلے دب کر کراہ رہا ہے، سختیاں جھیل جھیل کر ان کی رُوحیں زخمی ہوگئی ہیں، ان کے جسم مضمحل ہو چکے ہیں۔

دفاع کا فرضِ عظیم

اسلام کے شرعی واجبات وفرائض میں سے ایک نہایت اہم اور اکثر حالتوں میں ایمان وکفر تک کا فیصلہ کردینے والا فرض دفاع ہے۔ دفاع سے مراد یہ ہے کہ جب بھی کسی مسلمان آبادی پر کوئی غیر مسلم گروہ یا حکومت حملہ آور ہو یا غاصبانہ قبضہ کرے یا کسی مسلم آبادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ظلم ڈھائے، تو یکے بعد دیگرے تمام دُنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض ہو جاتا ہے کہ دفاع کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور اس مسلم آبادی کو غیر مُسلموں کے قبضہ واقتدار سے لڑکر بچائیں اور اس مقصد عظیم کے لیے اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں صرف کر ڈالیں، اپنی تمام کوششوں کو اس کام کے لیے وقف کر دیں، جو ملک جس قدر اس مظلوم آبادی کے قریب ہے، اس پر ذمہ داری اسی قدر زیادہ عائد ہوتی ہے۔

دفاع کے بارے میں پہلی آیت

بقول اکابر مفسرین پہلی آیت جو فریضہ دفاع کے بارے میں اُتری، سورۂ حج کی یہ آیت ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ○ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ○ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

''خدا مومنوں پر سے ان کے دُشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے، وہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اس کی دی ہوئی قوت اس کی راہ میں صرف کرنے میں خیانت کرتے ہیں اور حد درجہ کفرانِ نعمت کرتے ہیں، جن مسلمانوں سے لڑائی کی جارہی ہے، انہیں جنگ کی اجازت دی جاتی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم ڈھایا گیا اور خدا مظلوموں کی مدد پر یقیناً قادر ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق اپنی آبادیوں سے نکال دیے گئے۔ اس کے سوا تو ان کا کوئی جُرم نہ تھا کہ وہ کہتے تھے، ہمارا رب خدا ہی ہے۔'' (الحج: 22/38-40)

مسلمان بھائی کو ظلم سے نجات دلانا ضروری ہے

آج کشمیر کے بھائیوں کا جُرم فقط یہ ہے کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار کرنے والے ہیں اور ''محمد رسول اللہ'' کے دامن سے وابستہ ہیں۔

قرآن نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں کہا کہ اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت کمزوری اور بیچارگی کے باعث دُشمنوں کے چنگل میں آگئی ہے اور اس چنگل سے اپنے آپ کو چھڑانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سکت نہیں رکھتی، تو ایسی حالت میں دوسرے مسلمانوں پر جو آزاد ہوں اور جنگ کی طاقت رکھتے ہوں، فرض ہو جاتا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس ظلم سے نجات دلانے کے لیے جنگ کریں:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے، جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال، جہاں کے لوگ ہم پر ظلم ڈھا رہے ہیں اور اپنی خاص عنایت سے ہمارے لیے حامی اور مددگار بنا۔'' [النساء:75/4]

اس آیت کا انداز صاف بول رہا ہے کہ وہ لوگ جو ان مظلوموں کی یاوری و مددگاری نہیں کرتے خدا ان کی بے حسی پر سخت برہمی کا اظہار کر رہا ہے۔

مَالَكُمْ۔ تم کو کیا ہو گیا ہے؟

دوسری جگہ اور زیادہ وضاحت سے تاکید کی:

وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ [انفال 72/8]

''اگر وہ دینی رشتے کا واسطہ دے کر تم سے مدد مانگیں، تو تم پر واجب ہے کہ تم ان کی مدد کرو۔''

پس اے عزیزانِ ملت! یاد رکھو کہ اسلامی احکام میں فریضہ دفاع جو اہمیت رکھتا ہے، خدا اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد کوئی فریضہ، کوئی عمل، کوئی عبادت اس اہمیت کی حامل نہیں، یہ فریضہ نمازوں سے افضل، یہ فریضہ روزوں سے افضل، یہ فریضہ تسبیح و تحمید و تحلیل سے افضل ہے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، محض جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ اس حدیث کا ترجمہ کر رہا ہوں، جو بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا:

أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

فرمایا:

اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ (خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانا

پوچھا: ثُمَّ مَاذَا۔ (پھر اس کے بعد؟)

فرمایا: اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں جہاد کرنا) [1]

بات سیدھی اور صاف ہے، جس عمل میں جس قدر زیادہ ایثار و قربانی ہوگی، اس کا اجر و ثواب بھی اسی قدر زیادہ ہوگا، ظاہر ہے جہاد کے عمل میں جو ایثار اور قربانی دینی پڑتی ہے کسی اور عمل میں ایسی قربانی اور ایثار نہیں کرنا پڑتا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے، ایک مرتبہ صحابہ کی ایک جماعت میں اس بات کا چرچا ہوا: اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ (تمام اعمال میں خدا کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟)

اس پر سورۂ صف نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ [الصافات: 4/61]

''خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے، جو اس کی راہ میں صف باندھ کر یوں استقامت کے ساتھ جم کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔''

سب سے افضل عمل جہاد ہے:

پس آج ہر وہ مسلمان جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوئے محض اسلامی اخوت کے رشتے کی بنا پر کشمیر کے محاذ پر لڑ رہا ہے، وہ اپنی تمام معصیتوں اور گناہوں کے باوجود ان عابدوں، زاہدوں اور شب زندہ داروں سے افضل ہے، جن کے دل میں کبھی جہاد کا خیال تک نہیں گزرتا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَرْسُ لَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ لَيْلَةٍ يُقَامُ لَيْلُهَا وَ يُصَامُ نَهَارُهَا [1]

''جہاد کی ایک رات ہزار دنوں کے روزوں اور ہزار راتوں کی عبادت سے

[1] بخاری: 151926، مسلم: 248، نسائی: 5000

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی افضل ہے۔"

ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ مجاہدین کا ثواب حاصل ہو؟ فرمایا:

هَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تُصَلِّيَ فَلَا تَفْتُرَ وَ تَصُوْمَ فَلَا تُفْطِرَ؟

تم یہ طاقت رکھتے ہو برابر نماز پڑھتے رہو اور کبھی سُست نہ پڑو، برابر روزے رکھتے رہو اور کبھی بیچ میں افطار نہ کرو۔

عرض کیا: لَا اَضْعَفُ مِنْ اَنْ اَسْتَطِيعَ ذَالِكَ (اس کی تو مجھے طاقت نہیں)

فرمایا:

فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ طُوِّقْتَ ذَالِكَ مَا بَلَغْتَ فَضْلَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں، جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تمہیں اس بات کی توفیق مل بھی جاتی، جب بھی تم ان لوگوں کی فضیلت کہاں پا سکتے تھے، جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ [2]

پس اگر رسول اللہ ﷺ کا فرمان سچ ہے اور شریعت محمدیہ برحق ہے، تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ ہر وہ گنہ گار مسلمان جو آج کشمیر کے مقہور و مظلوم مسلمانوں کی نصرت وحمایت میں سینہ سپر ہے، تم زہد و تقویٰ کی رعونت میں ہزار اسے معصیت آلودہ کہو، تمہاری مدّت العمر کی عبادتیں، اس کے سینے کے ایک زخم خونچکاں، نہیں بلکہ اس زخم سے بہتے ہوئے خون کے ایک قطرے کی بھی عظمت نہیں پا سکتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ یہ اشعار لکھ کر بھیجے تھے:

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ اَنَّكَ بِالْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

---

[1] ابن ماجہ: 2770، مسند احمد: 61/1

[2] مسند احمد: 244/2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے کبھی مکے اور کبھی مدینے میں عبادت کرنے والے! اگر تو ہمارا حال دیکھے تو تجھے یقین آجائے کہ تو نے عبادت کو ایک اضحوکہ، ایک کھیل بنا رکھا ہے۔

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوْعِهِ
فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

وہ جس نے اپنے رخسار (یاد اللہ میں) آنسوؤں سے تر کر لیے ہیں، میدانِ جنگ میں آکر ہمیں دیکھے کہ ہماری گردنیں (اس کی محبت میں) خون سے رنگین ہو رہی ہیں۔

رِيْحُ الْعَبِيْرِ لَكُمْ وَ نَحْنُ عَبِيْرُنَا
رَهْجُ السَّنَابِكِ وَ الْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

عطر کی مہک تمہارے لیے ہے، ہمارا عطر تو میدانِ جنگ میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُٹھا ہوا غبار ہے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ نے جب یہ اشعار پڑھے، تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے:

صَدَقَ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے سچ کہا ہے۔ حافظ ابنِ عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں یہ اشعار نقل کیے ہیں۔

غرض یہ کہ دفاعِ اسلام ان بنیادی فرائض میں سے ہے، جن کو ایک مسلمان، مسلمان ہوتے ہوئے ترک کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا، اگر ایک مسلمان کے دل میں رتی بھر ایمان بھی باقی ہے تو خدا کا یہ حکم اسے کمربستہ کر دینے کے لیے بس کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ○ [التوبة:9/38]

”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو، تو تمہارے پاؤں بوجھل ہو جاتے ہیں اور تم زمین پر ڈھیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتے ہو؟ کیا آخرت چھوڑ کر دُنیا کی زندگی پر مطمئن ہو بیٹھے ہو؟ اگر یہی بات ہے تو یاد رکھو جس زندگی پر ریجھے ہوئے ہو، وہ آخرت کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے۔''

ساتھ ہی فرمایا:

اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ

''یاد رکھو اگر تم نے خدا کے حکم سے سرتابی کی اور وقت آنے پر بھی حق کی راہ میں نہ نکلے تو خدا تمہیں غلامی کے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو حق کی حمایت کے لیے کھڑا کر دے گا، تم چھانٹ دیے جاؤ گے، حق تمہاری حمایت کا محتاج نہیں، تم ہی اپنی زندگی اور بقا کے لیے حق کے محتاج ہو۔'' [التوبة: 39/9]

اسلام کی مخالفت اور لادین نظامِ حیات کی حمایت میں کافر ایک دوسرے کے ساتھی اور حامی ہیں:

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ [انفال: 83/8]

جن لوگوں نے اسلام سے انکار کیا وہ ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار ہیں، پس مسلمانوں کے لیے بدرجہ اول ناگزیر ٹھہرا کہ وہ باہم یاوری اور مددگاری کریں۔

فسادِ نیّت اجر سے محروم کر دیتا ہے:

میں یہاں اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کشمیر کے مسلمان بھائیوں کی یاوری و مددگاری صرف اس لیے ہم پر واجب ٹھہری کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہیں اور محمد رسول اللہ کے دامن سے وابستہ ہیں، وہ اسلامی اخوت ومودّت ہی کا رشتہ ہے، جس نے ہم پر یہ فرض عائد کیا ہے، میں وضاحت سے کہتا ہوں کہ جو شخص محض خون اور نسل کے رشتے کی بنا پر یاور و مددگار رہے، وہ اس اجر وثواب کا ہرگز مستحق نہیں، جس کا میں ذکر کر چکا ہوں، وہ ان آیات واحادیث مذکورہ کا ہرگز مخاطب نہیں، گو اس نے بھی وہ تمام صعوبتیں اور کلفتیں جھیلیں جو ایک مجاہد جھیلتا ہے، مگر فسادِ نیت کی بنا پر وہ اس اجر وثواب سے محروم رہا۔

پس اسلامی اخوت ومودّت کی بنا پر اسلام نے ہم پر واجب ٹھہرایا کہ کشمیری بھائیوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مال و جان سے مدد کریں۔اس دفاع میں شریک ہونا اس لیے بھی ضروری ہوا کہ کشمیر کا الحاق ہندوستان کے ساتھ غیر آئینی طور پر اکثریت کے فیصلے کے خلاف ہوا اور اس پر غاصبانہ قبضہ کیا گیا ان دونیتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

یاد رکھیے کہ فریضۂ دفاع میں کوتاہی ایک ایسی معصیت، ایک ایسا فسق ہے، جسے حدیث میں نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے، صحیح مسلم میں ہے:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِهِ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ [1]

''جو اس حالت میں دُنیا سے گیا کہ نہ تو کبھی اسلام کے دشمنوں سے جنگ کی اور نہ کبھی اپنے جی سے جہاد کی بات کہی یعنی جہاد کا عزم وارادہ بھی نہ کیا، تو اس کی موت ایسی حالت پر ہوئی، جو نفاق کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔''

میرے بھائیو! آج مطلع غبار آلود ہے، خون کی لالی اُفق پر چھا گئی ہے، جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ اس کے شعلے ہماری سرحدوں کی طرف لپکیں، پس پاکستان کے ہر مسلمان پر یہ شرعاً واجب ہوا کہ وہ اپنے دل میں دفاع کے اس فریضۂ شرعیہ کی ادائیگی کے لیے ایک طلب، ایک اُمنگ اور ایک ولولہ محسوس کرے، ہر وہ مسلمان جس کا دل اس عزم وطلب سے خالی ہے، وہ ایمان واسلام کی روشنی سے محروم ہوا اور نفاق کی ظلمت اس کے دل پر چھا گئی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى بِهِ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى [2]

''مسلمانوں کی مثال باہمی مودّت، محبت اور ہمدردی میں ایسی ہے، جیسے ایک جسم واحد کی۔ اگر اس کے ایک عضو میں شکایت پیدا ہوتی ہے، تو سارا جسم جھنکنے لگتا ہے اور تڑپ اُٹھتا ہے۔''

[1] مسلم: 4931، ابوداود: 2502، نسائی: 3097

[2] بخاری: 6011، مسلم: 6586

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس اگر یہ سچ ہے کہ آج کشمیر کے مسلمان بھائی قید ومحن کی سختیاں جھیل رہے ہیں اور ڈوگرہ راج اور بھارتی سامراج کے ظلم وتشدّد کا شکار ہورہے ہیں، تو حیف ہے ہم پر اگر ان کے دردوکرب کو ہم اپنے قلب وجگر میں محسوس نہیں کرتے، اگر یہ سچ ہے کہ آج کشمیر کے محاذ پر مسلمانوں کی لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی ہیں، تو خدا اور اس کے ملائکہ کی پھٹکار ہو ہم پر اگر ہم ان کے زخموں کی ٹیسیں اپنی روح کی گہرائیوں میں محسوس نہ کریں۔

ملت اسلامیہ جسم واحد ہے، اگر ہاتھ کی انگلی زخمی ہوگئی ہے، تو تمام اعضاء کا بے قرار ہونا بدیہی سی بات ہے اور جب تک وہ اعضاء کٹ کر جدا نہیں ہوجاتے، ناممکن ہے کہ اس درد سے متاثر نہ ہوں۔

سردار عبدالقیوم اور ان کے ساتھیوں کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ شبِ غم کی آخری گھڑیاں ہیں، جی کڑا کرو، غم کی تاریکیاں بہت جلد چھٹ جانے والی ہیں، صبحِ آزادی کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں، وہ دن قریب آگیا ہے، جب غلامی کی زنجیریں حُریت پسندوں کی تیغ سے کٹ چکی ہوں گی اور کشمیر کی حسین، سرسبز وشاداب وادی:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا [الانعام:6/ 45]

کے دلنواز زمزموں سے گونج اُٹھے گی۔ مقبوضہ کشمیر کے جیل خانوں کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں زندگی بسر کرنے والو! تم جیل کے روزنوں سے جھانک کر دیکھو! منزل قریب آگئی ہے۔ زنجیروں کی جھنکار تیز کرو:

ان قید وسلاسل کو ہم تم سکھلائیں گے شورش بربط وئے
وہ شورش جس کے آگے زبوں ہنگامہ طبلِ قیصر وکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوہ تبوک میں ہمارے لیے سامانِ عبرت ہے

مولانا سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد سورۂ توبہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ [التوبة 9/118]

"اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں، پھر خدا نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

آج ہمارے مُلکی حالات کا دھارا جس رُخ پہ بہہ رہا ہے، غزوہ تبوک میں ہمارے لیے بہت کچھ عبرت کا سامان ہے، ہجرت کے نویں سال یہ خبر تمام ملک عرب میں پھیل گئی کہ رومیوں کی فوج نے مسلمانوں پر دھاوا بولنے کی ٹھان لی ہے۔ شام کے قبطی سوداگروں نے جو مدینہ میں روغن زیتون بیچنے آتے تھے، یہ خبر دی کہ رومیوں نے شام میں ایک بھاری لشکر اکٹھا کر دیا ہے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم میں کفار سے جنگ کرنے کے لیے عجب جوش اور ولولہ پیدا ہوا، جہاد کی تیاری کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قدموں پر مال و متاع کا ڈھیر لگا دیا، وہ یہی موقع تھا: جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا اثاثہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیا تھا اور جب ان سے پوچھا گیا تھا:

مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟ اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟

تو اس پیکرِ ایثار نے جواب دیا تھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

''خدااوراس کا رسول ﷺ اُن کے لیے چھوڑ آیا ہوں!''

انہیں اس بات کی معرفت تھی کہ خدااوراس کے رسول ﷺ کی خوشنودی سب سے بڑا سرمایۂ حیات ہے۔

جہاد میں شریک ہونے کے لیے منّت وزاری

آپ ﷺ تیس ہزار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے بعض نادار مسلمان اس بنا پر جانے سے رہ گئے کہ ان کے پاس سامان سفر نہ تھا، آپ ﷺ جب مدینہ سے روانہ ہورہے تھے، تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ لوگ زارزار روتے تھے کہ ہمیں اس سعادت سے محروم نہ رکھیے، اللہ کی راہ میں جان قربان کردینے کا یہ سنہری موقع ہے، وہ منتوں سے کہتے تھے کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلیں، مگر بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کے حصہ میں ایک ایک سواری آئی تھی، ان کے لیے سواریوں پر گنجائش نہ ہوسکی اور آپ نے معذرت چاہی، اللہ کو یہ جذبہ اتنا پیارا معلوم ہوا کہ اس نے اپنے آخری اور لافانی صحیفے میں ان کے ذکر کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا:

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۝ [التوبة: 92/9]

''اُن لوگوں پر تو کچھ گناہ نہیں، جو آپ ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ﷺ انہیں بھی سوار کرلیں، تو آپ ﷺ نے کہا، اب میرے پاس کوئی سواری باقی نہیں بچی جس پر تمہیں سوار کرسکوں۔ وہ (کلیجے پر پتھر رکھ کر) لوٹ گئے، مگر ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے، اس غم کے مارے کہ ان کے پاس خرچ نہیں کہ وہ ساتھ جاسکیں۔''

ذرا غور کیجیے کہ یہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا کون سا مقام ہے۔ آپ ﷺ کی صحبت کے فیض سے وہ عشق الٰہی کے نشے میں کیسے سرشار تھے کہ وہ اپنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر خدا کی راہ میں کٹوانے کے لیے بے تاب تھے۔ جب اس کا موقع نہ ملا تو وہ رو رو کر نڈھال ہو گئے۔ وہ روتے اس لیے تھے کہ جب اسلام کی عزت وناموس کی خاطر مسلمان سختیاں جھیل رہے ہوں گے اور مسلمانوں کے لاشے خاک وخون میں تڑپ رہے ہوں گے، ہم بدبخت ونامراد اپنے گھروں کی چھتوں کے نیچے آرام وراحت کی نیند سو رہے ہوں گے۔

انتہائی بے سروسامانی:

گرمی شدت کی پڑ رہی تھی، مسافت لمبی تھی، فصل پک چکی تھی اور کٹائی کا وقت آ گیا تھا۔ بے سروسامانی کا یہ عالم کہ دو دو صحابیوں کے حصے میں ایک ایک کھجور آتی تھی، پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کئی مجاہدین ایک ہی کھجور باری باری چوستے اور پانی پی کر گزر اوقات کرتے تھے، پھر پانی کا فقدان ہوا اور اونٹوں کی آلائش نچوڑ کر پینے کی نوبت آ گئی، سواریوں کی ایسی قلت کہ ایک ایک سواری پر دس دس آدمی اترتے چڑھتے جا رہے تھے، اس لیے اس لشکر کا نام ”جیش العسرۃ“ مشہور ہوا۔

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ [التوبة: 117/9]

تین صحابی رضی اللہ عنہم جو جنگ میں حاضر نہ ہو سکے:

تین آدمی مقدور ہونے کے باوجود جہاد میں شریک نہ ہو سکے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سابقین انصار میں سے ہیں اور ان تہتر مخلصین میں سے ہیں، جو عقبہ کی بیعت میں حاضر ہوئے تھے، ان کے اخلاص میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ کوئی فسادِ نیت نہ تھا۔ بس بشریت کا تقاضا غالب آ گیا اور نکلتے نکلتے دیر ہو گئی حتیٰ کہ مسلمانوں کا لشکر واپس آ گیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک لمبی روایت خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کی ہے اور اس واقعہ کے لیے خاص باب باندھا ہے۔ اس روایت کے بعض حصے اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”لوگ جہاد کے لیے سامانِ سفر تیار کر رہے تھے، مگر مجھے کچھ تشویش نہ تھی، اللہ کے فضل سے ہر طرح کا سامان میسر تھا، ایک چھوڑ دو سواریاں میرے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں، خیال تھا کہ میں آج کل میں لشکر سے جاملوں گا، اسی ادھیڑ بن میں وقت نکل گیا۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبوک پہنچ کر فرمایا:

مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟

بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا:

"اس کی عیش پسندی نے اُسے نکلنے کی اجازت نہیں دی۔"

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے، کہنے لگے:

"بِئْسَمَا قُلْتَ؟ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا"

"تو نے کتنی بری بات کہی؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا کی قسم ہم نے کعب رضی اللہ عنہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ شہر خالی ہو چکا تھا، میں گھر سے باہر نکلتا تو پکے منافقوں اور چند اپاہج مسلمانوں کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا، میں سخت شرمندہ ہوا اور ابھی سفر کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے آئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی پریشانی اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے کہ میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ منافقین جھوٹے حیلے بہانے تراش رہے ہیں اور چونکہ شریعت میں حکم ظواہر پر ہوتا ہے، وہ ظاہری گرفت سے چھوٹ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے عذر قبول کر رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تمہارے دلوں کے حال سے آگاہ ہے، حتیٰ کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا:

تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضب آمیز تبسم فرمایا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ دوست کچھ برہم نظر آیا مجھے

غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ کعب رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں، میں مجرم ہوں، اب آپ جو فیصلہ چاہیں، میرے حق میں دیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِىَ اللّٰهُ فِيْكَ

''البتہ یہ شخص سچی بات کہہ رہا ہے۔ اچھا جاؤ اور وحی الٰہی کا انتظار کرو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 'اَمَّا هٰذَا' میں بہت کچھ کہہ دیا اور سب کچھ بین السطور کہا۔

فریضۂ دفاع میں کوتاہی سنگین جرم ہے:

آپ نے دیکھا کہ فریضۂ دفاع میں کوتاہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں اتنا بڑا جرم قرار پایا کہ اعترافِ جرم بھی کیا اور ندامت بھی ہوئی، لیکن مغفرت نہ ہو سکی، مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ان تینوں کا سوشل بائیکاٹ کرو۔ ان سے تمام تعلقات منقطع کر دو۔ کوئی ان سے بات چیت نہ کرے، نہ کوئی ان کے سلام کا جواب دے، یہ تینوں مجرم اور ان کا جُرم بڑا ہی سنگین ہے کہ عین اس وقت جب کہ مسلماں اسلام کی عزت و ناموس کے دفاع کے لیے صعوبتیں جھیل رہے تھے، یہ دُنیا کے دھندے میں لگے رہے، پھر ان کی بیویوں کو حکم ملا کہ وہ بھی ان سے الگ ہو جائیں اور ان سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اس حکم کے ملتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہم سے منہ پھیر لیا، کوئی ہم سے بات تک کرنے کا روادار نہ تھا، ہم ایک ایک کا منہ حیرت سے تکتے تھے اور زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ہم پر تنگ ہوگئی، میرے دونوں ساتھی گھر بیٹھ گئے، خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے رہے۔ میں اپنی قوم میں سخت جان تھا۔ میں جماعت کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا، نماز کے بعد میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام عرض کرتا اور دیکھتا رہتا کہ آپ کے ہونٹوں کو حرکت ہوئی یا نہ ہوئی، پھر میں آپ کے قریب ہی کہیں نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا اور کنکھیوں سے انہیں دیکھتا رہا، مولانا جامی کا شعر یاد آ گیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش آنکہ تو نشینی و من پیش روئے تو
سازم بہانہ بہر نگاہے نماز را

''آپ ﷺ کے دیدار کی تدبیر اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے کہ آپ تشریف فرما ہوں اور آپ ﷺ کے چہرہ انور کے آس پاس کہیں آپ کے مکھڑے پر ایک بھرپور نظر ڈالنے کی خاطر میں کئی کئی رکعتیں پڑھوں۔''

فرماتے ہیں، میں جو ان کی طرف منہ موڑتا، تو وہ مجھ سے رخ پھیر لیتے۔ زندگی اجیرن ہوگئی۔ میں تنگ آ کر اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔

وَ اللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ

''اللہ کی قسم اس نے مجھے سلام کا جواب تک نہ دیا۔''

میں نے بہتیرا چاہا کہ وہ مجھ سے بات کرے، مگر اس نے ایسی چپ سادھی کہ مجھ سے کوئی بات نہ کی۔

غسان کے عیسائی بادشاہ نے یہ حال سنا، تو خوش ہوا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ کعب رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

فَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ...... فَالْحِقْ بِنَا نُوَاسِكَ

''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تیرا آقا تم پر سخت ظلم ڈھا رہا ہے، ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تیری چارہ سازی کریں گے، ہم تیری غمگساری کریں گے۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے قاصد کی موجودگی میں خط پڑھتے ہی آگ میں جھونک دیا، اس اندھے کو کیا خبر تھی کہ وہ جو نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے فیضیاب تھے، ان کی نظر میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی جفائیں بھی غیروں کی وفاؤں سے ہزار درجہ افضل تھیں۔

اے جفا ہائے تو خوش تر از وفائے دیگراں

ان مومنین صادقین پر یہ آزمائش پورے پچاس دن رہی، حتیٰ کہ خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○ [التوبة: 118/9]

''اور وہ تین آدمی جن کا معاملہ فیصلۂ الٰہی کے لیے ملتوی کر دیا گیا، سو جب تمام مسلمانوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا، تو زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی، وہ اپنی زندگی سے بھی بیزار ہوگئے اور سمجھ گئے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں، جو اس سے انہیں پناہ دے، پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی، یقیناً خدا ہی ہے، جو توبہ قبول کرنے والا خطا کاروں پر مہربان ہے۔'' [1]

اس واقعہ سے فریضۂ دفاع کی اہمیت و قطعیت اُبھر کر ہمارے سامنے آجاتی ہے، جب رومیوں نے حملے کی تیاریاں کیں، تو ہر مسلمان پر جہاد شرعاً واجب ہوگیا، گرمی شدت کی پڑ رہی تھی اور کہتے تھے:

لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ

''اس شدت کی گرمی میں تو جہاد کے لیے نہ نکلو۔''

خدا نے کہا:

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔

''آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ تپش والی ہے، اے کاش کہ وہ سمجھ رکھتے۔''

سفر دور دراز کا تھا، بے سروسامانی حد سے گزری ہوئی تھی، حجاز میں فصل پک چکی تھی اور کٹائی کا وقت آگیا اور ٹکر اس سلطنت سے تھی جو آدھی دنیا پر چھائی ہوئی تھی، لیکن کوئی عذر قبول نہ ہوا، اگر مشکلات اور مجبوریوں کے عذر سنے جاسکتے، تو ان حالات سے بڑھ کر کون سے حالات عذر داری کے لیے مناسب ہو سکتے تھے، مگر دفاع کا فرض ایسا سخت اور اٹل تھا کہ کوئی عذر مسموع نہ ہوا حکم ہوا، کہ تمام سختیاں جھیل لو، مگر دشمن کو روکنے کے لیے بہر صورت، بہر کیف کھڑے ہو جاؤ۔

---

[1] کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی تفصیل کے لیے درج ذیل حوالہ جات دیکھیں۔ بخاری: 2758، 3556، 3889، 3951، 8814، مسلم: 7016، ابوداؤد: 2202، نسائی: 3423 تا 3425۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر دیکھیے! وہ تین مسلمان جو جہاد میں شریک نہ ہو سکے، پکّے مومن تھے۔ وہ ہر معرکے میں شریک ہوتے رہے، وہ زندگی بھر اللہ اور رسول کی خاطر قربانیاں دیتے رہے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں سے تھے اور ان تہتر جاں نثاروں میں سے تھے، جو عقبہ کی بیعت میں شریک ہوئے اور اس دفعہ جہاد میں شریک ہونے سے اگر رہ گئے، تو کسی فسادِ نیت کی بنا پر نہیں، بلکہ محض بتقاضائے بشریت مستعدی سے کام نہ لیا، تاہم دیکھو! فریضہ دفاع میں کوتاہی خدا کی نظر میں ایسا سنگین جرم قرار پایا کہ زندگی بھر کی نیکیاں کام نہ آسکیں۔ اعتراف جرم اور خجالت کے باوجود سخت سے سخت جو سزا دی جا سکتی تھی، دی گئی۔ اسلامی برادری سے نکال دیے گئے، پچاس دن مسلسل اور پیہم گریہ وزاری کرتے رہے، تب کہیں جا کر توبہ قبول ہوئی۔

بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی قبولیت کا جو حاصل ہے، آپ کو معلوم ہے، بارگاہ جہاں سے پیہم یہ صدا آتی ہے:

باز آ باز آ ہر آن چہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نو میدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

وہ بارگاہ جس کا یہ عالم ہے:

لَوْ اَخْطَئْتُمْ حَتّٰی تَمْلَاءَ خَطَایَاكُمْ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللهَ یَغْفِرْلَكُمْ

''اگر تم زمین سے لے کر آسمان تک تمام خلا اپنی خطاؤں سے بھر دو، پھر آ کر مجھ سے بخشش مانگو، تو خدا سب کچھ بخش دے گا۔''

مگر دیکھو! اسلام اور ملّت اسلامیہ کی عزت و ناموس کی حفاظت اور مدافعت سے غفلت کرنا خدا کی نظر میں ایسا سخت جُرم قرار پایا کہ ندامت اور خجالت کے باوجود انہیں مسلسل پچاس دن کی سزا بھگتنی پڑی، تب کہیں جا کر توبہ قبول ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامانِ عبرت

آج اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑا ہی عبرت کا سامان ہے، جنگ ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے، کشمیر میں کئی بستیاں نذرِ آتش کردی گئیں، نہتے اور کمزور مسلمانوں پر گولیاں برسائی جارہی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود پاکستان کی سرحدوں کے اندر داخل ہو کر گجرات اور سیالکوٹ پر بھارتی طیاروں نے بم برسائے، حجت تمام ہوچکی۔

پس اگر ہندوستان سے ٹکر ہوتی ہے اور تمام سرحدوں پہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور (خاکم بدہن) پورا ملک اس آگ کی لپیٹ میں آجاتا ہے، تو ایسی صورت میں ہر مسلمان پر شرعاً واجب ہوگا کہ وہ ملت اسلامیہ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے مال وجان کی ہر قربانی دینے کے لیے اُٹھ کھڑا ہو، ہر وہ شخص جو فریضہ دفاع کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا، ہر وہ شخص جس کے دل پر موت کے خوف سے لرزہ طاری ہوگا اور جہاد سے گریز کے لیے حیلے بہانے تراشے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں سنگین مجرم ہے، وہ شخص اپنے زہد وتقویٰ، علم وفضل، تہجد گزاری اور شب زندہ داری کے باوجود خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں سب سے بڑا سیاہ کار اور گنہگار ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوم سے خطاب، وقت کی پکار

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے پچھلے خطبے میں کہا تھا کہ جنگ کی وہ آگ جو کشمیر کے محاذ پر بھڑکی ہے، کچھ بعید نہیں کہ اس کے شعلے پاکستان کی سرحدوں کی طرف لپکیں، ان شعلوں کی لپیٹ میں آخر پورا ملک آ گیا، لاہور پر ہندوستان کے ناگہانی حملے سے حالات کا دھارا یکا یک نئے رُخ پر بہنے لگا ہے، ہمارے ملک کی تاریخ میں یقیناً ایک نہایت ہی نازک اور اہم دَور کا آغاز ہے۔

تاریخِ عالم اُٹھا کر دیکھیے معزز قومیں باضابطہ جنگ کا اعلان کرتی ہیں، ہندوستانیوں نے حملہ اچانک کیا، کسی کو غافل پا کر، بے خبری کی حالت میں یکا یک حملہ کر دینا بزدلانہ حرکت ہے، یہ چوروں کو، ڈاکوؤں کو تو زیبا ہے لیکن کسی معزز اور بہادر قوم کو یہ زیبا نہیں۔

ہندوستانیوں کو اپنی فوج کی تعداد اور جنگی ساز و سامان کی کثرت پر گھمنڈ تھا، اس نے مادی طاقت کے نشہ میں سرشار ہو کر ہم پر یلغار کی۔

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ

”(اے دُشمنانِ اُمت محمدیہ) تمہارا جتھا ہرگز تمہارے کُچھ بھی کام نہ آسکے گا، چاہے تمہاری فوج کی تعداد کتنی بھی زیادہ ہو جائے۔ خدا ایمان رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔“ [الانفال:8/19]

یہ محض توفیقِ الٰہی ہے:

یہ محض توفیقِ الٰہی ہے کہ دُشمن کے ساز و سامان اور افواج کی کثرت کے باوجود تم نے انہیں اپنی سرحدوں سے باہر مار بھگایا ہے، اگر خدا کی مدد شاملِ حال نہ ہوتی، تو ہم حالات پر قابو نہیں پا سکتے تھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہونے کے صدقے میں خدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ہم پر یہ کرم کیا، ہماری تمام بداعمالیوں اور معصیتوں کے باوجود خدا نے ہماری یاوری و مددگاری کی۔

پس خدا کے سامنے جھک جاؤ، اس کے سامنے گڑگڑاؤ، خدا نے آیت مذکورہ میں جہاں اپنی معیّت ونصرت کا ذکر کیا، تو ساتھ ہی کہا:

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ [الانفال:20/8]

"اے ایمان والو! ہم نے تمہاری نصرت واعانت کی اور شکست کی ذلت و نامرادی سے بچالیا، تو تم پر واجب ہے کہ تم خدا اور اس کے رسول کا کہا مانو۔"

پس خدا کے سامنے جھک جاؤ، اس کا شکریہ بجالاؤ، سجدۂ شکرانہ ادا کرو، جنگِ بدر میں مسلمانوں کی نصرت وحمایت کا ذکر کیا تو ساتھ ہی کہا کہ اب تو خدا سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو۔

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ

[آل عمران: 123/3]

"یقیناً خدا نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی، حالانکہ تم ناتواں تھے، جنگی سامان بھی کم تھا اور فوج بھی نسبتاً کم تھی، پس تقویٰ اختیار کرو، تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔"

گویا خدا کے نزدیک شکرگزاری یہی ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

آدابِ جنگ، کتاب وسُنّت کی روشنی میں:

پس ہر مسلمان سپاہی جو جنگ کے محاذ پر اس وقت لڑ رہا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریق پر جنگ لڑے اور میدانِ جنگ میں کتاب و سنت ہی کو مشعلِ راہ بنائے، ہمارا ہر عمل خدا ہی کے لیے ہونا چاہیے۔ ہمارا جینا اور مرنا سب خدا ہی کے لیے ہے۔

پاکستانی افواج سے خطاب:

اے لشکرِ اسلامی کے سپاہیو! جنگ بھی خدا کے لیے کرو، جنگ اس نیت سے کرو کہ خدا کا حکم ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ [البقرة: 190/2]

جنگ اس نیت سے کرو کہ تم اُمت محمدیہ ﷺ کے افراد ہو، جنگ اس نیت سے کرو کہ تم محمد ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو اور وابستگانِ محمد ﷺ کی رسوائی اسلام کی رسوائی ہے۔

قرآن نے جہاں بھی قتال کا حکم دیا ہے، فی سبیل اللہ کا لفظ التزام کے ساتھ بولا، پس جنگ اللہ کے لیے کرو، خون اور نسل کے رشتوں کی بنا پر جنگ مت کرو، محض ملک گیری کی ہوس میں یلغار نہ کرو، محض اپنی انانیت کو تسکین دینے کے لیے جنگ مت کرو۔ ترمذی شریف میں ہے:

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ [1]

''اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ بھی ایسی تباہی و بربادی نہیں مچاتے ہیں، جس قدر مال و جاہ کی ہوس انسان کا دین برباد کر دیتی ہے۔''

پھر مسلم شریف کی وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس حقیقت کی کس قدر وضاحت کرنے والی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلۂ الٰہی صادر ہوگا، ایک شہید ہوگا، اسے بارگاہِ الٰہی میں لایا جائے گا، اللہ اس سے کہے گا، میں نے تم پر یہ نوازشیں کیں، تم نے میرے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں تیری خاطر لڑتا رہا حتیٰ کہ میں نے تیری راہ میں اپنی جان بھی دے ڈالی، اللہ کہے گا:

كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ [2]

''تو جھوٹ بول رہا ہے، تُو تو اس لیے جنگ کرتا رہا کہ تو ہیرو کہلائے، تجھے لوگ بہادر اور دلیر کہیں۔ تو دنیا میں تم پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے جا چکے، پھر اسے منہ کے بل

---

[1] ترمذی: 2376، مسند احمد: 457،456/3

[2] مسلم: 4923، نسائی: 3135

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوندھا گھسیٹا جائے گا، حتیٰ کہ اسے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔"

ان لوگوں کی بدنصیبی اور محرومی میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، جو جنگ کی تمام صعوبتیں اور کلفتیں جھیلتے ہیں، لیکن فسادِ نیت کی وجہ سے ان کا اجر وثواب غارت ہوگیا۔ پس اسلام کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ نیتوں کو سیدھا کرو اور محض فسادِ نیت کی بنا پر تم اجر وثواب سے محروم نہ رہو۔

ہمارے بعض زعماء جنھوں نے مغرب کی آغوش میں پرورش پائی ہے اور جن کے ذہنوں پر مغرب زدگی کی چھاپ لگی ہوئی ہے، ان کی زبانوں پر عزتِ نفس اور وطن کے لفظ بار بار آتے ہیں۔ اے کاش وہ یہ بھی کہیں کہ ہماری جنگ اسلام کی عزت وناموس کی جنگ ہے۔

میں نے بارہا کہا اور آج پھر کہتا ہوں اور جب تک میری زبان میں قوتِ گویائی موجود ہے، میں یہ کہتا رہوں گا اور اس بات کے اعلان سے کبھی باز نہیں آؤں گا کہ یہ جاہ وحشمت اور ملک گیری کی ہوس یہ خون ونسل وکارشتہ وپیوند:

بتانِ وہم و گماں ، لا الٰہ الا اللہ

جم کر لڑو:

پس جنگ کے جو آداب خدا نے سکھائے ہیں، ان پر سختی سے کاربند ہوجاؤ:

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [انفال: 45/8]

"اے ایمان والو! جب کسی قوم سے تمہاری مڈبھیڑ ہوجائے، تو تم جم کر لڑو اور ڈٹ جاؤ۔"

تم یہ مت بھولو کہ تم اس شاہِ امم کے دامن سے وابستہ ہو جو عزم وہمت کا سراپا، جو صبر واستقامت کا ہمالہ تھا، جو معرکۂ حنین میں تنہا رہ گیا، تیروں کی بوچھاڑ ایسی زور کی تھی کہ سب اس مقام سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ ﷺ اس تیروں کی بارش میں تنہا کھڑے رہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

فَاَدْبَرُوْا عَنْهُ وَبَقِيَ وَحْدَهٗ

کوہ خجل ماندہ از ثبات محمد

تیروں کا مینہ برس رہا تھا اور آپ للکار رہے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ [1]

پس جم کر لڑو اور پیٹھ مت دکھاؤ کہ پیٹھ دکھانا تمہارے مذہب میں سب سے بڑا گناہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

"اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہاری ٹکر ہو، تو پیٹھ مت دکھاؤ اور جو شخص اس وقت کافروں کو پیٹھ دکھائے گا بھاگنے کی نیت سے، اس پر خدا کا غضب نازل ہوا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔" (انفال: 8/15-16)

شیخ شیراز نے اسی آیت کی روشنی میں کہا تھا:

آں نہ من باشم کہ روزے جنگ بینی پشت من
آں منم کاندرمیاں خاک و خوں بینی سرے

میں وہ نہیں ہوں کہ تو جنگ کے دن میری پیٹھ دیکھے، میں وہ ہوں کہ تو میرا سر خاک وخون میں لتھڑا ہوا دیکھے گا۔

اللہ کا ذکر تمہاری زبانوں پر جاری ہو:

دوسری بات یہ کہی کہ خدا کا ذکر کثرت سے کرو، اگر ان دو باتوں کا التزام کرو گے، تو فتح یابی اور کامرانی تمہارے قدم چومے گی۔

پس دشمن پر ٹوٹ پڑو۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ [انفال: 8/15-16]

ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے پرزے اڑا دو، دشمن پر دھاوا بولو، تو تمہاری زبانوں پر خدا کا ذکر جاری ہو۔

آسمانی لشکر تمہاری پشت پناہی کریں گے:

میں نے تمہیں ہدایت کی راہ سمجھا دی ہے، اس راہ پر گامزن ہو کر خدا کی نصرت

[1] بخاری: 2930، مسلم: 4614

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمایت کے کرشمے دیکھو، اگر اس راہ پر گامزن ہو جاؤ، تو دشمن اپنے تمام جنگی آلات اور شیطانی لشکروں کے باوجود تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا، ایک بے پناہ قوت اور لازوال طاقت تمہیں حاصل ہوگی، کائنات کی تمام قوتیں اور طاقتیں سمٹ کر تمہارے دست و بازو بن جائیں گی، آندھیاں اور طوفان تمہاری یاوری و مددگاری کے لیے اُٹھیں گے، بجلیوں کے کوندے تمہارے دشمنوں کی طرف لپکیں گے، آسمانی لشکر تمہارے دُشمنوں پر جھپٹیں گے اور ان کو نیست و نابود کر دیں گے، اگر زمین کی پشت پر بسنے والی شیطانی قوتیں تمہارا ساتھ نہیں دیں گی، تو تم یقین کرو کہ آسمانی لشکر تمہاری پُشت پناہی کے لیے آسمان سے اُتریں گے

اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا [الاحزاب: 9/33]

اور ہم نے ان پر زناٹے کی آندھی بھیجی اور وہ لشکر تمہیں نظر نہ آتے تھے۔

یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، محض جذبات کی رَو میں بہہ کر نہیں کہہ رہا، بلکہ کتاب اللہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا [توبہ: 40/9] اور دوسری جگہ فرمایا وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا [توبہ: 26/9] یاد رکھو، اس کائنات میں تصرف اختیار خدا ہی کا ہے، پس اس کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ میرا یہ ایمان ہے کہ اگر آج بھی تم میں وہ یقین اور للہیت پیدا ہو، تو اللہ کے فرشتے تمہاری مددگاری کے لیے اُتریں گے:

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا [فتح: 23/48]

''یہ خدا کا اٹل اور غیر مبدّل قانون ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور خدا کا قانون زمانے کی لسان چاہے کتنی بھی آگے بڑھ جائے بدل نہیں سکتا۔''

جب انسان کا تعلق اس قادر مطلق سے ہوتا ہے، تو اسے ایک ایسی قوت عطا ہوتی ہے جو نا قابلِ تسخیر ہوتی ہے، اسے ایک ایسا آہنی عزم عطا ہوتا ہے جو غیر متزلزل ہوتا ہے۔ اقبال رحمہ اللہ نے بجا کہا:

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ہمارا دشمن یقین و ایمان کی دولت سے محروم ہے:

وہ لوگ جن سے ہماری ٹکر ہے، یقین و ایمان کی دولت سے محروم ہیں، نہ ان کا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ حیات ہے، نہ زندگی کا کوئی نصب العین ہے، جس کی قربان گاہ پر وہ اپنے مال اور اپنی جان کی بھینٹ چڑھائیں۔ وہ شہادت کی جاوداں زندگی کے تصور سے یکسر عاری ہیں، وہ جن کی ہزار سالہ تاریخ غلامی اور تعبد کی ایک لامتناہی حکایت ہے، وہ جن کی ہڈیوں میں غلامی کی خستیں رچی ہوئی ہیں، وہ جن کے ضمیر میں غلامی کی دنائتیں گندھی ہوئی ہیں، وہ قوم اس ملتِ اسلامیہ سے ٹکر لینے کی جسارت کرتی ہے، جس کی تاریخ جوانمردی اور بہادری کے ولولہ انگیز کارناموں سے بھری پڑی ہے، جس کی تاریخ مسلسل اور پیہم غزوات کی تاریخ ہے۔

اے اسلامی لشکر کے سپاہیو! تم یہ مت بھولو کہ تم حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے وارث ہو۔ تم یہ مت بھولو کہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سرفروشیوں اور جاں سپاریوں کی روایات کے تم حامل ہو اور طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات کی میراث تمہارے حصے میں آئی ہے۔ ان عظیم الشان روایات کو زندہ وسلامت رکھو اور اس ہندوستانی سامراج کے پُرزے اڑا دو جو خدا کی سرزمین پر فساد پھیلا رہا ہے۔

پاکستانی فوج کو خراجِ تحسین:

ہندوستان کے اس ٹڈی دل لشکر کے ناگہانی حملے کو ہماری فوجوں نے جس جواں مردی اور بہادری سے پسپا کیا اور جس بے جگری سے ملک وملت کی آبرو پر اپنی جانوں کو حقیر ترین متاع سمجھ کر بے دریغ نچھاور کیا، اس کی یاد ہمارے دلوں سے کبھی محو نہیں ہو سکتی، ہمارے دل ان کی محبت واحترام سے لبریز ہیں، انہوں نے اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ اور تابندہ کر دیا ہے، ان کی شجاعت اور بسالت نہ صرف پاکستان کی تاریخ میں بلکہ ملّتِ اسلامیہ کی تاریخ میں ایک درخشاں اور چمکتا ہوا باب بن گئی ہے۔ آنے والا مؤرخ مجبور ہو گا کہ اس عظیم الشان کارنامے کے لیے وہ ایک مستقل باب باندھے اور اگر کسی مورخ نے اپنی عصبیّت کی بنا پر اس کارنامے کا ذکر نہ کیا، تو اس کی تاریخ نامکمل اور ادھوری رہ جائے گی۔

وہ مسلمان سپاہی جو ہندوستانی لشکر کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے، وہ لشکر جو ہماری سرزمین کو تاراج کرنے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا، ان کی شہادت نے قوم کی رگوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی ہے، یاد رکھو! آزادی کے درخت کی قدرتی کھاد بہادر نوجوانوں کی ہڈیاں اور گرم لہو ہے، جیسے چند ڈالیوں کے چھوٹ جانے سے پودوں کی نشو ونما ہوتی ہے، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند پتوں کی تراش خراش سے باغ سرسبز وشاداب ہوتا ہے، بالکل اسی طرح گردنیں کٹوا کر ہی قوم کو زندگی اور بقا حاصل ہوتی ہے۔

پاکستانی عوام سے خطاب:

جب لاہور پر تین اطراف سے یکا یک حملہ ہوا، تو بالعموم عوام نے جس سکون، اطمینان اور وقار کے ساتھ صُورت حال کا مقابلہ کیا، وہ ایک مسلمان قوم کے شایانِ شان تھا۔

لیکن تم میں سے بعض نے ہراساں ہو کر بھگدڑ مچائی اور موت سے بچنے کے لیے پاگلوں کی طرح کوئی تم میں سے راولپنڈی بھاگا اور کسی نے پشاور کا رخ کیا، تم نے سمجھا کہ راولپنڈی اور پشاور میں موت نہیں آتی ہے اور وہ صرف لاہور پر ہی منڈلا رہی ہے، میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا پھر راولپنڈی پر بم باری نہ ہوئی؟ کیا پشاور بموں کی زد سے محفوظ رہ گیا؟ یاد رکھو! موت کا ایک دن معین ہے، دُنیا کی کوئی طاقت اسے مقدم یا مؤخر نہیں کر سکتی ہے۔

وَلَوْ جَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَىْ ءٍ فَلَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّآ بِشَىْ ءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ

اگر تمام جن وانس اکٹھے ہو کر یہ چاہیں کہ خدا کے معین کردہ وقت سے تمہاری موت کو ہٹا دیں، تو وہ اس پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتے ہیں۔

اللہ کہتا ہے:

اَيْنَ مَاتَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْكُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ

اگر تم مضبوط قلعوں میں بھی اپنے آپ کو بند کر لو، تو موت تمہیں وہاں بھی جا دبوچے گی، پھر تم اس سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو؟ [النساء: 4/77]

عرب لوگوں کا مقولہ ہے۔ اَلْمُسْتَقِيْتُ لَا يَمُوْتُ۔ موت کے پنجے میں پنجہ ڈالنے والا کم مرتا ہے، موت سے بھاگنے والے کو موت زیادہ دبوچتی ہے، مسلمان تو موت کے پنجے میں پنجہ ڈال کر مسکراتا ہے:

چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء سے خطاب:

قرآن مجید نے جہاں جنگ کے آداب سکھائے اور تعلیم دی کہ جم کر لڑو اور خدا کا ذکر تمہاری زبانوں پر جاری ہو، ساتھ ہی یہ تلقین کی

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ [الانفال: 46/8]

اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ گو اتحاد و یگانگت کی ضرورت ہر وقت ہوتی ہے، لیکن جنگ کے زمانے میں اتحاد و یگانگت کی ضرورت شدید تر ہو جاتی ہے۔

پس ہر وہ مولوی جو اس وقت قوم کو فروعی اور اختلافی مسائل میں اُلجھاتا ہے اور یوں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا باعث بنتا ہے، مُلک وملت کا غدار ہے، وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں سنگین مُجرم ہے، وہ ملی وحدت اور سالمیت کا دشمن ہے۔

صدرِ مملکت سے اپیل:

اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمان قوم کا ہر فرد سپاہی ہے اور اس پر شرعاً واجب ہے کہ وہ جہاد میں بدنی طور پر شریک ہو۔ قوم کے ایک طبقے کو جنگ کی آگ میں جھونک کر پوری قوم کا تماشائی بن جانا قطعاً نازیبا ہے اور یکسر غیر اسلامی ہے۔

میں صدرِ مملکت سے اپیل کرتا ہوں کہ پاکستان کے تمام شہروں میں فوجی تربیت کے مراکز جلد از جلد کھولے جائیں اور پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو نہایت تیزی کے ساتھ دس کروڑ مسلح سپاہیوں میں بدل کر کفار پر یلغار کی جائے۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا [محمد: 47/ 4]

”یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔“

ہندوستانی سامراج کو چیلنج:

ہندوستانی سامراج کو یہ سمجھنا چاہیے کہ سرفروشی اور جاں سپاری ہماری میراث ہے، ہم پاکستان کے چپے چپے کی خاطر جانیں نچھاور کریں گے، ہمارا بچہ بچہ ملک وملت کی آبرو پر کٹ مرنے کے لیے بے تاب ہے، ہم ہندوستانی سامراج پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس کروڑ مسلمانوں کی خاک وخون میں لتھڑی ہوئی لاشوں پر سے گزر کر ہی پاکستان کی سرحدوں میں داخل ہوا جاسکتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریضۂ جہاد کے تقاضے

جہاد کے موضوع پر یہ چوتھا خطبہ ہے، یہ بات نہیں ہے کہ میں درازنفسی کے لیے بہانے ڈھونڈتا رہا ہوں یا محض آپ کے جذبات واحساسات کے پیش نظر بات لمبی کررہا ہوں، موضوع کی وسعتوں کا عالم ہے کہ ہر بار تقریر ختم کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ بات تشنہ رہ گئی ہے، آج تمام علماء، تمام فقہاء اور تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہوگیا ہے کہ ہندوستان کے اس اچانک حملے کے بعد جہاد فرض عین ہوگیا ہے اور فرض عین فقہ کی اصطلاح ہے، فقہاء کی بولی میں فرائض کی تقسیم یوں ہوئی ہے:

فرض کفایہ یہ ہے کہ اگر قوم کے ایک گروہ نے قوم کی نیابت کرتے ہوئے اس فریضے کو انجام دے دیا تو باقی مسلمانوں سے اس وقت ساقط ہوگیا۔

فرض عین وہ فرض ہے، جو جماعت کے ہر شخص پر فرداً فرداً عائد ہو اور ایک گروہ کے کرنے سے باقی جماعت بری الذمہ نہ ہوسکے۔ اگر مسلمان قوم کسی دوسری قوم پر حملہ آور ہو، تو جہاد فرض کفایہ ہے اور اگر کوئی غیر مسلم حکومت مسلمانوں کی آبادی پر حملے کا قصد کرے، تو ایسی حالت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، اور جماعت کے ہر شخص پر فرداً فرداً جہاد واجب ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے نماز، روزہ فرداً فرداً واجب ہے اور ایک گروہ کے نماز پڑھ لینے سے باقی مسلمانوں کے ذمے نماز ساقط نہیں ہو جاتی، پس آج جہاد فرض عین ہو گیا ہے اور وقت وہ آ گیا ہے کہ صاحب ہدایہ کے لفظوں میں یوں کہیے کہ:

تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا وَالْعَبْدُ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَوْلٰى

عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہو جائے اور غلام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد میں حصہ لے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر علماء کی آراء باہم ٹکرا نہ گئی ہوں، کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر مختلف جماعتوں اور گروہوں کے علماء باہم دست وگریباں نہ ہوئے ہوں، لیکن یہ مسئلہ کہ اس وقت جہاد ہر پاکستانی پر فرض عین ہوگیا ہے، ایسا ہے کہ اس پر تمام علماء، تمام فقہا، تمام مشائخ کا اتفاق ہوا، سب نے بیک زبان کہا کہ جہاد فرض عین ہوگیا ہے۔

جہاد کا شرعی مفہوم کیا ہے؟

یہ سمجھنا فاش غلطی ہے کہ جہاد کا مفہوم محض قتال یا لڑائی ہے۔ قرآن نے یہ لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ جہاد کا لغوی معنی کوشش کرنا ہے اور شرعی اعتبار سے ہر وہ کوشش جو ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کی جگہ حق وصداقت کی راہ میں کی جائے جہاد سے تعبیر کی جاتی ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت: 69/29]

''جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم یقیناً انہیں اپنی راہیں سجھا دیتے ہیں۔''

شریعت کی بولی میں ہر وہ مصیبت اور تکلیف۔ جو حق وصداقت کے لیے برداشت کی جائے، جہاد ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا [العنکبوت: 69/25]

''کافروں کے خلاف سخت جہاد کرو۔''

مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ فرقان مکی ہے اور قتال کا حکم ہجرت مدینہ کے بعد ہوا پھر یہ کونسا جہاد ہے جس کا مکی زندگی میں حکم دیا جارہا ہے؟ یہ جہاد یقیناً اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے تمام مشقتیں اور کلفتیں جھیل لینے کا جہاد تھا، پس وہ مصیبتیں اور تکلیفیں جو رسول اکرم ﷺ نے اور ان کے ساتھیوں نے خدا کی خاطر برداشت کیں: خدا انہیں جہادِ کبیر سے تعبیر کرتا ہے۔

جہاد کے مفہوم کی وسعتیں:

قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد کے مفہوم کی وسعتیں ملاحظہ کیجئے۔ فرمایا:

جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ [التوبۃ: 41/9]

''اپنے مال سے جہاد کرو اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔'' دوسری جگہ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

”لیکن رسول اکرم ﷺ نے اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے، اپنے مالوں سے جہاد کیا، اپنی جانوں سے جہاد کیا۔“ [التوبۃ: 9/88]

پھر ابوداؤد، نسائی اور دارمی کی اس حدیث کی روشنی میں بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے:

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ [1]

مشرکوں کے خلاف جہاد کرو، اپنے مال سے، اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔

پس ہر وہ شخص جو باطل کے خلاف اور حق کی حمایت میں مال صرف کرتا ہے، مجاہد ہے اور ہر وہ شخص جس کی زبان اور قلم باطل کے خلاف نبرد آزما ہے، مجاہد ہے۔

جہادِ مالی

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجاہد جو ملک و ملت کی خاطر محاذوں پر سینہ سپر ہیں، جو اپنی جانیں ہتھیلیوں پہ رکھ کر دشمن کے مقابل ڈٹے ہوئے ہیں، ان کا مقام بہت ہی اونچا ہے۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا [النساء: 4/95]

لیکن یاد رکھیے کہ جنگ محض جہاد بدنی سے جاری نہیں رہ سکتی ہے، ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیے کہ اگر ہم ان سرفروش مجاہدوں کے لیے ضروریات زندگی فراہم نہ کر سکیں، تو ہم جنگ کیسے جاری رکھ سکتے ہیں؟ یہ آلاتِ جنگ، یہ جنگی ساز و سامان، یہ پچاس میل لمبے محاذ پر ہزاروں مجاہدوں کے مصارف، کروڑوں کی رقم ہر روز صرف ہوتی ہے۔ پس آج اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ [الانفال: 8/ 60] پر عمل کرنے کے لیے ارب ہا، کھرب ہا روپوں کی ضرورت ہے۔

ایک وہ لوگ ہیں، جو آج ملک و ملت کی خاطر میدانِ جنگ میں سختیاں اور مشقتیں جھیل رہے ہیں اور وہ جن کے لاشے خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ گھروں کی چھتوں کے نیچے آرام و راحت سے بیٹھے ہیں۔ حیف ہے ہم پر اگر ان مجاہدوں کے لیے ضروریاتِ زندگی بھی فراہم نہ کر سکیں، حیف ہے ہم پر اگر اس وقت بھی جب

[1] ابوداؤد: 2504، کنز العمال: 10571، احمد: 124/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قوم حیات وموت کی کشمکش میں مبتلا ہے، ہماری تجوریوں کے قفل نہ ٹوٹیں، حیف ہے ہم پر کہ عین اس وقت جب کہ ہماری مقدس سرزمین پر دشمن یلغار کررہا ہے، ہم بے چارہ وناتواں لوگ جن سے اور تو کچھ بن نہیں پڑتا ہے، چند سکوں کی قربانی سے بھی دریغ کریں۔

بالخصوص ہمارے تاجروں، صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کو نہایت فیاضی کے ساتھ اپنا مال کھپا دینا چاہیے، یاد رکھیے اگر اس فریضہ میں کوتاہی کی گئی، تو قیامت کے دن خدا یہ پوچھے گا کہ تمہارے پاس مال ودولت کے انبار لگے ہوئے تھے، تمہاری تجوریاں بھری ہوئی تھیں، اسلام کی عزت وناموس پر خطرہ منڈلا رہا تھا، مسلمان قوم حیات وموت کی کش مکش میں مبتلا تھی، مگر تم پر ایسی بے حسی چھا گئی تھی۔ تمہاری غیرتِ اسلامی پر ایسی مُردنی طاری ہوگئی تھی کہ تمہاری تجوریوں سے بخل کے تالے نہ ٹوٹے۔ خدا تم سے کہے گا کہ تم نے ساحل پر کھڑے ہوکر ملت کی تباہی کا تماشا دیکھا، اگر بدقسمتی سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، تو تم یوں سمجھو کہ اس حیات وموت کی کشمکش میں اگر تم نے مال بے دریغ صرف نہ کیا تو نہ تم رہو گے، نہ تمہاری یہ تجوریاں رہیں گی اور نہ مال ودولت کے یہ انبار رہیں گے، اگر قلب پر ایسا دبیز حجاب ہے کہ خدا کی بات سمجھ میں نہیں آتی، تو خود اپنے وجود کی خاطر، اپنے اس مال ودولت کی حفاظت کے لیے، جو تمہیں ملک وملت سے عزیز تر ہے اپنا مال کھپا دو، یہ بات تو میں نے سرمایہ داروں سے کہی، ایک بات غریب اور متوسط طبقے کے ساتھیوں سے بھی کہتا ہوں:

یہ شیطانی وسوسہ ہے

جی میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر روز لاکھوں کی رقم قومی دفاعی فنڈ میں دی جارہی ہے، اخبارات میں ہر روز ان رقوم کا اعلان ہوتا ہے، میرے چند ٹکوں سے کیا ہوتا ہے؟ جیسا کہ میں نے ابتدأ میں کہا جہاد عین فرض ہو چکا ہے، اپنے جی کو اس وقت سمجھاؤ کہ اگر اوروں نے لاکھوں کی رقم دی ہے، تو اس سے وہ فریضہ جو مجھ پر عائد ہوتا ہے، ساقط تو نہیں ہو جاتا ہے، یہ تو ایسا ہی ہے کہ تم کہنے لگو کہ لاکھوں مسلمان نمازیں پڑھ رہے ہیں، ایک میں نے اگر نماز نہ پڑھی، تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

یاد رکھیے! کہ حق اپنی نصرت وحمایت کے لیے تمہارا محتاج نہیں ہے، تم اپنی بقا کے لیے حق کے محتاج ہو، حق کی نصرت وحمایت کا سامان تو بہر کیف اور بہر حال ہوگا، اگر خدا کو وابستگانِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت منظور ہوئی، تو تمہاری روگردانی سے کیا ہوتا ہے:

إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ

''اگر تم نے روگردانی کی تو وہ حق کی نصرت وحمایت کے لیے تمہاری جگہ کسی دُوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' [محمد: 47/38]

پس یہ مت کہو کہ میرے چند ٹکوں سے کیا ہوتا ہے، خدا کی نظر میں حلال کی کمائی کے چند ٹکے ان لاکھوں سے افضل ہیں جن سے اہلِ اللہ کو بدبو آتی ہے، ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے کہ کیا وہ اپنا فریضہ ادا کر رہا ہے؟ کیا وہ اپنا مال، اپنی جان اپنی توانائی ملک وملت کی خاطر صرف کر رہا ہے؟

جہادِ لسانی:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبانوں سے بھی جہاد کرو، علماء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں پر واضح کریں کہ اس وقت کتاب وسنت کی روشنی میں ان پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں، علماء کا فرض ہے کہ وہ تمام قوم کو سمجھائیں کہ جہاد کی حقیقت کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل جنگ میں کیا ہوتا تھا، ہر وہ عالم جو اخلاصِ نیت کے ساتھ یہ کام سر انجام دے رہا ہے، مجاہد ہے اور جہادِ لسانی میں مصروف ہے، میں نے اخلاص کی شرط اس لیے لگائی کہ بعض مُردہ سیاسی جماعتیں ہنگامی حالات میں اپنی کھوئی ہوئی وجاہت کی تلاش میں نکلتی ہیں، ان کی نیت کے فساد نے انہیں اجروثواب سے محروم کیا۔

خون کا عطیہ دینا بھی جہاد ہے:

میں نے عرض کیا کہ جہاد کا مفہوم حق وصداقت کی راہ میں سعی وکوشش ہے، وہ شخص جو خون کا عطیہ دیتا ہے، وہ بھی مجاہد ہے، اگر ہمارے خون سے زخمی یا جاں بلب مجاہد کی جان بچ جائے تو اس سے بہتر مصرف ہمارے خون کا کیا ہو سکتا ہے؟ مجھ جیسے ہزاروں ناکارہ انسان ایک مجاہد کی جان پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔

کاروبار معمول پر رہے:

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ ملک وملت کی اس وقت ایک بڑی خدمت یہ ہے کہ زندگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا کاروبار معمول پر رہے، دُکانیں باقاعدہ کھولی جائیں، فیکٹریاں اور کارخانے برابر کام کریں، ہر وہ شخص جو کاروبار معطل کرتا ہے، قوم کا مورال گرانے کا باعث بنتا ہے، دکان بند کرنے سے ہراس پھیلتا ہے اور جو شخص ہراس پھیلاتا ہے، وہ دشمن کے ہاتھ مضبوط کرتا ہے اور ملک وملت کے ساتھ دُشمنی کرتا ہے۔

پھر وہ شخص جو اس آزمائش کے دور میں ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کرتا ہے اپنے بھائی بندوں سے غداری کرتا ہے۔ پس بازار کے نرخوں کو معمول پر رکھنا بھی جہاد ہے، اس راہ میں ہر کوشش جو کی جائے، جہاد ہے مگر یہ نہیں کہ کوئی کروڑ پتی ایک لاکھ دے کر اکڑتا پھرے کہ ملک وملت پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ غالبؔ کو تم رِند وہوسناک کہو، مگر کم ظرف نہ تھا:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پس شرم سے آنکھیں جھکا کر رقم داخل کرو اور سمجھو کہ حق ادا نہ ہوا، گو مال، وقت اور زبان کا جہاد بھی جہاد ہے، مگر وہ جو سر پہ کفن باندھ کے نکلتے ہیں، ان کے سامنے تو خجالت اور شرمساری ہی ہے:

گر حفظِ مراتب نہ کنی، زندیقی

مالی اعانت اس لیے کرو کہ ارشادِ ربانی ہے: جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ [التوبة: 9/41]

اس لیے نہیں کہ تمہارا نام اخبارات میں چھپے اور اس چھپے ہوئے نام کو دیکھ دیکھ کر اتراؤ کہ بڑی تشہیر ہوئی ہے۔ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ بعض لوگ سو کی رقم داخل کراتے ہیں اور ہزار کا اعلان اخبار میں چھپوا دیتے ہیں:

خاک دیتے ہیں جو یوں اہلِ کرم دیتے ہیں
سو بتاتے ہیں اگر ایک درم دیتے ہیں

اس طرح دینے کا ثواب غارت ہوا۔

خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنا مال، اپنا وقت، اپنی زبان، اپنا قلم، اپنی جان اس آزمائش کی گھڑی میں دین وملت کے لیے وقف کر سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یومِ تشکّر

جذبات کے ہنگامے میں حقیقت حال ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے۔ ہمیں صحت تعین سے صورتِ حال کا جائزہ لینا چاہیئے۔ گو فائرنگ بند ہوگئی ہے، مگر فائرنگ بند ہو جانے سے وہ مسئلہ جو ما بہ النزاع تھا ختم نہیں ہو جاتا، وہ مسئلہ کشمیر کے پچاس لاکھ مسلمانوں کو بھارت کے سامراجی چنگل سے نجات دلانے کا مسئلہ ہے، وہ مسئلہ کشمیریوں کے حقِ خودارادیت کا مسئلہ ہے، وہ مسئلہ خود پاکستان کے استحکام کا مسئلہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں، وہ جمود جو پچھلے کئی برس سے اس مسئلہ پر طاری تھا، اس جمود کی برف ٹوٹ چکی ہے، کشمیر کے انقلابیوں نے ڈوگرہ راج کو ایسے سخت جھٹکے دیے اور پاکستانی لشکر نے ہندوستانی فوج کو اس شدت سے جھنجھوڑا ہے کہ مسئلے کا جمود ٹوٹ گیا ہے، یہ بات ڈوگرہ راج، بھارتی سامراج اور سلامتی کونسل سب پر واضح ہوگئی ہے کہ کشمیر کے مسئلے پر مٹی نہیں ڈالی جا سکتی، اسے دفن نہیں کیا جا سکتا، اقوامِ متحدہ پر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ برس ہا برس اس مسئلہ پر خاک ڈالنے کے باوجود اس مسئلہ کی چنگاریاں برابر سُلگتی رہیں حتیٰ کہ وہ چنگاریاں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں بدل گئیں اور پورا ملک ان کی لپیٹ آگیا، یہ بات اُبھر کر دنیا کے سامنے آگئی ہے کہ یہ مسئلہ ایک بھڑکتا ہوا شعلہ ہے، یہ مسئلہ ایک دہکتا ہوا انگارہ ہے جو پورے عالم کے امن اور سلامتی کو جلا کر راکھ کر سکتا ہے۔

چُست و چاق رہیے:

فائرنگ بند ہونے سے ہم پر غفلت طاری نہیں ہونی چاہیے، یہ مت خیال کیجیے کہ خطرہ ٹل گیا ہے اور بات ختم ہوگئی ہے۔ ہمارا دُشمن عیار ہے۔ اس کی شاطرانہ چالوں کی گھات میں رہو، چست و چاق رہو، متحد اور مستعد رہو، ہمیں یہ عزم کرنا چاہیے، ایک آہنی عزم کہ جب تک کشمیر کے پچاس لاکھ مسلمانوں کو ہم بھارتی سامراج کے چنگل سے نجات نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلاتے ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے، راحت اور آسائش کی زندگی ہم پر حرام ہے، پاکستان کے استحکام کے لیے بھی کشمیر کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔

اللہ کا فضل و کرم:

بھارت نے پاکستان پر اچانک حملہ کیا۔ ان کے ارادے ناپاک تھے۔ بھارتی سامراج نے ایک بہت بڑی فوج مہیب آلاتِ جنگ کے ساتھ لاہور اور سیالکوٹ کے محاذ پر جھونک دی تھی، لشکر کا وہ جمِ غفیر اور جنگی سازوسامان کی وہ فراوانی۔ ہمیں اپنی روح کی گہرائیوں میں یہ محسوس کرنا چاہیے کہ یہ محض خدا کا فضل و کرم تھا کہ ہم نے انہیں پسپا کیا، یہ محض توفیقِ الٰہی تھی کہ ان کی طاقت کا نشہ ہرن ہو گیا، ان کی قوّت کا گھمنڈ ٹوٹ گیا، یہ حقیقت پھر ایک بار اُبھر کر دُنیا کے سامنے آ گئی کہ محض افواج کی کثرت اور جنگی سازوسامان کی فراوانی سے مسلمان قوم کی آزادی پامال نہیں کی جا سکتی۔

ہماری فوجوں نے جس شجاعت، بسالت، بے باکی اور جوانمردی سے دُشمن کا مقابلہ کیا اور اسلام کی عزت و ناموس کے لیے جس بے دریغی سے اپنی جانوں کو حقیر ترین متاع سمجھ کر نچھاور کیا، اس کے نقش لافانی اور انمٹ ہو گئے، انہوں نے اپنے اسلاف کی جوانمردی اور بہادری کی تمام روایات کو زندہ اور درخشاں کر دیا ہے، اپنی فوجوں کے کارنامے دیکھ کر اپنے اسلاف کی روایات کا ایک ایک نقش ذہن میں اُبھر آیا ہے:

وَجَلَا السُّیُوْلُ مِنَ الطُّلُوْلِ كَأَنَّهَا
زُبُرٌ تَجِدُّ مُتُوْنَهَا أَقْلَامُهَا

ہم سراپا سپاس ہیں:

ہم خدا کے حضور سراپا سپاس ہیں، زبان قاصر ہے کہ اس کا شکر ادا کر سکے، خدا کے احسانات اور اس کی نوازشوں کا احساس ہونا بھی توفیقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں، ہر نعمت میں منعمِ حقیقی کو دیکھنا اور اس منعمِ حقیقی کا نظر سے اوجھل نہ ہونا خود ایک بہت بڑی نعمت ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ [لقمان: 12/31]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے لقمان کو یہ حکمت عطا کی کہ خدا کا شکرادا کرو اور جو شکرادا کرتا ہے، وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے اپنی قوت اور طاقت کے سہارے دشمن کو پسپا کیا، تو اس سے خدا کا کیا بگڑتا ہے، وہ تو بے نیاز ہے اور حمد کا سزاوار تو حقیقت میں وہی ہے۔''

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں یقیناً تم پر اور نوازشیں کروں گا اور اگر تم کفرانِ نعمت کرو گے تو میرا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔'' [ابراھیم: 7/14]

ہماری منزل بہت دُور تھی، ہم نے پچھلے چند دنوں میں برسوں کی مسافت طے کی ہے، ہماری منزل قریب آ گئی ہے، اس کے فضل و کرم پر شکر بجا لاؤ، تو تمہارا منزل پہ پہنچنا ناگزیر ہے۔

تقویٰ اختیار کرنا حقیقی شکر گزاری ہے:

یومِ تشکر منانے کا ڈھنگ قرآن سے سیکھو۔ فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

''یقیناً اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی، حالانکہ تم ناتواں تھے۔ (تمہاری فوج بھی کم تھی اور تمہارے پاس جنگی سامان بھی کم تھا) پس تقویٰ اختیار کرو، تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔'' (آل عمران: 123/3)

پس اگر تم اپنی عزت و ناموس کی سلامتی پر یومِ تشکر مناتے ہو، تو خدا نے طریق یہ بتایا ہے کہ پرہیز گاری اختیار کرو، گناہوں اور معصیتوں سے توبہ کرو۔ اگر ہم خدا کی برابر نافرمانیاں کرتے رہیں، اس کے احکام ٹھکراتے رہیں اور زبان سے کہیں کہ ہم تیرے شکر گزار ہیں، تو اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ [البقرۃ: 9/2]

''پس یومِ تشکر مناؤ کہ اپنی زندگیوں کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالو۔''

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ ۝ [حج 22/ 41]

’’اللہ والوں کو اگر روئے زمین پر قبضہ وتصرف حاصل ہو تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، منکرات وفواحش سے روکتے ہیں۔‘‘

پس یوم تشکر یوں مناؤ کہ خدا سے عہد کرو کہ ہم آج سے نماز باقاعدہ پڑھیں گے، زکوٰۃ باضابطہ ادا کریں گے، منکرات وفواحش سے ملک کو پاک کریں گے۔

قوم جاگ اُٹھی ہے:

فائرنگ بند ہونے پر یہ سوال بدیہی طور پر ہر شخص کے ذہن میں اُبھرا کہ ہم نے کیا کھویا ہے؟ ہم نے کیا پایا ہے؟

1. بھارت کے اس حملے سے قوم جاگ اُٹھی ہے، قوم کی رگوں میں زندگی اور حرارت ایمانی کی لہر دوڑ گئی ہے، وہ سیاسی دھڑے جو ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے تھے اور ایک دوسرے کے گریبان پر ہاتھ ڈالتے تھے، خدا نے انہیں توفیق دی کہ وہ متحد اور یک جان ہو جائیں، علماء ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے تھے اور قوم کو فروعی اور اختلافی مسائل میں اُلجھا کر مِلت کی وحدت پارہ پارہ کر رہے تھے، ہم نے کیا کیا جتن نہ کیے کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوسکیں، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، ہم بھارت کے شکر گزار ہیں کہ اس کے حملے سے قوم ایک سیسہ پلائی دیوار بن گئی، متحد اور ایک جان ہوگئی۔

2. قوم میں جہاد کا جذبہ زندہ ہوگیا ہے، یہ اپنا مال، اپنی جان، اپنا علم، اپنی زبان، اپنا قلم، اپنی توانائی دین وملت کے لیے وقف کرنے کا جذبہ اک متاع بے بہا ہے۔

3. ہمارے شعر وادب پر ایک مدت سے افسردگی اور مُردنی چھائی ہوئی تھی، ہمارا ادب واضح اور متعین مقصد سامنے نہ ہونے کی وجہ سے ژولیدگی اور آوارگی کے مرض میں مبتلا تھا۔ ہم سمجھتے تھے کہ ہمارا ادب بانجھ ہوگیا ہے، بھارت کے حملے نے ہمارے شاعروں اور ادیبوں کے تخلیقی عمل پر مہمیز لگائی ہے۔

- شاعروں کی نواؤں سے خون ٹپک رہا ہے۔
- ادیب کا قلم غزال رعنا کی طرح چوکڑیاں بھر رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مقرر کی زباں آگ برسا رہی ہے۔
- واعظ کا بیان تعمیر کے سانچوں میں ڈھل رہا ہے۔

آپ یقین کیجیے کہ وہ ارتقائی منازل جو قومیں سالہا سال کی مسلسل تگ ودو سے طے کرتی ہیں، ہم نے چند دنوں میں ان ارتقائی منازل کو طے کرلیا ہے:

طے می شود ایں رہ بہ درخشیدن برقے
ما بے خبراں منتظر شمع و چراغیم

ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ ہمارے ریڈیو سٹیشن نے بھی ملّی کردار کی تشکیل میں ایک اہم پارٹ ادا کیا ہے، وہ قوم کو لوریاں دے دے کر سلا دینے والی عاشقانہ غزلوں اور فلمی گیتوں کی جگہ رزمیہ نظمیں اور ملی ترانے نشر کر رہا ہے، وہ طاؤس ورباب کی جگہ تیر وسناں کا ذکر کرتا ہے۔ ہم پاکستان ریڈیو کے اربابِ حل وعقد کو تہنیت پیش کرتے ہیں کہ ان کے پروگراموں میں یہ صحت مندانہ تبدیلی ہوئی ہے۔ خدا اس روش پر ان کو قائم رکھے۔

میرے بھائیو! آیئے ہم یومِ تشکر یوں منائیں کہ خدا سے عہد کریں کہ:

- ہم اس ملی وحدت اور سالمیت کو برقرار رکھیں گے۔
- ہم اس جذبۂ جہاد کو زندہ وقائم رکھیں گے۔
- ہم خیر اور بھلائی اس ملک میں پھیلائیں گے۔
- منکرات وفواحش کو ملیا میٹ کریں گے۔

جنگ کی غرض وغایت:

اسلام جنگ کی ایک واضح اور متعین غرض وغایت پیشِ نظر رکھتا ہے:

قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ[الانفال: 39/8]

''دشمنوں سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ وفساد باقی نہ رہے اور خدا ہی کا حکم نافذ ہو۔''

پس اگر فائرنگ بند ہوگئی ہے اور فتنہ سُلگ رہا ہے، تو فائرنگ کا بند ہونا کچھ بھی سود مند نہیں، اصل بات تو فتنے کا مٹ جانا ہے اور فتنہ قتل وغارت سے شدید تر ہے۔

مستقل امن کے لیے جنگ ناگزیر ہے:

اسلامی نقطۂ نظر سے جنگ اور خونریزی بہت بڑی برائی ہے اور انسانی قتل کو اسلام اکبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکبائر قرار دیتا ہے، لیکن اس جُرم سے بھی زیادہ سنگین جرم یہ ہے کہ لوگ اپنی حکومت اور آبادیوں پر قانع نہ رہیں، خدا کی سرزمین پر فتنہ وفساد پھیلائیں۔ دوسروں کی آزادی اور حکومت پر غاصبانہ ہاتھ ڈالیں، قرآن نے چند لفظوں میں یہ بات سمیٹ دی ہے۔

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ [البقرة: 191/2]

''فتنہ وفساد قتل سے بھی شدید گناہ ہے۔''

وہ قومیں جو طاقت کے نشہ اور گھمنڈ میں خدا کی سرزمین پر بغاوت اور سرکشی کرتی ہیں اور دوسری قوموں کا حق خود ارادیت پامال کرتی ہیں، جب تک ان قوموں کا سر کچل نہ دیا جائے فتنہ وفساد رُک نہیں سکتا ہے اور دنیا میں عالمگیر صلح وامن قائم نہیں ہوسکتا ہے، پس فتنہ وفساد کے عظیم شر کو ختم کرنے کے لیے اور صلح وآشتی کی فضا پیدا کرنے کے لیے اسلام ناگزیر سمجھتا ہے کہ مفسد اور جابر قوتوں کو فنا کر دیا جائے، سورۂ محمد میں قرآن کریم نے جوازِ جنگ کی علت بتلا دی:

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا [محمد:4/47]

''لڑتے رہو، یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔ (یعنی جنگ بالکل موقوف ہو جائے''

مستقل امن اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے کہ ظالم اور مفسد حکومت کو یوں مسل دیا جائے اور اس قوت کا زور یوں توڑا جائے کہ اس میں فساد پھیلانے کی سکت باقی نہ رہے۔

اسی حقیقت کو قرآن نے یوں بیان کیا:

حَتّٰى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ [محمد:4/47]

''یہاں تک لڑو کہ دُشمن چور چور ہو جائیں۔''

تمہارا دشمن عیار ہے، اس کی شاطرانہ چالوں کی گھات میں رہو، پل بھر کی غفلت سے بھی پانسہ پلٹ سکتا ہے اور یہ مت سمجھو کہ جنگ ختم ہوگئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہدائے پاکستان کو خراجِ عقیدت

آیئے چند لمحے ان عزیزانِ ملت کی یاد میں بسر کریں، جنہوں نے اپنا وجود اسلام کی عزت وناموس کی خاطر اور وابستگانِ محمد ﷺ کے تحفظ اور بقا کے لیے قربان کیا، آیئے ان شہدائے ملت کو خراجِ عقیدت ادا کریں اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت ادا کریں۔

یہ قانونِ قدرت ہے کہ جس چیز کا بیج ہم بوتے ہیں، اسی کی فصل کاٹتے ہیں، ہم نے گندم بوئی، تو زمین نے گندم کے ڈھیر اُگل دیے، ہم نے سیب کا بیج بویا تو ٹہنیاں سیبوں سے بھر گئیں، قدرت کا یہ قانون جو مادی دنیا میں نافذ ہے، اخلاقی اور رُوحانی دُنیا میں بھی بالکل اسی طرح جاری وساری ہے، وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اللہ ان کی خوش حالی کا ضامن ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ [البقرة: 261/2]

”جو لوگ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک ایک دانے سے سات سات بالیاں اُگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔“

قدرت کا یہی قانون شہیدوں پر بھی نافذ ہوتا ہے۔ جو لوگ اسلام کی آبرو کی خاطر اپنی جان دے ڈالتے ہیں اور خدا کی خاطر مر مٹتے ہیں، سب سے پہلا انعام خدا نے ان پر یہ کیا، کہ انہیں دائمی زندگی بخشی۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ [البقرة: 154/2]

”جو خدا کی راہ میں قتل ہوتے ہیں، انہیں مُردہ مت کہو، وہ تو زندہ ہیں مگر تمہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔"

اس آیت میں صرف یہی نہیں کہ شہداء زندہ ہیں، بلکہ یہ کہا کہ جب تم کسی شہید کے بارے میں یہ کہتے ہو کہ مر گیا ہے، تو تمہارا یہ کہنا مجھے ناگوار ہوتا ہے:

پھر سورۂ آل عمران میں کہا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○

[آل عمران: 169/3]

"یعنی صرف یہ نہیں کہ تم زبانوں سے انہیں مُردہ کہو، بلکہ یہ خیال بھی تمہارے ذہن سے نہ گزرے کہ وہ مر گئے ہیں انہیں دائمی اور ابدی زندگی حاصل ہوئی۔"

ایک عارف نے اسی آیت کی روشنی میں کہا تھا:

مردہ ہرگز نشود آنکہ بمیرد در عشق
کشتۂ ناز ترا زندہ و دائم شمریم

دوسری نوازش ان پر یہ ہوئی کہ عِنْدَ رَبِّهِمْ انہیں خدا کا قرب حاصل ہوا اور وہ جو قربِ الٰہی کے لذت شناس ہیں، سمجھتے ہیں کہ اس نوازش کے سامنے سب نوازشیں ہیچ ہیں۔ تیسری نوازش ان پر یہ ہوئی کہ انوارِ الٰہی کا انہیں رزق دیا جاتا ہے اور خدا کی رحمتیں ان پر پیہم برستی ہیں۔ چوتھی نوازش ان پر یہ کی گئی کہ ان کے درجات مسلسل بلند ہوتے رہتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

مَامِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ اِلَّا خُتِمَ عَمَلُهٗ اِلَّا مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يَنْمُوْلَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ [1]

"ہر مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، ہاں مگر جو شخص خدا کی خاطر دشمن کی گھات میں بیٹھے ہوئے دنیا سے گیا تو اس کا عمل قیامت تک برابر نشو ونما پاتا رہتا ہے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ عملِ جہاد بھی حسناتِ جاریہ میں سے ہے اور اس کی علت بالکل واضح ہے، عملِ جہاد کی بنیاد ہی یہ ہے، بعد کے زمانے اور آنے والی نسلوں کی

[1] المعجم الكبير للطبراني: 311/18

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظت وسعادت کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا جائے حتیٰ کہ اپنا وجود بھی قربان کر دیا جائے۔ کوئی عمل نہیں، جو اس سے زیادہ سچی اور بے لوث انسانی خدمت کے جذبات رکھتا ہو۔ عمل شہادت کے نتائج چونکہ بعد میں مسلسل اور پیہم مرتب ہوتے رہتے ہیں، ناگزیر ہوا کہ اس کا اجر بھی مسلسل اور پیہم ہو۔

شہید کی شان سب سے نرالی ہے، بڑے سے بڑے ولی کے بارے میں حکم ہوا کہ اِغْسِلُوْا بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَ کَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور دو چادروں کا کفن اس پر ڈالو، مگر شہیدانِ حق کے لاشے غسل سے بے نیاز ہوئے، پانی اس قابل نہ رہا کہ ان مقدس زخموں کو دھو سکے، وہ اس کی راہ میں کھائے ہوئے زخم...... وہ ان زخموں سے بہتا ہوا خون...... وہ خاک وخون میں لتھڑا ہوا لباس خدا کو اتنا محبوب ہوا کہ حکم ہوا شہید کو اسی ہیئت میں دفن کرو، وہ آبِ غسل سے بے نیاز، وہ کفن کی چادروں سے بے نیاز، وہ میری اور تمہاری نمازِ جنازہ سے بے نیاز، وہ خونِ عشق کے سُرخ دھبے خدا کے ہاں اتنے مقبول ہوئے کہ اسی ہیئت میں دفن ہوا اور روزِ محشر اسی عاشقانہ ہیئت میں اُٹھے گا۔ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ كُلِمَ وہی ہیئت کہ زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

چو	میرد	مبتلا	میرد
چو	خیزد	مبتلا	خیزد

مقامِ شہادت کی دلربائیوں کا اندازہ اس سے کیجئے کہ خود سرورِ عالم ﷺ فرمائیں:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلُ [1]

''میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر ممکن ہوتا تو میں یہ چاہتا کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ ہوں، پھر قتل کیا جاؤں، یعنی اس کی راہ میں ایسی لذت ہے اور یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس سے بار بار بہرہ یاب ہونے کو جی چاہتا ہے۔''

مقامِ شہادت کی جاذبیت کا یہ عالم کہ وہ صلحاء جو اس جہان آب وگل میں ہیں، وہ

[1] بخاری: 36، مسلم: 4859، نسائی: 5045، ابن ماجہ: 2753

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اس کے حصول کی دعائیں مانگیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ

اور جو شہادت کا رُتبہ پا چکے، وہ سب سے بڑی مراد جو خدا سے مانگتے ہیں، یہی ہے کہ ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج کہ تیری راہ میں فنا ہونے کی لذت پھر ایک بار حاصل کریں۔

پس وہ قوم جس کا ہر فرد ملت کی آبرو کے لیے اپنی جان دینے کو سب سے بڑی سعادت سمجھے، وہ کبھی پسپا نہیں ہوسکتی اور اس دشمن سے کبھی ہزیمت نہیں کھا سکتی، جو شہادت کی جاوداں زندگی کے تصور ہی سے یکسر عاری ہے۔ خدا کی ان گنت رحمتیں ہوں، ان شہیدانِ ملت پر، جنھوں نے پاکستان کی سرحدوں کو اپنے خون سے سینچا اور مقدس وطن کی سر زمین میں اپنی ہڈیوں اور اپنے لہو کی کھاد ڈالی اور اس سرزمین کو استحکام بخشا۔

قوم ان کی رہین منت ہے، انہوں نے خود فنا ہوکر قوم کی رگوں میں زندگی اور حرارتِ ایمانی کی لہر دوڑا دی، یہ انہیں کی بدولت ہے کہ آج قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی ہے، یہ اپنا مال، اپنا قلم، اپنی زبان، اپنی توانائی، اپنی جان، دین وملت کے لیے وقف کرنے کا جذبہ انہی شہیدانِ وطن نے ہمیں بخشا ہے، وہ ارتقائی منزلیں جو قومیں سالہا سال کی مسلسل تگ ودو سے طے کرتی ہیں، یہ لذت شہادت ہی کا ذوق تھا کہ ہم نے محض چند دنوں میں ان ارتقائی منازل کو طے کرلیا ہے۔

وقت کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ ملی کردار کے وہ خط وخال جو شہیدوں نے اپنے لہو سے بنائے ہیں، انہیں زندہ اور برقرار رکھنے کے لیے ہم اپنی ساری قوت کھپا دیں اور سیرت کی وہ رعنائیاں جو ہمیں حاصل ہو چکی ہیں، انہیں مزید تابندگی بخشنے کے لیے ہم اپنی ساری محنت اور توانائی صرف کر ڈالیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

واقعہ کربلا پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، مگر کوئی ایسی کتاب نظر سے نہیں گزری جس پر جذباتیت کی چھاپ لگی ہوئی نہ ہو۔ سب نے تعصب کی رنگین عینک چڑھا کر واقعہ پر نظر ڈالی، حامیان بنوامیہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے محاسن کو بھی قبائح بنا ڈالا اور حامیان بنو ہاشم کی عقیدت نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی لغزشوں میں بھی حسن ورعنائی کا رنگ بھر دیا۔

وَعَيْنَ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ
كَمَا أَنَّ عَيْنَ السَّخَطِ تُبْدِي الْمَسَاوِيَا

پھر دونوں نے اپنے اپنے دھڑے کی حمایت میں خانہ ساز روایات کے انبار لگا دیئے اور پروپیگنڈے کا غبار دونوں طرف سے اتنا اڑایا گیا کہ حقیقت اس میں مستور ہوگئی۔

میں نے کوشش کی ہے کہ غبار کی یہ دبیز تہیں اُتار کر واقعہ کے اصل خدوخال اجاگر کروں اور جذباتیت سے ہٹ کر تاریخی حقائق متعین کروں۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں واقعہ کی شرعی حیثیت کی وضاحت کی ہے، یعنی:

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ وقت کے خلاف بغاوت کی تھی اور کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل شرعاً روا تھا......؟ دوسرے حصے میں تاریخی اعتبار سے روایات کی چھان پھٹک کی ہے۔ واقعہ کے قدیم ترین مآخذ تلاش کیے ہیں۔ راویوں کی ثقاہت کو جانچا ہے۔ راویوں کی ثقاہت جانچتے وقت جہاں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور ذھبی رحمہ اللہ کی کتابوں سے کام لیا، وہاں شیعہ اسماء الرجال کی کتاب ''تنقیح المقال'' بھی پیش نظر رہی، پھر ایک مستند روایت قلمبند کی ہے، یہ روایت عمار الدھنی کی ہے، یہی ایک ایسا راوی ہے جس کی ثقاہت پر شیعہ اور سنی علماء کا اتفاق ہے اور آخر میں اس روایت پر نقد و نظر ہے۔

یکم جولائی 1959ء
ابوبکر غزنوی
شیش محل روڈ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

مبسملاً و حامداً و مصلیاً

حادثۂ کربلا اسلامی تاریخ میں ایک المناک حادثہ ہے، مجھے اعتراف ہے کہ تاریخ کا یہ باب پڑھتے وقت ایک مسلمان اپنے جذبات کی سطح مشکل ہی سے پرسکون رکھ سکتا ہے۔

آیئے ہم آج کوشش کریں کہ اس حادثہ کی تاریخ پر محققانہ نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ واقعہ کے اصل خدوخال کیا ہیں۔ زیب داستاں کس حد تک ہوئی ہے اور ذوقِ داستان سرائی کی تسکین کے لیے حقیقت حال میں خانہ ساز روایات کا امتزاج کس حد تک کیا گیا ہے؟ واقعۂ کربلا کی تفصیلات کن راویوں سے منقول ہیں اور ان راویوں کی ثقاہت کا حال کیا ہے؟ اس حادثہ کی تاریخ پڑھتے ہوئے اور بھی بعض سوالات ہمارے ذہن میں ابھرنے لگتے ہیں اور بعض گرہیں ہمارے رشتۂ فکر میں پڑنے لگتی ہیں۔ آیئے آج ہم فرقہ ورانہ جذبہ سے یکسر خالی ہوکر ان سوالات پر غور کریں اور ان گرہوں کو سلجھانے کی کوشش کریں۔

1

بعض حامیان بنو امیہ کہتے ہیں کہ یزید منصب خلافت پر فائز ہو چکا تھا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر شرعاً واجب تھا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے، اس کے خلاف خروج کرنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے جائز نہ تھا اور خروج کرنے والے کی سزا تو قتل ہی ہے، اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے وہ احادیث واقوال کے انبار لگا دیتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَنْ جَاءَ كُمْ وَ أَمْرُ كُمْ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ أَنْ يُّفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ [1]

”جب تم کسی شخص کی خلافت پر اکٹھے ہو جاؤ اور کوئی دوسرا مدعی خلافت تمہارا شیرازہ بکھیرنے کے لیے کھڑا ہو تو اسے قتل کر دو۔“

[1] مسلم: 4796، 4798، ابوداؤد: 4762، نسائی: 4034 تا 4036۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بعض حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي وَسَيَقُومُ فِيكُمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ قَالَ: قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: تَسْمَعُ وَتُطِيعُ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ [1]

''میرے بعد ایسے امام ہوں گے، جو میرا طور طریق چھوڑ دیں گے، میری سنت پر نہیں چلیں گے اور عنقریب تم پر ایسے لوگ حکمران ہوں گے کہ ان کا جسم تو انسانوں کا ہوگا، مگر دل شیطان کا سا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر ہم نے ایسا پایا تو کیا کریں؟ فرمایا: سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تمہاری پیٹھ پر تازیانے لگائے جائیں اور تمہارا مال چھین لیا جائے، تب بھی ان کی سنو اور اطاعت کرو۔''

اس میں شک نہیں کہ ایسی احادیث کثرت سے ملتی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کی خلافت پر امت کا اجماع ہو جائے تو جنگ وقتال سے بچنے کی خاطر اور ملی اتحاد و یگانگت قائم رکھنے کے لیے اس کی اطاعت سے روگردانی جائز نہیں ہے، اگرچہ وہ خلیفہ اہلیت واستحقاق کے اعتبار سے اسلام کے ٹھہرائے ہوئے معیار پر پورا نہ اترتا ہو یا فقہی اصطلاح میں یوں کہیے کہ وہ جامع الشروط نہ ہو۔

آئیے اب ہم دیکھیں آیا یزید منصب خلافت پر فائز تھا؟

1. کیا اس منصب پر خلافت کا اطلاق بھی ہوسکتا ہے؟
2. کیا اس کی حکومت پر امت کا اجماع ہوگیا تھا؟
3. کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس پر خروج کیا تھا؟

خلفائے راشدین کے انتخاب پر ایک نظر

ہم خلفائے راشدین کے انتخاب اور یزید کے تقرر کی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور

[1] مسلم: 4785

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھتے ہیں کہ کیا یزید کی حکومت پر خلافت کا اطلاق ہوتا ہے؟

1 حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا جانشین خود مقرر نہیں کیا، بلکہ امت کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

سقیفۂ بنوساعدہ میں صدہا صحابی اکٹھے ہوئے، مہاجرین و انصار کی آپس میں تیز تیز بحثیں ہوئیں اور آخر سب نے متفقہ طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اگلے روز آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور عامۃ الناس نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

2 خلیفۂ دُوم کا انتخاب:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کا نام ارباب حل وعقد کے سامنے پیش کیا، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سعید ابن زید رضی اللہ عنہ، ابوالاعور رضی اللہ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، اس شوریٰ کے ممتاز افراد تھے اور یہ وہ لوگ تھے جنہیں عوام اپنا نمائندہ سمجھتے تھے۔ ارباب حل وعقد نے پوری آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کے بعد مجوزہ نام رائے عامہ حاصل کرنے کے لیے عوام کے سامنے پیش کیا اور ان سے پوچھا أَتَرْضَوْنَ بِهِ؟ کیا آپ ان کے حق میں ووٹ دیتے ہیں، تجویز پر غور کرنے کے بعد سب لوگوں نے کہا: قَدْ رَضِينَا ہم اس تجویز کو منظور کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو للکار کر کہا تھا کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور شخص پر رضامند نہیں ہوں گے۔

ابن اثیر نے زید بن وھب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکومت کو خاندانی میراث نہیں سمجھا، ورنہ وہ اپنے بیٹے کو امیر نامزد کرتے۔ [1]

یہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا، تو یہ محض ایک تجویز تھی قطعی حکم نہ تھا۔ اگر یہ قطعی حکم ہوتا تو شوریٰ کو کیوں طلب کیا تھا اور عوام سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ...... أَتَرْضَوْنَ بِهِ؟

---

[1] البدایہ والنہایہ: 248/5

[2] اسد الغابہ، تاریخ الامم والملوک للطبری

[3] اسد الغابہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3 خلیفہ سوم کا انتخاب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی استصواب رائے عامہ سے ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوسی غلام کے خنجر سے زخمی ہوئے، تو فوراً مجلس شوریٰ کا انتخاب کیا، آپ نے مجلس شوریٰ کے ارکان سے فرمایا:

میں نے تمہیں مجلس شوریٰ کا رکن محض اس لیے بنایا ہے کہ تم عوام الناس کے سردار ہو اور انہوں نے اپنی قیادت کی زمام تمہارے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔
مجھے اطمینان ہے کہ لوگ تم پر اعتماد رکھتے ہیں، اس لیے کہ وہ آگاہ ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام زندگی بھر تم سے خوشنود رہے ہیں۔ [1]

آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں صاف کہہ دیا تھا۔ لَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ [2]

مجلس شوریٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا کہ وہ استشارۂ جمہور کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں۔ تین دن اور تین راتیں مسلسل استصواب رائے عامہ کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا تھا، ابن کثیر لکھتے ہیں:

اِزْدَحَمَ النَّاسُ يُبَايِعُوْنَ عُثْمَانَ حَتّٰى غَشَوْهُ تَحْتَ الْمِنْبَرِ [3]
بیعت کرنے کی غرض سے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہجوم کیا حتیٰ کہ منبر کے پاس انہیں ڈھانپ لیا۔

4 خلیفہ چہارم کا انتخاب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ منصب خلافت آپ سنبھالیے، حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے امیر مت بناؤ، بہتر یہی ہے کہ تم مجھے وزیر بنالو، لوگوں نے جب پیہم اصرار کیا، تو آپ نے فرمایا: فَفِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّ

---

[1] تاریخ طبری، ج: 5 ص: 34-35۔
[2] اسد الغابہ جلد 4 ص: 75۔
[3] البدایۃ والنہایہ جلد 7 ص 145-146۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَیْعَتِیْ لَا تَکُوْنُ خُفْیًا وَلَا تَکُوْنُ اِلَّا عَنْ رَضِیَ الْمُسْلِمِیْنَ فیصلہ مسجد ہی میں ہوگا، میری بیعت نہ چوری چھپے ہوسکتی ہے، نہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ہی۔ [1]

پس خلافت راشدہ کا ہر ہر ورق یہ گواہی دیتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں خلیفہ کا انتخاب جمہور کے باہمی فیصلہ سے ہوتا ہے، اہلیت و استحقاق کی بنا پر ہوتا ہے، خاندانی وراثت کے اصول پر نہیں ہوتا۔

وہ ملوکیت ہی ہے، جو خاندانی وراثت کی بنا پر ملتی ہے اور وہ ولی عہدی ہی ہے، جس کا تقرر استشارۂ جمہور کے بغیر ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعلان حقیقت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو صاف کہہ دیا تھا لَا خِلَافَةَ اِلَّا عَنْ مَشْوَرَةٍ [2] یعنی عام مشورہ کے بغیر خلافت کا قیام نہیں ہوسکتا اور مَنْ بَایَعَ عَنْ غَیْرِ مَشْوَرَةِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّهٗ لَا بَیْعَةَ لَهٗ۔ (جس نے عامۃ المسلمین کے مشورہ کے بغیر بیعت کی تو اس کی، بیعت نہ ہونے کے برابر ہے)۔ [3]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اظہار حقیقت:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ تمہیں خلیفہ کس نے بنایا؟ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا:

اِنَّهٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْهُمْ عَلَیْهِ فَلَمْ یَکُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ یَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ یَّرُدَّ اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمُّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِكَ رَضِیَ [4]

جس قوم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور جن شرائط پر کی تھی، اسی

[1] تاریخ الامم والملوک طبری، ج: 5، ص: 152
[2] کنز العمال، ج: 3، ص: 129
[3] تاریخ طبری، ج: 2
[4] نہج البلاغۃ، ج: 2، ص: 7، مطبوعہ مصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوم نے انہی شرائط پر میری بیعت بھی کی ہے، جو مجلس انتخاب میں موجود ہو اُسے حق نہیں کہ (اکثریت کے خلاف) اپنی رائے پر اڑا رہے اور جو غیر حاضر ہو اُسے حق نہیں کہ اپنی غیر حاضری کی بنا پر انتخاب عام کو رد کر دے۔"

ایک لمحہ کے لیے اگر علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر ہم غور کریں، تو بہت سے مابہ النزاع مسائل کا حل ہم اس جواب میں ڈھونڈ سکتے ہیں اور نہج البلاغہ کا حوالہ عمداً دے رہا ہوں۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ؟

یزید کا تقرر:

اس کے بعد بنو امیہ کے دور کا آغاز ہوتا ہے، اسلامی حکومت کا وہ نظام جو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی پیہم کاوشوں سے تشکیل پایا تھا زیروزبر ہو گیا اور موروثی شہنشاہیت کی وہ لعنت، جسے اسلام دفن کر چکا تھا، از سر نو مسلمانوں پر مسلط کر دی گئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایماء پر ولی عہد بنایا اور افسوس کہ یہ تقرر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اور ان کے علی الرغم ہوا۔ کاش وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ لَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ بیٹا خلافت کی اہلیت و استحقاق نہیں رکھتا اور لوگ آسانی سے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے، اس لیے وفات سے کئی سال قبل ہی اس کی حکومت کے لیے زمین ہموار کرنے لگے، ان کی وفات 60ھ میں ہوئی اور ابن اثیر اور طبری کے بیان کے مطابق چھپن ہجری ہی میں اس کی جانشینی کے لیے تدبیریں سوچنے لگے [1] اور ذھبی کے بیان کے مطابق 51ھ ہی میں زمین ہموار کرنے لگے تھے۔ [2]

جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی، تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو کچھ زیادہ قابل عمل نہ سمجھا تھا اور مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: مَنْ لِي بِهَذَا۔ میرا کون ہے جو یہ کام انجام دے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

[1] طبری، ج: 4 ص: 234، کامل، ج: 3 ص: 249

[2] تاریخ الاسلام، ج: 2 ص: 258

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَكْفِيكَ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَيَكْفِيكَ زِيَادُ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَلَيْسَ بَعْدَ هٰذَيْنِ الْمِصْرَيْنِ يُخَالِفُكَ أَحَدًا [1]

''کوفہ والوں کو میں سیدھا کرلوں گا اور بصرہ والوں سے زیاد نبٹ لے گا اور ان دوشہروں کے رام ہو جانے کے بعد کوئی تمہاری مخالفت نہیں کرے گا۔''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو خط بھیجا کہ میں یزید کو اپنا جانشین بنانا چاہتا ہوں اور مجھے خدشہ ہے کہ اس کی جانشینی پر لوگ بدک جائیں گے۔ زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلایا اور کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں یزید کے کرتوت بتاؤ اور کہو کہ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ وہ تاخیر جس سے بات بن جائے، اس تعجیل سے بہتر ہے جس سے بات بگڑ جاتی ہو۔ عبید نے کہا، باپ کی رائے بیٹے کے بارے میں کیوں خراب کرتے ہو، میں خود انہیں سمجھادوں گا۔ [2]

یہ تھا یزید کی اہلیت کا حال، جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور زیاد بھی آگاہ تھے، مروان نے جب مدینہ میں اعلان کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفۃ المسلمین بنایا ہے، تو عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور علانیہ کہہ دیا، اے مروان تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے خلیفہ نہیں چنا ہے، بلکہ خلافت کو تم نے ہرقلیت (ملوکیت) سے بدل دیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی کھڑے ہو کر احتجاج کیا۔

ملوکیت کے اہم ترکیبی عناصر خاندانی وراثت اور شخصی اختیار ہی ہیں اور یہ دونوں عنصر اس تقرر میں بدرجہ اُتم موجود تھے، استصواب رائے عامہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ارباب حل وعقد سے بھی مشورہ لینے کی ضرورت نہ سمجھی گئی اور محض قوت کے بل بوتے پر یزید کی حکومت ٹھونس دی گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب احنف بن قیس سے پوچھا کہ یزید کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے، تو اس نے بڑی ہی خدا لگتی بات کہی تھی:

نَخَافُكُمْ إِنْ صَدَقْنَا وَ نَخَافُ اللّٰهَ إِنْ كَذَبْنَا وَأَنْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

[2] ابن اثیر، ج: 3، ص: 249، نیز طبری، ج: 4

[2] ابن اثیر، ج: 2، ص: 250 نیز طبری، ج: 4 ص: 225

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَعْلَمُ بِيَزِيْدَ فِي لَيْلِهِ وَ نَهَارِهِ وَ سِرِّهِ وَعَلَانِيَتِهِ

سچی بات کہتے ہوئے آپ سے ڈر لگتا ہے اور جھوٹی بات کہتے ہوئے ہم خدا سے ڈرتے ہیں، اے امیر المؤمنین! آپ ہم سے بہتر سمجھتے ہیں کہ یزید کے دن اور یزید کی راتیں کن کاموں میں بسر ہوتی ہیں اور اس کے ظاہر و باطن کا حال کیا ہے۔ [1]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بستر مرگ پر یزید سے کہا تھا:

وَطَّأْتُ لَكَ الْأُمُوْرَ وَذَلَّلْتُ لَكَ الْأَعْدَاءَ وَأَخْضَعْتُ لَكَ رِقَابَ الْعَرَبِ [2]

میں نے معاملات تیرے لیے ہموار کر دیے ہیں اور تیرے دشمنوں کو ذلیل کر دیا ہے اور عرب کی گردنیں تیرے سامنے جھکا دی ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اعتراف کے بعد تو کچھ کہنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔

ملوکیت اور خلافت میں فرق صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ملوکیت اور جمہوریت کے نظریے آج کل کی پیداوار ہیں، قرن اول کے مسلمانوں کو ان بحثوں کی کیا خبر تھی، یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے، جو تاریخ اسلام سے یکسر ناآشنا ہو۔

ایک دفعہ ایک شخص حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو دور ہی سے دیکھ کر لرزنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هَوِّنْ عَلَيْكَ، لَسْتُ بِمَلِكٍ ''ڈرو نہیں، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔'' [3]

فتح مکہ سے قبل ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا آہن پوش لشکر دیکھا تھا، تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا تھا کہ کتنی عظیم بادشاہت ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلاتامل اسے جواب دیا تھا، ابوسفیان یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے۔ [4]

[1] کامل، ج: 3،ص: 251
[2] ابن اثیر، ج: 3،ص: 259
[3] ابن ماجہ: 3312
[4] سیرۃ ابن ہشام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد پہلی بار جب قوم سے خطاب کیا تو آپ نے کہا تھا:

آج روئے زمین کے بادشاہ کہاں ہیں، وہ فنا ہو چکے۔ ہم نے روئے زمین پر خلافت قائم کی ہے، اگر ہم نے ان کی روش اختیار کی، تو ہم بھی ان کی طرح نیست و نابود ہو جائیں گے۔ [1]

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ تو مشہور و معروف ہے کہ جب روم کا سفیر مدینہ پہنچا اور اس نے دریافت کیا کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ تو اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے جواب ملا تھا۔ مَالَنَا مَلِكٌ بَلْ لَنَا أَمِيرٌ ۔ ہمارا کوئی بادشاہ نہیں ہے، ہاں ہمارا امیر ضرور ہے۔

ان واقعات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ملوکیت اور خلافت کا فرق اچھی طرح سمجھتے تھے اور ملوکیت کے خلاف ایک شدید جذبہ ان میں موجود تھا۔

پس یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ یزید خلیفۃ المسلمین نہ تھا، یہ قیصریت تھی یا بقول حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ یوں کہیے کہ یہ ھرقلیت تھی اور بیعت کا تعلق قیصریت یا ھرقلیت سے نہیں ہے، خلافت سے ہے۔

2 کیا یزید پر امت کا اجماع ہو چکا تھا؟

1 حضرت حسین، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کا یزید کے خلاف احتجاج تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ان کی آواز کو محض تین آدمیوں کی آواز سمجھنا غلطی ہے، یہ قوم کے مختلف دھڑوں کی آواز تھی، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کچھ خاندانی نجابت اور کچھ ذاتی خصائص کی بنا پر لوگوں کی نگاہوں کا مرکز و محور تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے جب حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے سفر سے باز رکھنے کے لیے خط بھیجا، تو اس میں لکھا تھا:

اِنْ هَلَكْتَ الْيَوْمَ طَفِى نُوْرُ الْاَرْضِ فَاِنَّكَ اَعْلَمُ الْمُهْتَدِيْنَ وَرَجَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ [2]

اگر آپ شہید ہو گئے تو دنیا اندھیر ہو جائے گی، آپ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام

[1] طبری، ج: 3، ص: 212

[2] ج: 3، ص: 277

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، مسلمانوں کی امیدیں آپ ہی سے وابستہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے کہا تھا کہ:

أَقِمْ فِيْ هٰذَا الْبَلَدِ "اسی شہر میں قیام کیجئے"

فَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْحِجَازِ "کہ آپ باشندگان حجاز کے امام ہیں۔" [1]

پس یہ کہنا کہ محض دو تین آدمیوں نے مخالفت کی تھی، باقی ساری امت تو متفق ہو چکی تھی، حقائق کی سراسر تکذیب ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آواز ہزاروں انسانوں کی آواز تھی اور ان کا احتجاج ایک جم غفیر کا احتجاج تھا، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بےزاری اور تنفر کے جذبات جو لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے تھے اور حکومت کی قہرمانیت کی وجہ سے بند گھروں میں بھی جن کا اظہار کرتے ہوئے ان کی زبانیں ہکلاتی تھیں، حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حق گوئی و بے باکی کی وجہ سے ان جذبات کا اظہار بے خوف وخطر اور برملا کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی زیرکی، سیاستدانی اور عزم کی پختگی سے کون واقف نہیں ہے، حجاز میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہی کا وجود تھا جو لوگوں کی نگاہیں اپنی طرف کھینچ سکتا تھا، اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امام حسین رضی اللہ عنہما کے مکہ سے رخصت ہو جانے کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مزاحاً کہا تھا۔

خَلَا لَكِ الْجَوُّ فَبِيْضِيْ وَاصْفِرِيْ
وَنَقِّرِيْ مَا شِئْتِ أَنْ تُنَقِّرِيْ

یعنی فضا تمہارے لیے خالی ہو گئی ہے، خوب چہچہاؤ اور جتنی منقار چلانا چاہتے ہو چلا لو۔

زبیریوں کا دھڑا ایسا طاقتور دھڑا تھا جسے یزید شکست دینے سے قاصر رہا، پھر یہ سمجھنا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی آواز تنہا ایک فرد کی آواز تھی، سادہ لوحی ہے۔

[2] خود کوفہ والے بھی یزید کو خلیفہ بنانے کے لیے دل سے آمادہ نہ تھے، مگر ان کی منافقانہ چال سچی بات کہنے سے انہیں باز رکھتی تھی، اگر کوفہ والے یزید کے ساتھ تھے تو پھر یہ خطوط کے انبار کون لکھتا رہا، جن سے دو خورجین بھر گئے تھے۔ جن لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھے، ان میں سے بعض کے نام تو آج

[1] کامل، ج: 3، ص: 276

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک تاریخ میں محفوظ ہیں۔مثلاً سلیمان بن صرد الخزاعی، المسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مطاہر، شیث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن الحارث، یزید بن رویم، عروۃ بن قیس، عمر بن حجاج الزبیدی، محمد بن عمیر التمیمی۔

اگر کوفہ والے یزید کے ساتھ تھے تو ہزاروں آدمیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی تھی۔ [1]

3 نعمان بن بشیر کی معزولی پر جب ابن مرجانہ کوفہ کا عامل بنا، تو وہ کوفہ شہر میں ڈھاٹا باندھے ہوئے داخل ہوا تھا، ان دنوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر بھی کوفہ میں گرم تھی، اس کا چہرہ ڈھاٹا میں چھپا ہوا تھا، لوگوں نے سمجھا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ آگئے، ان کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھے اور فضاء مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداؤں سے گونج اٹھی، اگر کوفہ والے یزید کی خلافت پر مطمئن ہوتے، تو اس گرم جوشی سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا استقبال نہ کرتے۔

فرزدق نے کوفہ والوں کی نبض پر ٹھیک ہاتھ رکھا تھا، کوفہ جاتے ہوئے راستے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فرزدق سے ملاقات ہوئی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بتاؤ کوفہ والوں کا کیا حال ہے؟ فرزدق نے کہا:

قُلُوْبُ النَّاسِ مَعَكَ سُيُوْفُهُمْ مَعَ بَنِيْ اُمَيَّةَ [2]

لوگوں کے دل تمہارے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنوامیہ کی حمایت میں اٹھیں گی۔

4 یہ تھا حال کوفہ و حجاز کا اور یمن میں شیعان علی رضی اللہ عنہ کی کثرت تھی ہی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے:

فَاِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَخْرُجَ فَسِرْ اِلَى الْيَمَنِ فَاِنَّ بِهَا حُصُوْنًا وَ شِعَابًا وَهِيَ اَرْضٌ عَرِيْضَةٌ وَلِاَبِيْكَ بِهَا شِيْعَةٌ [3]

---

[1] کامل، ج: 3، ص: 267

[2] کامل، ج: 3، ص: 276

[3] کامل، ج: 3، ص: 276

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر تجھے مکہ سے جانا ہی ہے، تو یمن جاؤ، وہاں قلعے ہیں، وادیاں ہیں اور وہ ایک لمبی چوڑی سرزمین ہے اور وہاں تیرے بابا کے حامی موجود ہیں۔

ان تاریخی حقائق کی موجودگی میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یزید کی حکومت پر امت کا اجماع ہو چکا تھا؟ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی منہاج السنہ کی دوسری جلد میں لکھا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یزید مسند حکومت پر متمکن نہ ہوا تھا:

وَالْحُسَيْنُ اُسْتُشْهِدَ قَبْلَ أَنْ يَتَوَلَّى يَزِيْدُ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْبِلَادِ [1]

پھر جب یزید کی حکومت ابھی تک جمی ہی نہ تھی، تو خروج کا سوال کیسے پیدا ہوتا ہے؟

3 کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پر خروج کیا تھا؟

کوفہ والوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پے در پے خطوط روانہ کیے اور ان خطوط میں وہ لکھتے رہے:

لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالنُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ فِيْ قَصْرِ الْاِمَارَةِ لَا نَجْتَمِعُ مَعَهُ فِيْ جُمُعَةٍ وَلَا عِيْدٍ وَلَوْ بَلَغْنَا اِقْبَالُكَ اِلَيْنَا اَخْرَجْنَاهُ حَتّٰى نُلْحِقَهُ بِالشَّامِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى [2]

ہمارا کوئی امام نہیں ہے، آپ تشریف لایئے ہمیں امید ہے کہ اللہ آپ کے باعث ہمیں حق پر اکٹھا کر دے گا اور نعمان بن بشیر (والی کوفہ) شاہی محل میں ہے، ہم اس کے پیچھے نہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں نہ عید کی۔ اگر آپ کے آنے کی خبر ہمیں مل جائے، تو ہم اسے شہر سے نکال باہر کریں گے حتیٰ کہ شام تک اسے دھکیل دیں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھی ہوئی ہیں اور وہ یزید کو خلیفہ بنانے کے لیے تیار نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ یزید کے اقتدار میں دین و ملت کی تباہی ہے، انہوں نے ایک نااہل کے تسلط سے مسلمانوں کو بچانے کی غرض سے کوفہ

---

[1] منہاج السنہ، ج: 2، ص: 139

[2] کامل ج:3، ص:266

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کی آواز پر لبیک کہا، یہ سمجھنا غلطی ہے کہ وہ خود خلافت کے مدعی تھے، کوفہ کی جانب ان کی روانگی محض لوگوں کی طلب وخواہش کا جواب تھا:

دَعَانَا وَالْأَسِنَّةُ مُشَرَّعَاتٌ
فَكُنَّا عِنْدَ دَعْوَتِهِ الْجَوَابَا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی فوجوں سے جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، اگر جنگ ہی کا ارادہ ہوتا، تو وہ حامیان بنو ہاشم کا ایک جم غفیر اپنے ساتھ لے سکتے تھے، اگر جنگ وجدل ہی کا ارادہ تھا، تو یوں بے یار ومددگار عورتوں اور بچوں سمیت کوفہ روانہ نہ ہوتے، وہ سمجھتے تھے کہ زمین ہموار ہے اور لوگ میری آمد کے منتظر ہیں۔

جب ابن مرجانہ کی فوجوں نے مزاحمت کی، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خطوط کے وہ انبار ان کے سامنے بکھیر دیئے، جو کوفہ والوں کی طرف سے انہیں موصول ہوئے تھے کہ میری آمد تمہاری ہی دعوت کا جواب ہے اور جب وہ صاف مکر گئے کہ ہم نے کوئی خط آپ کے نام نہیں بھیجا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا، اگر آپ لوگوں نے مجھے نہیں بلایا، تو میں واپس چلا جاتا ہوں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو، میں خود اس سے معاملہ نمٹا لوں گا، یا مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو۔

اگر ابن زیاد سمجھتا تو حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی بات بڑی سیدھی اور صاف تھی، اس میں کوئی فتنہ وفساد کا شائبہ نہ تھا، مگر ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کو محض ذلیل اور رسوا کرنے کی خاطر ابن سعد کو حکم دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو پابہ زنجیر میرے دربار میں حاضر کرو۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جن کی رگوں میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون دوڑ رہا تھا، اس ذلت کو کیونکر گوارا کر سکتے تھے؟ وہ بپھر گئے اور غیرت وحمیت کا تقاضا بھی یہی تھا فرمایا:

اَلْمَوْتُ أَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ لَا أُقِرُّ اِقْرَارَ الْعَبِيْدِ

موت اس سے قریب تر ہے، میں غلاموں کی طرح گھٹنے ٹیکنے والا نہیں ہوں۔

پس حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا، بلکہ ابن زیاد جان بوجھ کر ان سے الجھا اور لڑائی پر انہیں مجبور کیا۔

یہ بات ثابت ہوئی کہ یزید منصب خلافت پر فائز نہ تھا، نہ اس پر امت کا اجماع ہوا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں ان دعاوی میں سے کوئی دعویٰ بھی تو درست نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی منہاج کی دوسری جلد میں یہی فتویٰ دیا ہے، مولانا آزاد رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔ وہ مسئلہ خلافت میں یوں رقمطراز ہیں:

"یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس حالت میں لڑے جب کہ وہ یزید کی حکومت کے مقابلے میں خود مدعی امامت اور طالب خلافت تھے، جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں انہوں نے واقعۂ کربلا کا دقتِ نظر سے مطالعہ نہیں کیا، حالات میں اچانک ایسی تبدیلیاں ہوئی ہیں کہ اس غلط فہمی کا پیدا ہو جانا عجیب نہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ سے چلے تو ان کی حیثیت دوسری تھی، جب کربلا میں حق پرستانہ لڑ کر شہید ہوئے تو ان کی حیثیت دوسری تھی، دونوں حالتیں مختلف ہیں، اس لیے دونوں کا حکم بھی شرعاً مختلف۔"

جب وہ مدینہ منورہ سے چلے ہیں تو حالت یہ تھی کہ نہ تو ابھی یزید کی حکومت قائم ہوئی تھی، نہ اہم مقامات و مراکز نے اس کو خلیفہ تسلیم کیا تھا اور نہ اہل حل وعقد کا اس پر اجماع ہوا تھا۔ ابتداء سے معاملۂ خلافت میں سب سے پہلی آواز اہل مدینہ کی رہی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ کی جگہ کوفہ دارالخلافہ بنا، اہل مدینہ اس وقت تک متفق نہیں ہوئے تھے، کوفہ کا یہ حال تھا کہ تمام آبادی یک قلم مخالف تھی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے لیے پیہم اصرار والحاح کر رہی تھی، انہوں نے خود خلافت کی حرص نہ کی، بلکہ ایک ایسے زمانے میں جب تخت حکومت سابق حکمران سے خالی ہو چکا تھا اور نئے حکمران کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی، ایک بہت بڑی مرکزی اور مؤثر آبادی (یعنی کوفہ اور عراق) کے طلب وسوال کو منظور کر لیا۔

البتہ اس منظوری میں یہ مصلحت ضرور پیش نظر تھی کہ یزید جیسے نا اہل کی حکومت سے امت کو بچایا جائے، اگر کہا جائے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد مقرر کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً اولاد کی ولی عہدی کوئی شے نہیں ہے، اصلی شرط خلافت کی انعقاد حکومت ہے، یزید کو گو ولی عہد مقرر کر دیا ہو لیکن جب تک اس کی خلافت بالفعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم نہ ہو جاتی صرف یہ بات کوئی حجت نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ جب یزید کی ولی عہدی کے لیے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیعت طلب کی گئی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا اُبَایِعُ لِاَمِیْرَیْنِ میں دو امیروں سے بیک وقت بیعت نہیں کروں گا۔ یعنی خلیفہ کا اپنی زندگی میں ولی عہدی کے لیے بیعت لینا ایک وقت میں دو امیروں کی بیعت ہے جس کی شرعاً کوئی اصل نہیں۔ [1]

لیکن جب وہ کوفہ پہنچے تو یکا یک نظر آیا کہ حالت بالکل بدل چکی ہے۔ تمام اہل کوفہ ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کے لیے بیعت کر چکے تھے اور سرزمین عراق کی وہ بیوفائی وغداری جو حضرت امیر کے عہد میں بار ہا ظاہر ہو چکی تھی بدستور کام کر رہی ہے۔ یہ حال دیکھ کر وہ معاملۂ خلافت سے دستبردار ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ مدینہ واپس چلے جائیں، لیکن ابن سعد کی فوج نے ظالمانہ محاصرہ کر لیا اور مع اہل وعیال کے قید کرنا چاہا، وہ اس پر بھی آمادہ ہو گئے تھے کہ مدینہ کی جگہ دمشق چلے جائیں اور براہ راست یزید سے اپنے معاملہ کا فیصلہ کرالیں۔ مگر ظالموں نے یہ بھی منظور نہ کیا، اب امام رضی اللہ عنہ کے سامنے صرف دو راہیں تھیں، یا اپنے تئیں مع اہل وعیال قید کرادیں، یا مردانہ وار لڑ کر شہید ہوں، شریعت نے کسی مسلمان کو مجبور نہیں کیا ہے کہ ناحق ظالموں کے ہاتھ اپنے تئیں قید کرادے، پس انہوں نے دوسری راہ بکمال عزیمت ودعوت کی اختیار کی اور خود فروشانہ لڑ کر حالت مظلومی ومجبوری میں شہید ہوئے۔

پس جس وقت کربلا میں میدان کارزار گرم ہوا ہے، اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدعی خلافت وامامت نہ تھے نہ اس حیثیت سے لڑ رہے تھے، ان کی حیثیت محض ایک مقدس اور پاک مظلوم کی تھی، جس کو ظالموں کی فوج ناحق گرفتار کرنا چاہتی ہے اور وہ اپنے آپ کو زندہ گرفتار کرادینا پسند نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ طاقتور ظلم کے مقابلے میں بے سروسامان حق کی استقامت کا ایک یادگار منظر دنیا کو دکھلا دے، تعجب ہے کہ یہ غلط فہمی صدیوں سے پھیلی ہوئی ہے۔

4 کیا قتل حسین رضی اللہ عنہ میں یزید کا ہاتھ نہ تھا؟

بعض مصری مؤرخین اور بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ یزید کا دامن بالکل بے داغ ہے

[1] رواہ ابن حبان ونقلہ فی الفتح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خون فقط ابن زیاد کی گردن پر ہے، یزید تو شام میں تھا اور اسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر تک نہ تھی، آیئے واقعات کی روشنی میں دیکھیں کہ حقیقت حال کیا ہے:

1 حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر جب کوفہ میں پھیل رہی تھی، وہاں کے والی اس وقت نعمان بن بشیر تھے، محض نعمان بن بشیر کے مزاج کی نرمی اور دھیما پن کی بنا پر یزید نے ان کی معزولی کے احکام صادر کیے تھے، عبداللہ بن زیاد والی بصرہ سے یزید ان دنوں خفا تھا لیکن محض اس کے مزاج کی شدت وغلظت کی بنا پر کوفہ بھی اس کے حوالے کر دیا، یزید آگاہ تھا کہ ابن زیاد کے دل میں پتھر کی سی صلابت وقساوت ہے اور وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ذلت آمیز برتاؤ کرے گا، کوفہ آکر ابن زیاد نے پہلی ہی تقریر میں صاف اعلان کر دیا تھا کہ امیر المؤمنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم میں سے جو بھی تک ڈانواڈول ہے اور بیعت کرنے پر آمادہ نہیں ہے میں اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤں، میری تلوار اور تازیانہ اس پر برسے گا، جو بیعت نہیں کرے گا، اس کا خون اور مال ہمارے لیے حلال ہے۔

ہر وہ شخص جو ابن زیاد کے مزاج سے آشنا ہے، سمجھتا ہے کہ ابن زیاد کا تقرر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا قتل بالکل دو مترادف باتیں ہیں۔

2 مؤرخین متفق ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم خود یزید نے صادر کیا تھا، ابن عقیل رضی اللہ عنہ اور ھانی کے سر یزید کے دربار میں جا چکے تھے، اسے خبر تھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ روانہ ہو چکے ہیں اور ابن زیاد ان کے ساتھ ابن عقیل رضی اللہ عنہ سے کچھ مختلف برتاؤ کرنے والا نہیں، پھر کیا یزید نے ابن زیاد کے نام کوئی ہدایات بھیجیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے باز رہنا حالانکہ اس کے بابا نے اسے وصیت کی تھی۔

اُنْظُرْ حُسَيْنَ بْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ فَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النَّاسِ، فَصِلْ رَحِمَهُ وَارْفُقْ بِهِ [1]

''یعنی حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہ کا خیال رکھو، وہ لوگوں کے محبوب ترین زعیم ہیں، ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور نرمی سے پیش آؤ۔''

فَإِنْ خَرَجَ وَظَفِرْتَ بِهِ فَاصْفَحْ عَنْهُ فَإِنَّ لَهُ رَحِمًا مَاسًّا وَحَقًّا عَظِيمًا وَ قَرَابَةً مِنْ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [2]

''اگر وہ خروج کریں اور تو ان پر قابو پالے تو ان سے درگزر کرنا، تیرے قریبی رشتہ دار ہیں، ان کا بڑا حق ہے، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار بھی ہیں۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بھتیجی یعنی حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ ام محمود یزید کے نکاح میں تھیں۔ [3]

اس رشتہ کے اعتبار سے یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بھتیج داماد تھا اور دوسرے رشتہ کے اعتبار سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس کے بہنوئی ہوتے ہیں، یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زوجۂ اولی آمنہ والدہ علی اکبر بن الحسین حضرت معاویہ کی حقیقی بھانجی یعنی میمونہ بنت ابوسفیان کی دختر تھیں۔ [4]

4 حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی سے قبل یزید نے حضرت ابن عباس کو ایک خط میں لکھا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو سمجھاؤ اور اس سے کہو کہ وہ کوفہ نہ جائے۔ اس خط میں یزید نے کچھ شعر بھی لکھے تھے، ان سے بھی خون حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس صاف جھلک رہی ہے:

إِنِّي لَأَعْلَمُ أَوْ ظَنًّا كَعَالِمٍ
وَالظَّنُّ يَصْدُقُ أَحْيَانًا فَيَنْتَظِمُ
إِنْ سَوْفَ يَنْزِلُكُمْ مَا تَطْلُبُونَ بِهَا
قَتْلَى مَقَادًا كَمِ الْعُقْبَانَ وَالرَّخَمُ

---

[1] البدایہ والنهایہ، ج: 8، ص: 126

[2] کامل، ج: 3، ص: 259

[3] جمهرۃ الانساب، ابن حزم، ص: 62

[4] جمهرۃ الانساب، ابن حزم، ص: 255

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں جانتا ہوں یا ایک خبیر وعلیم انسان کی طرح گمان کرتا ہوں اور گمان بعض اوقات سچا بھی نکل آتا ہے۔ جس چیز کا تم تقاضا کرتے ہو وہ بہت جلد تم پر نازل ہوگی، عقاب اور کرگس مقتولین کے لاشے تم سے تحفہ لیں گے اور دیں گے۔'' [1]

پھر یہ سوال بھی ہے کہ ایک صوبائی گورنر مرکزی حکومت سے مشورہ کیے بغیر ایک ایسی سربرآوردہ شخصیت کو قتل کرنے کی جسارت کیونکر کرسکتا تھا؟ فرض کیجئے اس نے یزید کی مرضی کے خلاف یہ سب کچھ کیا تو پھر کیا یزید نے اس کے خلاف کوئی تادیبی کاروائی کی؟ اس نے قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا، نہ معزول کیا، حتیٰ کہ ملامت کا ایک حرف بھی انہیں لکھ کر نہیں بھیجا، ہاں بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دیکھ کر تأسف کا اظہار کیا اگر یہ تأسف ازراہ مداہنت نہ تھا، تو قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف تادیبی کارروائی کیوں نہ ہوئی؟

[1] طبری ج: 6، ص: 419 وابن کثیر، ج: 8، ص: 164

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعۂ کربلا کی تفصیلات

راویوں کی ثقاہت

واقعہ کربلا کا مطالعہ کرتے وقت ان راویوں کی ثقاہت جانچنا بھی ناگزیر ہے، جن سے واقعہ کی تفصیلات منقول ہیں۔

یزید کے لشکریوں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی مبارزت کی ساری تفصیلات میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے طویل خطبات، اہل بیت کے نالہ وشیون کی حکایات امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی تفصیلات ہمارے قدیم مآخذ ہیں، لوط بن یحیٰ ابومخنف (متوفی 175ھ) اور ہشام بن محمد الکلبی (متوفی 104ھ) ہی سے منقول ہیں:

انساب الاشراف میں بلاذری (متوفی 289ھ) اور تاریخ الامم والملوک میں ابن جریر طبری (متوفی 310ھ) نے بھی واقعہ کی تفصیلات ان ہی راویوں سے نقل کی ہیں اور متاخرین شلاً ابن اثیر، ذھبی اور سیوطی وغیرھم کا سب سے بڑا ماٗخذ تاریخ طبری ہی ہے۔

ابومخنف۔ اس کے غیر ثقہ ہونے پر خارجی شہادت:

1 ابومخنف (متوفی 175ھ)۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی واقعہ کی تفصیلات ابومخنف ہی سے اخذ کی ہیں۔ آپ واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَاهُ نَظْرٌ وَلَوْ لَا أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ وَغَيْرَهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلْأَائِمَّةِ ذَكَرُوْهُ مَاسُقْتُهُ وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مُخْنَفٍ لَوْطِ بْنِ يَحْيَ وَقَدْ كَانَ شِيْعِيًّا وَهُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ وَلَكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ، عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ مَالَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ لِهٰذَا يَتَرَامَى عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِنَ الْمُصَنِّفِيْنَ [1]

[1] البدایۃ والنھایۃ، ج: 4، ص: 202۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اس کا بعض حصہ محلِ نظر ہے اور اگر ابن جریر اور ان کے علاوہ دوسرے حفاظ وائمہ نے وہ روایات بیان نہ کی ہوتیں، تو میں بھی نہ لاتا، ان میں سے اکثر ابو مخنف ہی سے منقول ہیں اور وہ شیعہ تھا، ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف راوی ہے، لیکن تاریخی حالات اسے بہت یاد تھے، اس سے ایسی روایات منقول ہیں، جو کسی اور کے ہاں موجود نہیں ہیں، اسی لیے مصنفین اس کی طرف لپکتے ہیں۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ''لسان المیزان'' میں لکھتے ہیں: ''وَلَا یُوْثَقُ بِهِ'' قابل اعتماد نہیں ہے۔ دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف راوی کہا ہے۔ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ بھی اسے غیر معتبر سمجھتے تھے۔ ایک بار ابو مخنف کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ:

لَیْسَ بِشَیْءٍ ''وہ تو کچھ بھی نہیں۔'' [1]

شیعوں کے ہاں ''تنقیح المقال'' فن رجال کی ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے، اس میں ابو مخنف کے بارے میں یہ تو لکھا ہے کہ وَكَانَ شِیْعِیًّا اِمَامِیًّا لیکن اس کی ثقاہت کے بارے میں علامہ مامقانی بالکل خاموش ہیں۔

داخلی شہادت:

ابو مخنف کی بعض روایات کے تناقض سے بھی اس کے غیر ثقہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

ابو مخنف سے مروی ہے کہ جس رات کی صبح امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپ کی باتیں سن کر حضرت زینب کو آپ کی شہادت کا یقین ہو گیا، آپ بے قابو ہو گئیں، آپ نے اپنا چہرہ پیٹا، گریبان پھاڑا اور بے ہوش ہو گئیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے اور فرمایا بہن! خدا سے ڈر اور توکل علی اللہ سے اطمینان حاصل کر اور سمجھ لے کہ اس روئے زمین پر بسنے والے سب فانی ہیں، آسمان والے بھی ہمیشہ باقی نہیں رہیں گے۔ اللہ کے سوا ہر شے فانی ہے، ہمارے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: بہن! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد

[1] ج: 4،ص: 492

[2] تاریخ الامم والملوک، ج: 4،ص: 319؛ مقتل الحسین، ابو مخنف ،ص: 50۔ ؟؟؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری یاد میں گریبان نہ پھاڑنا، اپنا چہرہ نہ نوچنا اور واویلا نہ کرنا۔

ابو مخنف کے بیانات سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت بھی نالہ وشیون سے منع کر رہے تھے۔

پھر یہ بھی ابو مخنف ہی سے منقول ہے کہ جب حر بن یزید شہید ہوا تو آپ نے واویلا کیا اور کہا:

وَاغُرْ بَتَاهُ وَاعَطْشَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ أَمَا مِنْ مُعِينٍ أَمَامِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا أَمَا مِنْ مُجِيرٍ يُجِيرُنَا [1]

"ہائے غریب الوطنی، ہائے پیاس، ہائے انصار کی قلت، کیا کوئی مدد کرنے والا نہیں جو ہماری مدد کرے، کیا کوئی پناہ دینے والا نہیں جو ہمیں پناہ دے؟"

2 ابو مخنف شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو تیر لگا، تو آپ گر گئے اور آپ پر غشی طاری ہوگئی، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے مبارزت کے لیے اٹھنا چاہا مگر آپ سے اٹھا نہ گیا آپ دھاڑ مار کر روئے اور واویلا کیا۔

وَاجَدَّاهُ وَامُحَمَّدَاهُ وَابَتَاهُ وَاعَلِيَّاهُ وَاأَخَاهُ وَاحَسَنَا وَاغُرْبَتَاهُ وَاعَطْشَاهُ وَاغَوْثَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَهُ [2]

"ہائے دادا، ہائے محمد، ہائے بابا، ہائے علی، ہائے بھائی، ہائے حسن، ہائے پردیس، ہائے پیاس کی شدت، ہائے مدد"

مذکورہ بالا روایات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالیے۔ اول تو یہ محلِ نظر ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے گریبان پھاڑا، چہرہ پیٹا اور بے ہوش ہو کر گر گئیں، جن لوگوں نے عرب خواتین کی بہادری کے کارنامے پڑھے ہیں، وہ یہ باور نہیں کر سکتے کہ ایک ہاشمی، قریشی اور مطلبی خاتون یوں بے قابو ہوگئی ہوں۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسا صابر و ضابط انسان جو تھوڑی دیر پہلے اپنی بہن کو

[1] مقتل الحسین ص: 79
[2] مقتل الحسین ص: 89

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبر واستقامت کی تلقین کر رہا تھا خود دھاڑیں مار مار کے رونے لگا اور دشمن سے یوں منت سماجت کرنے لگا کہ هَلْ مَنْ يُجِيرُنَا کوئی پناہ دینے والا ہے جو ہمیں پناہ دے۔

ابومخنف کی کتاب ''مقتل الحسین'' ایسی روایات سے بھری پڑی ہے، جنہیں عقل تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ ہم یہاں چند اقتباسات نقل کرتے ہیں، انہیں اصول و درایت پر جانچیے اور دیکھیے کہ وہ کس حد تک شائستہ اعتبار ہیں؟

ابومخنف لکھتا ہے کہ: ''جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو ان کا گھوڑا ہنہنانے لگا، وہ میدان کربلا میں مقتولین کی لاشوں کے پاس سے گزرتا ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لاش کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ اس نے اپنی پیشانی خون میں ڈبوئی۔ وہ اگلے پاؤں زمین پر پٹخنے لگا اور اس قدر زور زور سے ہنہنانے لگا کہ اس کی ہنہناہٹ سے میدان کربلا گونج اٹھا، ابن سعد کی نظر جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر پڑی، تو اس نے کہا اللہ کی سنوار ہو تم پر اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمدہ ترین گھوڑوں میں سے ہے۔ لشکریوں نے اس کا تعاقب کیا، جب گھوڑے نے دیکھا کہ لوگ اسے پکڑنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے پاؤں زمین پر پٹخنے لگا اور اپنی مدافعت کرنے لگا، حتی کہ اس نے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کر دیا اور کئی شاہسواروں کو گھوڑوں سے گرا دیا مگر لشکری اس پر قابو نہ پا سکے۔ [1]

ایک گھوڑے نے کئی مسلح شہسواروں کو ہلاک کر دیا اور لشکری اس پر قابو پانے سے عاجز آ گئے، صاف نظر آتا ہے کہ یہ بیان مبالغہ آمیز ہے۔

ابومخنف نے ایک اور مزے کی حکایت لکھی ہے، حضرت حسین کی شہادت رضی اللہ عنہ کے بعد طرماح بن عدی نے میدان کربلا میں رات کے وقت دیکھا کہ بیس شہسوار آ رہے ہیں، وہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں اور ان سے عنبر کی مہک آ رہی ہے۔ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کے پاس آ کر ٹھہر گئے، ایک صاحب ان میں سے آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بٹھا دیا، پھر کوفہ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر فوراً آ موجود ہوا، ان صاحب نے جسد مبارک میں آپ کا سر پیوست کر دیا، تو آپ اللہ کی قدرت سے زندہ ہو گئے۔ پھر وہ کہنے لگے، میرے بچے! ان لوگوں نے تمہیں

[1] مقتل الحسین، ص: 94

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی تک نہ پینے دیا اور تمہیں قتل کر ڈالا، اللہ کے خلاف ان لوگوں کی جسارت کس قدر بڑھ گئی ہے، پھر وہ صاحب اپنے ساتھیوں سے یوں مخاطب ہوئے۔ اے آدم، اے ابراھیم، اے اسماعیل، اے موسیٰ، اے عیسیٰ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان سرکش انسانوں نے میرے بچے کے ساتھ کیا کیا؟ خدا انہیں میری شفاعت سے محروم کرے۔ طرماح بن عدی کہتے ہیں، میں نے جو غور سے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ [1]

یہ روایت بھی ابومخنف ہی کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جس روز شہید ہوئے آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ [2]

ان اقتباسات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابومخنف زیب داستان کے لیے کبھی تو بات بڑھا دیتا ہے اور کبھی پوری بات اپنی طرف سے بنا لیتا ہے۔

3 ہشام بن محمد بن سائب الکلبی متوفی 204ھ سے بھی واقعہ کی بہت سی تفصیلات منقول ہیں۔ یہ راوی بھی ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل، ابن عساکر اور دارقطنی سب اسے کذاب ومتروک سمجھتے ہیں۔ [3]

ہشام اکثر ابومخنف ہی سے روایت کرتا ہے۔ ھشام خود غیر ثقہ اس کا ماٗ خذ اس سے بھی زیادہ غیر ثقہ، لہٰذا اس کی روایات تو بالکل ساقط الاعتبار ہیں۔ علامہ مامقانی صاحب "تنقیح المقال" نے ھشام کی تاریخ وفات ذہبی ہی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ مگر ذھبی نے جو کچھ اس کی کذب بیانی کے بارے میں لکھا ہے علامہ مامقانی نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔ [4]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ روایات کی جانچ پڑتال کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں:

اَبُوْ مِخْنَف و هِشَامِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَائِبِ وأَمْثَالِهِمَا مِنَ الْمَعْرُوْفِيْنَ بِالْكَذِبِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ [5]

---

[1] ابومخنف، ص: 90

[2] ابومخنف، ص: 119

[3] میزان الاعتدال، ذہبی، ج: 2، ص: 550

[4] ج: 3، ص: 303

[5] ج: 1، ص: 13

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''ابو مخنف ہشام اور ان جیسے دوسرے راویوں کی غلط بیانی علماء کے ہاں ایک جانی پہچانی بات ہے۔''

عمار الدھنی کی روایت (متوفی 133ھ)

ان کی روایت مختصر ہے مگر مستند ہے۔

4 عمار الدھنی اس واقعہ کے ایک راوی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ 'تقریب التھذیب' میں لکھتے ہیں (صدوق یتشیع) یعنی وہ بہت ہی سچا راوی تھا اور شیعوں کے عقائد رکھتا تھا۔ [1]

صاحب تنقیح المقال نے بھی اس کی ثقاہت تسلیم کی ہے، لکھتے ہیں:

كَانَ شِيْعِيًّا ثِقَةً [2]

عمار الدہنی ہی ایک ایسا راوی ہے، جس کی ثقاہت پر شیعہ اور سنی دونوں متفق ہیں۔ اس اعتبار سے یہ روایت بڑی ہی قابلِ وقعت ہے۔

تاریخ طبری کی چوتھی جلد میں یہ روایت موجود ہے مگر اس کے حصے مختلف مقامات پر بکھرے پڑے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 'تہذیب التھذیب' میں انہیں یک جا کر دیا ہے۔

ابو ولید احمد بن حباب المصیصی کہتے ہیں کہ ہم سے خالد بن یزید بن اسد نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عمار الدہنی نے بیان کیا کہ میں نے امام ابو جعفر (امام محمد باقر) کی خدمت میں عرض کی آپ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا نقشہ میرے سامنے اس طرح کھینچئے گویا میں خود وہاں موجود تھا امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> حضرت معاویہ جب فوت ہوئے، مدینہ کا والی اس وقت ولید بن عتبہ بن ابو سفیان (امیر معاویہ کا بھتیجا اور یزید کا چچا زاد بھائی) تھا۔ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بیعت لینے کی غرض سے قاصد بھیجا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

---

[1] ص: 152

[2] ج: 2، ص: 317

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: مجھے سوچنے کی مہلت دو اور جلدی نہ کرو، ولید نے ان کو مہلت دی، اسی اثناء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے آئے، کوفہ والے ان کے پاس آئے اور بعض نے قاصدوں کے ہاتھ پیغامات بھیجے کہ ہم نے آپ کی خاطر اپنے آپ کو بیعت سے روک رکھا ہے، ہم یزید کے والی کے پیچھے جمعہ نہیں پڑھتے ہیں، آپ ہمارے پاس تشریف لے آیئے کوفہ کے والی اس وقت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ روانہ ہوتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کوفہ جاؤ اور حالات کا جائزہ لو، اگر ان کے بیانات سچے ہیں تو ہم کوفہ جائیں گے، مسلم رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچے، وہاں سے دو راہبر ساتھ لیے جو انہیں ریگستانی علاقہ سے لے گئے، راستے میں انہیں پیاس لگی اور راہبروں میں سے ایک پیاس کی وجہ سے جاں بحق ہو گیا، مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے اس خدمت سے سبکدوش کر دیا جائے، مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ آپ کوفہ جایئے، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اہل کوفہ میں سے ایک شخص کے ہاں قیام کیا جس کا نام ابن عوسجہ تھا۔

باشندگان کوفہ کی بیعت:

باشندگان کوفہ کو جب ان کی آمد کی خبر ملی تو وہ ان کے پاس چوری چھپے آتے اور ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت کرتے رہے حتیٰ کہ کوفہ کے بارہ ہزار باشندوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حق گوئی و معزولی

یزید کے ہوا خواہوں میں سے ایک شخص نعمان بن بشیر کے پاس گیا اور اس سے کہا یا تو تُو سچ مچ کمزور ہے یا بن رہا ہے۔ ملک میں فساد پھیلا ہوا ہے، نعمان نے اس سے کہا اس قوت سے جس میں خدا سے سرکشی ہو مجھے وہ توانائی عزیز تر ہے جو مجھے خدا کے حلقۂ اطاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے باہر نہیں کرتی اور میں ایسا نہیں کہ جس کا اللہ نے پردہ رکھا ہے، میں اس کا راز افشا کروں، اس شخص نے نعمان کی یہ بات یزید کو لکھ بھیجی، یزید نے اپنے آزاد کردہ غلام سرجون کو بلایا جس سے وہ مشورہ لیا کرتا تھا اسے حالات سے آگاہ کیا۔ سرجون نے کہا۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو کیا آپ اس کا مشورہ قبول کر لیتے؟ یزید نے کہا ہاں اس نے کہا، میرا مشورہ تو یہ ہے کہ کوفہ کا والی بھی ابن زیاد کو بنا دیجئے، یزید ان دنوں ابن زیاد سے خفا تھا اور بصرہ کی گورنری سے بھی اسے معزول کرنے کا قصد کر رہا تھا، یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا، جس میں اس سے خوشنودی کا اظہار کیا اور اسے لکھا کہ ہم بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی تجھے والی بناتے ہیں، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو، اگر وہ مل جائے تو اسے قتل کر دو۔

ابن زیاد کی کوفہ میں آمد:

ابن زیاد بصرہ کے کچھ سرداروں کی معیت میں کوفہ آیا، اس نے ڈھاٹا باندھ رکھا تھا، وہ جس مجلس کے پاس سے بھی گزرتا سلام کرتا، لوگ اسے جواب میں کہتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''اے دختر رسول کے فرزند تجھ پر سلام ہو۔''

وہ سمجھ رہے تھے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں، حتیٰ کہ ابن زیاد قصر امارت میں پہنچ گیا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش:

اس نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کو تین ہزار کی رقم دی اور اس سے کہا جاؤ اور اس شخص کو دریافت کرو، جس کے ہاتھ پر کوفہ والے بیعت کر رہے ہیں اور اس پر یہ ظاہر کرو کہ تم حمص کے باشندے ہو اور بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے ہو اور یہ رقم دے کر اس کی مالی حالت بھی مضبوط کرنا چاہتے ہو، ابن زیاد سرجون کو برابر نوازتا رہا حتیٰ کہ وہ کوفہ کے اس بوڑھے آدمی کے پاس پہنچ گیا، جو بیعت حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں کام کر رہا تھا، سرجون نے شیخ سے بات کی، تو اس نے کہا: تم سے مل کر مجھے خوشی بھی ہوئی اور افسوس بھی۔ خوشی اس بات کی ہے کہ خدا تمہیں سیدھی راہ پر لے آیا ہے۔ مگر افسوس کہ ہمارے کام کو ابھی تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استحکام میسر نہیں آیا، ایسا نہ ہو کہ راز فاش ہو جائے۔ شیخ سرجون کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے رقم اس سے قبول کر لی اور اسے بیعت بھی کر لیا، پھر وہ ابن زیاد کے پاس گیا اور سارا ماجرا سنایا۔ جب ابن زیاد اس گھر تک پہنچا، جس جگہ مسلم رضی اللہ عنہ قیام فرما تھے، آپ ھانی بن عروہ کے مکان میں منتقل ہو چکے تھے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج چکے تھے کہ بارہ ہزار کوفہ کے باشندے بیعت کر چکے ہیں، آپ تشریف لے آئیے۔

ہانی بن عروہ کی گرفتاری:

ابن زیاد نے سرداران کوفہ سے کہا، یہ کیا بات ہے کہ اور لوگوں کے ساتھ ساتھ ھانی بن عروہ مجھے ملنے کے لیے نہیں آئے۔ محمد بن اشعث چند آدمیوں کے ہمراہ ھانی بن عروہ کے پاس گیا، وہ اس وقت اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے۔ ان لوگوں نے کہا: امیر نے آپ کو یاد کیا ہے اور پوچھا ہے کہ آپ ابھی تک ان سے ملنے کیوں نہیں آئے، آپ کو ان کے پاس جانا چاہیے۔

ہانی بن عروہ سوار ہو کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہوئے اور وہ سب لوگ آپ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے حتیٰ کہ آپ ابن زیاد کے پاس پہنچ گئے۔ قاضی شریح بھی اس وقت ابن زیاد کے پاس موجود تھا۔ ابن زیاد کی نظر جو حضرت ھانی پر پڑی تو بولا۔ اس احمق کو اس کی قضاء ہمارے پاس کھینچ لائی ہے، حضرت ھانی نے سلام کیا، ابن زیاد بولا: ھانی! مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا، مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ سرجون کو حاضر کیا جائے، سرجون کو دیکھ کر ھانی کو خاموش ہو جانا پڑا، پھر آپ نے ابن زیاد سے کہا، خدا کی سنوار ہو تم پر، میں نے انہیں اپنے گھر نہیں بلایا تھا، بلکہ وہ خود تشریف لائے تھے اور اپنا آپ میرے حوالے کر دیا تھا۔ ابن زیاد نے کہا انہیں میرے پاس حاضر کرو۔ ھانی کہنے لگے خدا کی قسم اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو میں ان پر سے قدم نہ اٹھاتا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ھانی کو میرے قریب کرو۔ لوگ ھانی کو قریب لے گئے تو ابن زیاد نے ان کے ابرو پر چھڑی ماری، ان کا ابرو زخمی ہو گیا۔ آپ پہرہ دار کی تلوار کی طرف جھپٹے کہ اسے میان سے نکال لیں، مگر انہیں پیچھے ہٹا دیا گیا، ابن زیاد بولا اب خدا نے تیرا خون حلال کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس نے حکم دیا کہ محل کے فلاں حصے میں قید کر دیا جائے۔

قبیلہ مذحج کا احتجاج:

جونہی یہ خبر قبیلۂ مذحج کو ملی، محل کے دروازے پر ایک ہنگامہ مچ گیا۔ ابن زیاد نے شور سنا تو پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ قبیلۂ مذحج کے لوگ ہیں، جو ھانی کی گرفتاری پر احتجاج کر رہے ہیں۔ ابن زیاد نے قاضی شریح سے کہا تم ان لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ میں نے محض تحقیقات کی غرض سے انہیں روک رکھا ہے اور ایک غلام کو قاضی پر جاسوس مقرر کیا، شریح محل کے دروازے پر کھڑا ہوا اور لوگوں سے کہا: ھانی کو کوئی خطرہ نہیں ہے، امیر نے محض تحقیقات کی خاطر اسے قید کیا ہے، یہ سن کر لوگ منتشر ہو گئے۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا لشکر شاہی محل کے دروازے پر:

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو انہوں نے کوفیوں کو پکارا۔ چار ہزار کوفہ کے باشندے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے ہراول دستے تیار کئے، پھر میمنہ اور میسرہ کو ترتیب دی، خود لشکر کے قلب کی قیادت کرتے ہوئے ابن زیاد کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دغا دی:

ابن زیاد نے کوفہ کے سرداروں کو شاہی محل میں اکٹھا کیا، جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ شاہی محل کے دروازے پر پہنچے تو سرداران کوفہ نے اوپر سے جھانکا اور اپنے اپنے قرابت داروں کو سمجھانے بجھانے اور لوٹ جانے کی تلقین کرنے لگے، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک ایک کر کے سرکنے لگے حتیٰ کہ صرف پانچ سو آدمی رہ گئے اور جب رات کا اندھیرا چھایا تو وہ بھی نکل گئے۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ تنہا رہ گئے ہیں، تو وہ بھی وہاں سے چل پڑے اور ادھر ادھر پھرتے رہے حتیٰ کہ ایک گھر کے دروازے پر اترے، ایک عورت باہر آئی، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے پانی پلاؤ۔ وہ پانی پلا کر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آئی، تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ دروازے پر ہی بیٹھے ہیں۔ عورت نے کہا: آپ کے یہاں بیٹھنے سے شک ہوتا ہے۔ آپ یہاں سے اُٹھ جائیے، انہوں نے کہا میں مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ ہوں۔ تیرے ہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی چھپنے کی جگہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں ہے، آپ اندر تشریف لے آیئے۔ اس عورت کا لڑکا محمد بن اشعث کا آزاد کردہ غلام تھا، اسے جوان کی آمد کی خبر ہوئی، تو اس نے ابن اشعث کو اطلاع کردی۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

ابن اشعث نے ابن زیاد کو مطلع کیا، ابن زیاد نے عمرو بن حریث المخزومی کوتوال اور ابن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو خبر تک بھی نہ ہوئی اور ان کے گھر کا احاطہ کرلیا گیا۔ جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ محصور ہوگئے ہیں، تو وہ تلوار لے کر باہر آگئے اور پولیس کے ساتھ مبازرت کی، عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے انہیں کہا آپ مبازرت نہ کیجیے، آپ میری پناہ میں ہیں، اس کے بعد وہ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے آیا۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ہانی کی شہادت:

ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم رضی اللہ عنہ کو محل کے اوپر لے جا کر اس کی گردن اڑا دو اور اس کا لاشہ بازار میں پھینک دو اور ھانی کے بارے میں اس نے حکم دیا کہ اسے گھسیٹ کر کناسہ لے جایا جائے اور وہاں اسے سولی پر چڑھا دیا جائے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کوفہ کی جانب:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مسلم رضی اللہ عنہ کا خط دیکھ کر کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے حتیٰ کہ جب قادسیہ ان کے تین میل کے فاصلے پر تھا، حر بن یزید آپ سے ملا اور آپ سے پوچھنے لگا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کوفہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حر نے کہا آپ لوٹ جایئے، کوفہ کے حالات آپ کے لیے سازگار نہیں ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ارادہ کرلیا کہ وہ واپس چلے جائیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بھائی آپ کے ہمراہ تھے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم اپنا انتقام لیے بغیر نہیں لوٹیں گے یا ہم بھی قتل ہو جائیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے بعد جی کر مجھے کیا لینا ہے، یہ کہہ کر وہ کوفہ کی سمت روانہ ہوئے، راستے میں ابن زیاد کے ہراول دستے نظر آئے، تو وہ کربلا کی طرف مڑ گئے اور ایسی جگہ ڈیرے ڈالے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں ایک ہی رخ سے دشمن حملہ کر سکتا تھا۔ حضرت حسین نے خیمے گاڑ دیئے، ان کے ساتھ اس وقت پینتالیس سوار اور سو پیادہ تھے۔

ابن سعد کا تقرر

عمر بن سعد بن ابی وقاص کو ابن زیاد نے رے کا والی بنایا تھا۔ ابن زیاد نے ابن سعد سے کہا: اس آدمی کا بندوبست کرو۔ عمر بن سعد نے کہا: اس خدمت سے مجھے معاف رکھیے۔ ابن زیاد نے اس کی معذرت قبول نہ کی۔ عمر بن سعد کہنے لگا۔ اچھی بات مجھے ایک رات کی مہلت دو: ابن زیاد یہ بات مان گیا۔ عمر بن سعد رات بھر سوچتا رہا اور صبح ابن زیاد کے پاس جا کر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تجویز:

ابن سعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا دیکھو تم ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات مان جاؤ۔ یا تو مجھے چھوڑ دو کہ جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو یا مجھے چھوڑ دو کہ میں کسی سرحد پر چلا جاؤں۔ [1]

[1] اصل الفاظ یہ ہیں۔ اِمَّا اَنْ تَدَعُوْنِیْ فَاَذْهَبُ اِلٰی یَزِیْدَ (طبری جلد 4 ص 293) یا مجھے چھوڑ دو کہ میں یزید کے پاس جا کر اس کی بیعت کر لوں۔

ابومخنف نے ایک روایت مجاہد بن سعید سے کی ہے، اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: اَنْ اَضَعَ یَدِیْ فِیْ یَدِ یَزِیْدَ (طبری جلد 4 ص 313) (میں وہاں جاؤں) تاکہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں۔

ابومخنف نے ایک دوسری روایت عبدالرحمان بن جندب سے کی ہے۔ عبدالرحمان بن جندب نے روایت کی ہے کہ عقبہ بن سمعان کہتے تھے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شہادت تک رہا۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لیے تیار ہوں نہ یہ فرمایا کہ مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو بلکہ فرمایا مجھے اس وسیع و عریض سرزمین میں جانے دو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کس کے ساتھ ہیں۔

(طبری ج 4: ص 313)

ان دونوں متناقض بیانات کا منبع ابومخنف ہی ہے۔

ابن اثیر الجزری، ابن کثیر اور سیوطی نے اضع یدی فی ید یزید کا اضافہ کیا ہے۔ حقیقت میں یہ چنگاری ابو مخنف ہی کی اڑائی ہوئی ہے۔ (ابن اثیر جلد 4 ص 24، ابن کثیر جلد 8 ص 175، سیوطی ص 140)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حادثہ کربلا:

ابن سعد نے یہ تجویز قبول کر لی اور ابن زیاد کو خبر دی، ابن زیاد نے کہا جب تک وہ اپنے آپ کو میرے حوالے نہیں کرتا ہے، کوئی شرط بھی قبول نہیں کی جاسکتی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ بات ہرگز نہیں ہوگی، اس پر ابن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ چھیڑ دی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھی شہید ہو گئے اور ان میں دس کے قریب ان کے گھرانے کے نوجوان بھی تھے۔

شیر خوار بچے کی شہادت:

ایک تیر آیا اور ان کے اس بچے کو لگا جسے وہ گود میں اٹھائے ہوئے تھے، آپ اس کا خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: اے اللہ! ہمارے اور ان کے درمیان تو ہی فیصلہ کر، جنہوں نے ہمیں یہ کہہ کر بلایا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے اور اب وہی ہمارے قتل کے درپے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

پھر ایک یمنی چادر منگوائی، اسے پھاڑ کر اپنے بدن پر لپیٹا اور ہاتھ میں تلوار لے کر میدان جنگ میں اُترے، وہ برابر مبارزت کرتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ خدا کی رحمتیں ہوں ان پر، انہیں جس شخص نے شہید کیا وہ قبیلۂ مذحج کا ایک آدمی تھا۔ [1]

تاریخ طبری کی ایک دوسری روایت میں ہے، نسان بن انس النخعی نے شہید کیا اور خولی الاصحی نے سر کاٹا۔ [2]

---

[1] ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقِيلَ اَنَّ الَّذِىْ قَتَلَهُ شِمْرُ بْنُ ذِى الْجَوْشَنِ وَ قِيلَ رَجُلٌ مِنْ مُذْحَجٍ وَ قِيلَ عُمَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِىْ وَقَّاصٍ وَلَيْسَ بِشَىْءٍ وَ إِنَّمَا كَانَ عُمَرُو اَمِيْرُ السَّرِيَّةِ الَّتِىْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ فَقَطْ وَ الْاَوَّلُ اَشْهَرُ۔ (البدایه والنهایه، ج:8 ص 188)

اور کہا گیا ہے کہ جس شخص نے آپ کو شہید کیا وہ شمر بن ذی الجوشن تھا۔ ایک قول ہے کہ وہ قبیلہ مذحج کا کوئی آدمی تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عمر بن سعد نے شہید کیا اور یہ روایت ٹھیک نہیں ہے عمر تو محض اس فوجی دستے کا سالار تھا جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور پہلا قول سب سے زیادہ مشہور ہے۔

[2] تاریخ طبری، ج: 4، ص: 246۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ذہبی نے بھی تاریخ الاسلام میں یہی روایت اختیار کی۔ [1]

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ کر وہ ابن زیاد کے پاس لے گیا اور یہ اشعار پڑھے:

أَوْقِرْ رِكَابِيْ فِضَّةً وَذَهَبًا

قَدْ قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبَا

قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمًّا وَأَبًا

وَخَيْرَهُمْ إِذْ يَنْسِبُوْنَ نَسَبًا

''میرے اونٹ پر سونا اور چاندی لاد دو، میں نے ایسے بادشاہ کو قتل کیا جس تک رسائی مشکل تھی، میں نے ایسے انسان کو مارا جس کے ماں باپ ساری مخلوق سے افضل تھے اور حسب نسب کے اعتبار سے جو سب سے برتر تھا۔''

سر مبارک یزید کے دربار میں:

ابن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس اسے بھیج دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک وہ ساتھ لے گیا، اس نے آپ کا سر یزید کے سامنے رکھ دیا، ابو برزۃ الاسلمی اس وقت یزید کے پاس تھے، یزید ان کے دہان مبارک کو چھڑی سے ٹھوکا دیتا تھا اور کہتا تھا۔

يُفَلِّقْنَ هَامًا مِنْ رِجَالٍ أَعِزَّةٍ

عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوْا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

وہ تلواریں ان لوگوں کی کھوپڑیاں چیخ دیتی ہیں، جو ہم پر گراں گزرتے ہیں اور وہ بڑے ہی سرکش اور ظالم تھے۔

ابو برزہ نے کہا: چھڑی دہن مبارک سے اٹھاؤ، خدا کی قسم میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دہن مبارک اس دہن پر رکھا اور اسے چوما۔

عورتیں اور بچے یزید کے دربار میں:

ادھر ابن سعد نے شہداء کی عورتوں اور بچوں کو ابن زیاد تک پہنچا دیا۔ آپ کے گھرانے کا صرف ایک ہی فرزند بچا تھا، جو بیماری کے باعث خواتین کے پاس تھا (یہ امام زین العابدین ہیں جو امام ابو جعفر کے والد ماجد ہیں۔ جن سے یہ روایت منقول ہے۔)

[1] تاریخ اسلام للذہبی، ج: 2، ص: 346

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں بھی قتل کر دیا جائے، لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان سے لپٹ گئیں اور فرمانے لگیں: خدا کی قسم! یہ ہرگز قتل نہیں ہوگا، پہلے مجھے قتل کرو، یہ دیکھ کر ابن زیاد کچھ نرم پڑ گیا اور حضرت زین العابدین رحمہ اللہ علیہ کے قتل سے رک گیا، پھر ابن زیاد نے ان عورتوں اور بچوں کو یزید کے پاس بھیج دیا، یزید نے دربار عام کیا، ان خواتین اور بچوں کو دربار میں لایا گیا، لوگوں نے یزید کو فتح کی مبارکباد دی۔ ایک درباری نے جس کی آنکھیں نیلی تھیں اور چہرہ سرخ تھا، یہ سمجھ کر کہ یہ لڑکیاں بھی اسیران جہاد میں سے ہیں، ایک لڑکی پر نگاہیں جما دیں اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین! یہ لڑکی مجھے بخش دیجئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم! یزید ایسا حکم اسی صورت میں دے سکتا ہے کہ وہ خدا کے دین سے باہر ہو جائے۔ اس نیلی آنکھوں والے نے اپنی بات دہرائی تو یزید نے کہا: خاموش رہو، پھر ان خواتین کو اپنے حرم میں بھیج دیا۔ سفر کی تیاری میں ان کی مدد کی اور انہیں مدینہ روانہ کر دیا۔

خواتین مدینہ روانہ ہوتی ہیں:

جب یہ مظلوم قافلہ مدینہ پہنچا، تو بنو عبدالمطلب کی ایک خاتون جو بال بکھیرے ہوئے اور اپنی آستین سر پر رکھی ہوئے تھی، ان کے سامنے آئی، وہ روتی تھی اور یہ شعر پڑھتی تھی:

مَــاذَا تَــقُــوْلُــوْنَ اِذْ قَــالَ الــنَّبِــيُّ لَــكُــمْ
مَــاذَا فَــعَــلْــتُــمْ وَاَنْــتُــمْ آخِــرُ الْاُمَــمِ
بِــعِــتْــرَتِــيْ وَبِــاَهْــلِــيْ بَــعْــدَ مُــفْــتَــقَــدِيْ
مِــنْــهُــمْ اُسَــارٰى وَمِــنْــهُــمْ ضَــرِجُــوْا بِــدَمِ
مَــا كَــانَ هٰــذَا جَــزَائِــيْ اِذْ نَــصَــحْــتُ لَــكُــمْ
اَنْ تَــخْــلُــفُــوْنِــيْ بِــسُــوْءٍ فِــيْ ذَوِيْ رَحِــمِ

”تم کیا جواب دو گے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا کہ تم نے آخری امت ہو کر میری وفات کے بعد میرے گھرانے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان میں سے کچھ قیدی ہیں اور کچھ خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ میں جو زندگی بھر تمہیں نصیحتیں کرتا رہا، تو اس کی یہ جزاء نہ تھی کہ تم میرے قرابت داروں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ایسی بدسلوکی کرو۔" [1]

عمار الدہنی کی روایت پر ایک نظر:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمار الدھنی کی یہ روایت "الاصابة فی تمییز الصحابة" میں بھی لکھی ہے۔ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَنَّفَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْقُدَمَاءِ فِيْ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ تَصَانِيْفَ۔ فِيْهَا الْغَثُّ وَالسَّمِيْنُ وَالصَّحِيْحُ وَالسَّقِيْمُ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ الَّتِيْ سُقْتُهَا غِنًى

"متقدمین میں سے لوگوں نے شہادت حسین پر کتابیں لکھی ہیں، جن میں رطب و یابس بھر دیا۔ لیکن یہ روایت جو میں نے بیان کی ہے ان تصانیف سے بے نیاز کر دیتی ہے۔" [2]

کیا سر مبارک یزید کے پاس گیا تھا؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے سر یزید کے پاس بھیجا ہی نہیں، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے۔ [3]

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ صاحب البدایہ والنہایہ اس بارے میں اپنے شیخ سے اختلاف رکھتے تھے، فرماتے ہیں:

وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ بَعْدَهَا فِيْ رَأْسِ الْحُسَيْنِ هَلْ سَيَّرَهُ ابْنُ زِيَادَ إِلَى الشَّامِ، إِلٰى يَزِيْدَ أَمْ لَا، عَلٰى قَوْلَيْنِ الْاَظْهَرُ مِنْهُمَا أَنَّهُ سَيَّرَهُ إِلَيْهِ وَقَدْ وَرَدَ فِيْ ذٰلِكَ آثَارٌ كَثِيْرَةٌ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ [4]

مؤرخین کا اس پر تو اتفاق ہے کہ حضرت مسلم اور ہانی کے سر ابن زیاد نے یزید کے دربار میں بھیجے تھے۔ ظاہر ہے کہ مسلم اور ھانی کے سر یزید کے پاس بھیجنے سے ابن زیاد کا مقصد یہی تھا کہ وہ یزید پر ظاہر کرے کہ میں تیرے حریفوں کو سختی سے دبا رہا ہوں اور نعمان

---

[1] طبری، ج: 4، ص: 257، 260، 292، 294
[2] ج: 2، ص: 17
[3] رأس الحسین ص: 18
[4] ج: 8، ص: 192

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن بشیر رضی اللہ عنہ کی طرح انہیں ڈھیل نہیں دے رہا۔ مسلم اور ھانی تو محض امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندے تھے، ان کے سر بھیجنے میں وہ محرک بدرجۂ اولیٰ موجود تھا۔

آپ کے دہان مبارک پر چھڑی کس نے ماری تھی؟

عمار الدہنی کی روایت میں ابھی ہم نے پڑھا ہے کہ آپ کے دہان مبارک پر یزید نے چھڑی ماری تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب سر مبارک ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو وہ ان کے اگلے دانتوں پر چھڑی مارنے لگا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسے روکا۔ صحیح بخاری کی یہ روایت امام احمد، امام ترمذی، بزار، ابویعلی رحمہ اللہ علیہم مختلف اسناد سے لائے ہیں۔ ان روایات کو دیکھ کر جو احادیث کی کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ ابن زیاد نے آپ کے ہونٹوں پر چھڑی ماری تھی۔

یزید والی روایت صرف ابومخنف اور عمار الدھنی ہی سے مروی ہے۔ ابومخنف کا تو ذکر ہی کیا وہ تو ہر بات میں ڈرامائی رنگ بھرنے کا عادی ہے اور عمار الدھنی کی صداقت اگرچہ بے داغ ہے، ہوسکتا ہے کہ اس سے بھول ہوگئی ہو اور بھول چوک سچے آدمیوں سے بھی ہوجاتی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چھڑی مارنے کا واقعہ کوفہ اور شام دونوں جگہ پیش آیا ہو۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر کہاں دفن ہوا؟

مؤرخین کے ہاں اس میں بھی اختلاف ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر کہاں دفن ہوا۔

1 محمد بن سعد کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مدینہ کے والی عمرو بن سعید کے پاس بھیجا اور اس نے جنت البقیع میں آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس اسے دفن کیا۔ [1]

2 ابن ابی الدنیا کا بیان ہے کہ یزید بن معاویہ کی وفات تک آپ کا سر یزید کے خزانے میں محفوظ رہا۔ اس کی وفات کے بعد ان کے سر مبارک کو دفنایا گیا اور دمشق میں باب الفرادیس کے اندر اسے دفن کردیا گیا۔ [2]

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت عثمان بن عبدالرحمان سے کی ہے اور عثمان نے محمد بن عمر

[1] ج: 8، ص: 204

[2] البدایہ والنہایہ، ج: 2، ص: 204

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن صالح سے۔ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

3 ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر تین دن تک دمشق میں لٹکائے رکھا پھر خزانے میں رکھ دیا۔سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں اسے نکالا تو محض ایک سفید ہڈی باقی رہ گئی تھی،سلیمان بن عبدالملک نے اسے کفنایا،خوشبو لگائی اس پر نماز پڑھی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔اکثر علماء کا رجحان اسی طرف ہے کہ آپ کا سر مدینہ میں جنت البقیع میں دفن ہوا اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ [1]

امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزار:

جہاں تک آپ کے جسد مبارک کا تعلق ہے مؤرخین متفق ہیں کہ وہ نہر کربلا کے پاس طف کے مقام پر دفن ہوا:

شدیم خاک ولیکن زبوئے تربتِ ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

یہ بھی قدرت کی بوالعجبی ہے کہ اس پرستارِ حق کا سر کہیں دفن ہوا اور دھڑ کہیں دفن ہوا۔

مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ اِلَيَّ فَمَنْظَرِيْ
نَذِيْرٌ اِلٰى مَنْ ظَنَّ اَنَّ الْهَوٰى سَهْلٌ

یہ ہے وہ صلہ جو پرستارانِ حق کو دنیا والوں نے دیا ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ اربابِ جاہ اپنی طاغوتی نخوت کی پیاس ہمیشہ حق پرستوں کے خون سے بجھاتے رہے اور پرستارانِ حق بھی ہمیشہ سچائی کی قربان گاہ پر اپنی جانوں کو حقیر ترین متاع سمجھ کر بے دریغ نچھاور کرتے رہے،حق ان کی نگاہ میں جان سے عزیز تر ہوتا ہے:

آنکس کہ ترا خواست جاں راچہ کند
فرزند و عیال و خان ماں راچہ کند
دیوانہ کنی ، ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

[1] رأس الحسین ص: 27

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہیدان حق کی دنیا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام ایک اعتبار سے بہت ہی ابھرا ہوا ہے کسی نے حق کی خاطر خود زہر کا پیالہ پی لیا، کوئی قید ومحن کی سختیاں زندگی بھر جھیلتا رہا، کوئی تنہا پھانسی پر لٹک گیا، مگر حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے۔

اس نے اپنے گھرانے کا ایک ایک فرد اپنی آنکھوں کے سامنے کٹوادیا۔ اس نے اپنے بچوں کے لاشے خاک وخون میں تڑپتے ہوئے دیکھے۔ اس کی پیاسی اور بلکتی ہوئی بچیوں کی آوازیں اس کے سامعہ سے ٹکرا رہی تھیں، مگر وہ صبر وانضباط کا پیکر، وہ استقلال کا ہمالیہ، وہ عزت وناموس کا سراپا دشمن کے سامنے گردن جھکانے پر آمادہ نہ ہوا وہ دشمنوں کے جم غفیر میں تنہا رہ گیا، مگر اس کے صبر ووقار کا دامن یکسر بے داغ رہا۔ وہ دشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور بے جگری سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ۔

تم اعتراف کرو یہ ایک رلا دینے والی بدبختی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھرانہ خود اس کی اُمت کے ہاتھوں ویران ہوا:

مَا كَانَ هٰذَا جَزَائِي إِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ
أَنْ تَخْلُفُوْنِي بِسُوْءٍ فِي ذَوِي رَحِمِي

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
وَعَلٰى ذُرِّيَّتِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَخُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِنَا الْحُسَيْنِ الَّذِيْ قُتِلَ بِكَرْبَلَا، بَغْيًا وَ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ مصنف کے بارے میں

سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ 22 مئی 1927ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد سید داؤد غزنوی آپ کے دادا سید عبد الجبار آپ کے پرداد مولانا عبد اللہ رحمہ اللہ تھے یہ تمام حضرات علم د معرفت کی دولت سے مالا مال تھے اس خانوادہ عالی قدر کے تمام افراد علم وعمل اور تصوف وسلوک کے اوصاف سے متصف ہونے کی بنا پر مرجع خلائق تھے اور لوگ کسب فیض کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم امرتسر اور لاہور سے حاصل کی پنجاب یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے کیا اور پورے پنجاب میں اوّل آئے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ بعد ازاں لاء کالج سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے لیکچرار مقرر کیے گئے۔ اسی کالج میں عربی اور اسلامیات کے شعبوں کے سربراہ بھی رہے۔

دینی تعلیم انہوں نے باقاعدگی سے حاصل نہیں کی تھی اس کا انہیں بہت احساس تھا چنانچہ 1960ء میں گرمیوں کی تعطیلات میں جامعہ سلفیہ میں حافظ محمد گوندلوی، مولانا شریف اللہ خان اور پروفیسر غلام احمد حریری رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔

1963ء میں انجینئرنگ یونیورسٹی سے منسلک ہوئے اور انہیں شعبہ علوم اسلامیہ کی سربراہی کا منصب عطا کیا گیا۔ اس یونیورسٹی میں بڑی محنت کی جس کے نتیجہ میں اسلام سے قلبی تعلق رکھنے والے طلبہ کا اچھا خاصا حلقہ قائم ہو گیا۔

ستمبر 1975ء میں انہیں اسلامیہ کالج بہاولپور کا پہلا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ انہوں نے اس کی تعمیر وترقی کے لیے بڑی تگ ودو کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ علم و فضل، تحریر و تقریر، دین داری اور زہد و تقویٰ میں اپنے اسلاف کے صحیح ترین جانشین تھے۔ وہ نہایت ذہین اور قدیم و جدید علوم سے باخبر تھے، تقریر و خطابت میں ان کا اپنا ایک اسلوب تھا جو لوگوں کو متاثر کرتا تھا۔ نہایت باحمیت اور خوددار تھے صاف ستھرا لباس پہنتے اور نفاست پسند تھے۔ 1960ء کے بعد ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ ذکر الٰہی، وظائف و اوراد، مجالس ذکر کے انعقاد، عبادت و تصوف، وعظ و تقریر اور خطبات جمعہ کے التزام کا عہد تھا اس دور میں انہوں نے بڑی شہرت پائی اور ان کے ان اشغال سے بے شمار لوگوں نے فیض حاصل کیا۔

16 دسمبر 1963ء کو سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد دار العلوم تقویۃ الاسلام کا انتظام بھی ان کے سپرد ہوا جسے انہوں نے کامل توجہ سے سرانجام دیا۔

علم و معرفت کا یہ روشن چراغ اور خاندان غزنویہ کا یہ گلِ سرسبد 5 اپریل 1976ء کی درمیانی شب کو لندن کی ایک سڑک عبور کرتے ہوئے کار کی زد میں آ گئے۔ 26 اپریل 1976ء کو لندن کے ایک اسپتال میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انہیں میانی صاحب کے قبرستان میں ان کے والدِ مکرم سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

19696

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری مفید اور علمی کتب

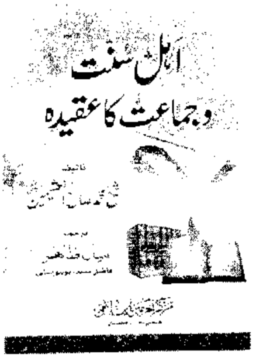

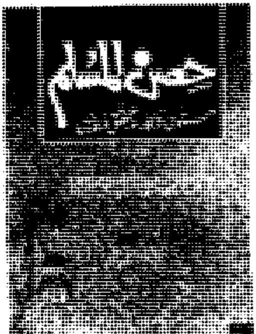

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر بیٹھے دینی رہنمائی حاصل کریں

نکاح، طلاق، میراث اور دیگر دینی، روحانی، کاروباری
مشکلات ومسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل

ہر اتوار
عصر
تا
مغرب

فتاویٰ آن لائن

0800-11777

پورے ملک سے کال کرنا مفت

مزید رابطہ

مِیاں طاہر

0314-3010777

مرکز الحرمین الاسلامی

ستیانہ روڈ فیصل آباد پاکستان

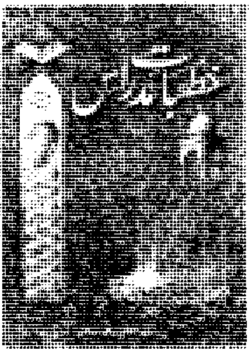

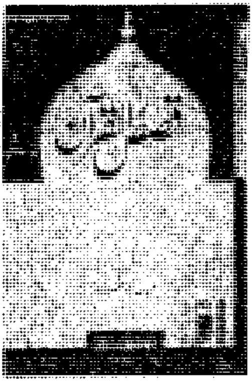

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے منفرد اور تحقیقی کتاب
- محبت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تحریر کردہ ایک حسین اور منفرد تحفہ
- 1400 سے زائد مستند حوالہ جات سے مزین

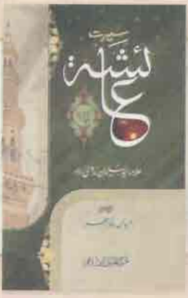

- اصلاح، اخلاق اور قابل عمل کردار کا زندہ و جاوید شاہکار
- آستانہ نبوت سے براہ راست فیض یاب عورت کی خوبصورت اور تابندہ داستان حیات
- ممتاز اور یگانہ روزہستی کی علمی، فقہی اور اجتہادی صلاحیتوں کا باکمال تذکرہ
- خواتین عالم کے لیے یادگار اور قابلِ عمل نمونہ، جسے اپنا کر اپنی زندگی کو پُر مسرت اور روشن مثال بنا سکتی ہیں۔

- اسلامی اخلاق و کردار سنوارنے کے لیے ایک رہنما کتاب
- اسلام علم و حکمت اور بہترین تہذیب و تمدن کا دین ہے۔
- اسلام دہشت گردی اور فرقہ پرستی سے پاک محبت و ہمدردی کا دین ہے۔
- اسلام عبادات کے ساتھ معاملات اور طرزِ زندگی میں مکمل رہنمائی کا نام ہے۔

MARKAZ
Al-Harmain-ul-Islami

Cell: +92-314-3010777
alharmain777@gmail.com
www.al-harmain.webnode.com www.youtube.com/alharmain